مرشدِ کامل

کی

ضرورت کیوں!؟

مصنف

حافظ نذیر احمد سیفی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ــــ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	مرشد کامل کی ضرورت کیوں؟
مصنف	حافظ نذیر احمد سیفی
	فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
تاریخ اشاعت	اپریل 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z409
قیمت	84/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

باب نمبر 5

باب نمبر 6

باب نمبر 7

باب نمبر 8

باب نمبر 9

باب نمبر10

باب نمبر11

انتساب

میں اپنی یہ حقیری سی کاوش ان دو ہستیوں کے نام کرتا ہوں
جن کے فیضان سے میں اس قابل ہوا، میری مراد
حضور ضیاء الامت **پیر محمد کرم شاہ** الازہری قدس سرہ
اور
مرشدی الکریم اخوندزادہ **سیف الرحمٰن** دامت برکاتہم العالیہ
ہیں

حافظ نذیر احمد سیفی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ
سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی
اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍم بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ

کچھ مصنف کے بارے میں

کسی بھی مصنف کے بارے میں کچھ لکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جب کہ وہ اپنے حلقہ احباب میں سے ہو۔ کیونکہ ایک طرف مصنف کی شخصیت پیش نظر ہوتی ہے اور دوسری طرف اپنا حلقہ احباب۔ اگر اس شخصیت کی طرف تھوڑا بہت جھکاؤ ہو جائے یا اس کی تعریف میں کچھ مبالغہ ہو' تو حلقہ احباب اس کو خوشامد سے محمول کرتے ہیں۔ اور اگر موصوف کی شخصیت کا خاکہ پیش کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو موصوف شکوہ کناں۔

بہر حال یہ کٹھن مرحلہ دودھاری تلوار پر چلنے کی مانند ہے۔ جسے کامیابی کے ساتھ طے کرنا خاصا مشکل ہے۔ درج ذیل سطور میں اُس مصنف کا تعارفی خاکہ پیش کیا گیا ہے' جس کی کتاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اس کا مقصد و مدعا مصنف کی ذاتی زندگی کے بارے میں چند معلومات فراہم کرنا ہے نہ کہ مصنف کی تعریف و توصیف کے پل باندھنا اور زمین و آسمان کے قلابے ملانا۔

نام

مصنف کا پورا نام علامہ قاری حافظ نذیر احمد السیفی ہے۔ چونکہ روحانی طور پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ سے منسلک ہیں اس لئے سیفی کہلاتے ہیں۔

موصوف کا آبائی گاؤں خوشحال گڑھ ضلع کوہاٹ ہے جب کہ ان کی پیدائش 8 دسمبر 1964ء بمطابق 15 شعبان المعظم 1384ھ کو فیصل آباد میں ہوئی۔ اس وقت ان کے والد گرامی جناب الحاج حبیب اللہ خان صاحب بسلسلۂ ملازمت وہاں مقیم تھے۔

ابتدائی تعلیم

موصوف نے پرائمری اور میٹرک تک کی تعلیم صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں مکمل کی۔

حفظ و قرآت

پھر اس کے بعد والد گرامی کی شدید خواہش پر حفظ قرآن مجید کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جنڈ ضلع اٹک کے ایک مدرسہ میں داخلہ لیا۔ان دنوں قاری حافظ سید گلفام حسین شاہ صاحب دامت برکاتہ العالیہ (فاضل قرآت سبعہ متواترہ) کا اس علاقے میں کافی شہرہ تھا لہذا موصوف ان کا شہرہ سن کر مدرسہ جامعہ غوثیہ کوہاٹ شہر میں منتقل ہوگئے۔
جناب قاری حافظ سید گلفام حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی انتہائی نیک سیرت اور علم دوست شخصیت ہیں۔ بچپن میں کسی حادثے کی وجہ سے قدرت نے ان کی ظاہری بصارت کو زائل کردیا لیکن باطنی بصیرت اور کمال کا حافظہ عطا فرمادیا۔ آپ جامعہ غوثیہ کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ ہائی سکول کوہاٹ شہر میں تجوید و قرآت کے ٹیچر ہیں۔ آپ نے درس نظامی کی مختلف کتب کوہاٹ شہر کے جید علمائے کرام سے پڑھیں۔اور دورہ حدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی سے کیا۔راقم الحروف نے بھی انہی بزرگ ہستی کے ہاں حفظ قرآن اور تجوید کا کورس مکمل کیا۔لہذا راقم اس بات کا عینی شاہد ہے کہ جناب قاری سید گلفام حسین شاہ صاجب کے شب و روز تعلیم و تعلّم علم میں بسر ہوا کرتے تھے۔ بہرحال یہی وہ مدرسہ ہے جہاں مصنف کے ساتھ راقم کی شناسائی ہوئی۔ گویا راقم الحروف مصنف کو اس وقت سے جانتا ہے جب وہ صرف "نذیر احمد" تھے۔ان کے نام کے ساتھ ابھی نہ تو حافظ و قاری اور علامہ کا سابقہ لگا تھا اور نہ ہی السیفی کی نسبت۔

دینی وعصری علوم کی تحصیل

موصوف انہی بزرگ ہستی کی مہمیز شوق اور میجر سید مظفر حسین شاہ بخاری صاحب (جو ان دنوں کیپٹن تھے) کی رہنمائی سے عصر حاضر کی مایہ ناز علمی درسگاہ 'قدیم و جدید علوم کا

حسین امتزاج "دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا" میں فیضان نظر "کرم" کے جلوے سمٹنے آ گئے۔ جہاں تشنگان علم، سرچشمۂ علوم وفنون سے سیراب ہونے کے لئے اطراف واکناف عالم سے کشاں کشاں چلے آ رہے تھے۔ اور جہاں اس وقت یعنی 1988ء میں مفکر اسلام، مفسر قرآن، عظیم سیرت نگار، عارف اسرار ایزدی، علم وعرفاں کے بدر منیر، عقل وحکمت کے ماہ تاباں، عشق ومحبت کے مہر درخشاں، اقلیم فقر ودرویشی کے سکندر، نابغہ روزگار، نباض عصر، غوث زماں، غزالیٔ دوراں، سیدی ومرشدی حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز، جن کا دل عشق سرور کونین ﷺ سے لبریز، نگاہیں جلوۂ یار ﷺ میں گم، جن کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے وقف، صاحب ضمیر، نگاہ بلند کے حامل، میر کاروان عشق ومستی، جن کے قلب میں اسلام کے لئے سوز بھی تھا اور ملت کے لئے درد بھی، جن کی زندگی کو اک شب تار کے لئے ضیاء بار اور حیات مبارکہ کا ہر پہلو راہ حق کے جادہ پیما کے لئے مشعل راہ، جو عاشق حبیب کبریاء ﷺ بھی تھے اور اسیر گیسوئے مصطفیٰ ﷺ بھی، بنفس نفیس عالم اسلام کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور فرما رہے تھے۔

یہاں مصنف نے 21 مئی 1988ء سے 7 مئی 1997ء تک آپ کے زیر ظل عاطفت رہ کر علم ظاہری کی تکمیل میں شب وروز محنت کی اور ہر کلاس میں نمایاں نمبروں سے اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرتے ہوئے ادارے کا دس سالہ نصاب تعلیم مکمل کیا۔ اس دوران موصوف کو گھریلو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا اور اسی وجہ سے ایک مرتبہ تعلیم مکمل کئے بغیر گھر چلے گئے۔ مگر قدرت نے پھر یاوری کی اور دوبارہ واپس آ کر مرحلۂ شوق مکمل کیا۔

یوں 7 مئی 1997ء کو محنتی، جفاکش، دھن کا پکا اور لگن کا سچا "حافظ قاری نذیر احمد" علامہ اور فاضل بھیرہ شریف ہونے کے اعزاز سے سرفراز ہوا۔

بیعت

موصوف دوران تعلیم ہی اپنے علاقے کی مشہور روحانی شخصیت پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ پیر ارچی وخراسانی پشاور، کی

بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں شامل ہو گئے۔

خدمات

ازاں بعد موصوف کی علمی قابلیت اور انتظامی صلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادارے کی طرف سے انہیں جہلم شہر میں تدریسی فرائض سونپے گئے۔ کچھ عرصہ یہاں تدریسی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد موصوف کو ادارہ ہی کی جانب سے ڈڈیال ضلع میرپور (آزاد کشمیر) قدیم مرکزی جامع مسجد میں نئی قائم ہونے والی برانچ کے انتظامی معاملات سنبھالنے کے لئے جانا پڑا۔ جب وہاں حالات اپنی ڈگر پر چلنے لگے تو جگر گوشہ و جانشین حضرت فقیہ اعظم شیخ التفسیر والحدیث مفتی پیر محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ، پرنسپل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف کے اصرار پر اور پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف جگر گوشۂ حضور ضیاء الامت' امین امانات حضور ضیاء الامت' حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف' کے حکم پر موصوف علوم قدیمہ کی عظیم مرکزی درس گاہ حضرت فقیہ اعظم کی شبانہ روز دعاؤں کا ثمر' منبع علم و عرفاں' دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور آ گئے۔ جہاں تادم تحریر مصنف درس و تدریس کے شعبے میں بھرپور خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

موصوف کی یہ تصنیف جو اس وقت آپ کے زیر مطالعہ ہے در حقیقت ایک مقالہ ہے جو ان کے زمانۂ طالب علمی کی کاوش ہے۔ جسے انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں دوران تعلیم اپنے روحانی ذوق کی بنا پر تحریر کیا تھا۔ اور اب اس کی نوک پلک سنوارنے کے بعد اسے عوام کے فائدہ کی غرض سے منظر عام پر لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ صمدیت میں قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لئے باعث نفع بنائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ

حافظ احمد نعیم چشتی

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

کلمات محبت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' اس میں انسان کی تمام جسمانی' روحانی اور ظاہری و باطنی مسائل کا مداوا موجود ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں جہاں جسمانی نشوونما کے لئے حلال غذاؤں کی رہنمائی اور تن کو اجلا رکھنے لئے ظاہری صفائی اور طہارت کی تاکید کی گئی ہے' وہیں من کے اجلاپن' باطن کی صفائی اور روح کی بالیدگی کا سامان بھی مہیا کر دیا گیا ہے۔

معلم و مرشدِ انسانیت' رہبر کامل' رسولِ اکرم واطہر' سرکار ابد قرار ﷺ کی خدمتِ اقدس میں معلمِ ملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام سائل بن کر حاضر ہوئے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان و اسلام کی وضاحت کے بعد احسان کے سلسلے میں جو جواب مرحمت فرمایا' اس کا تعلق اصلاحِ باطن' مشاہدۂ حق اور تصوف و روحانیت کے ساتھ ہے۔

جس طرح جسمانی اصلاح کے لئے ظاہری طبیبوں اور ڈاکٹروں کی ضرورت ہے' اسی طرح باطنی اصلاح کے لئے طبیبِ روحانی اور مرشدِ کامل کی شدید احتیاج ہے۔ بغیر اس کے من کو اجلا رکھا جا سکتا ہے نہ شیطانی خیالات و وساوس سے صیانت ممکن ہے۔ تصوف کے حصار اور پیر کامل کی نگاہِ فیض بار سے بڑھ کر حوادثاتِ دہر اور الحاداتِ زمانہ سے دامن محفوظ رکھنے کا اور کوئی مؤثر ذریعہ نہیں۔ دانائے حقیقت حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ اس رمز کو یوں آشکارا کرتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

"پیر و مرشد سے وابستگی اختیار کر' کیونکہ بغیر پیر کے یہ سفر آخرت نہایت پُر آشوب اور خطرناک ہے"۔

مرشدِ کامل کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اُس سلسلۂ نور سے تعلق جوڑنا مقصود ہوتا ہے' جس کا ایک سرا متبعِ شریعت مرشدِ کامل کے ہاتھ میں ہے تو دوسرا سرا رسول اللہ ﷺ

سے ملتا ہے۔

مقام مسرت ہے کہ فاضلِ نوجوان علامہ نذیر احمد سیفی زید علمہ و عملہ مستند دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے اس اہم موضوع کو زینتِ قرطاس بنایا اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر عقل و نقل کی روشنی میں اظہارِ خیال فرمایا۔ احقر اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر سکا۔ البتہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے مصداق بعض مقامات کا طائرانہ اور کہیں غائرانہ مطالعہ کیا تو مصنف کی محنت اور کاوش کا اندازہ ہوا۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بارگاہِ خداوندی میں صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ مصنف کی کاوش عند اللہ مقبول اور عند الناس مشکور ہو' ان کے قلم کو جولانی و روانی نصیب ہو اور ان کے علم و فضل اور ذوقِ تحقیق میں اضافہ ہو۔ آمین بجاہ طہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ بصیرپور شریف
پرنسپل دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف (اوکاڑہ)

تقریظ

حضرت علامہ ملک محمد بوستان صاحب مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تالیف جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ علامہ حافظ نذیر احمد سیفی کی تالیف ہے۔ موصوف نے حصول علم کیلئے طویل دورانیہ بھیرہ شریف میں گذارا، اسباق کے دوران اور دارالعلوم میں منعقد ہونے والی تقریبات میں ان کا ذوق علمی اور دینی بصیرت آشکارہ ہوتی رہتی تھی۔ موصوف کے بارے میں عمومی رائے یہ تھی کہ وہ مسائل دینیہ میں پختہ رائے کے حامل طالب علم ہیں اور ان کے بارے میں کامل اعتماد تھا کہ عملی زندگی میں جاکر جہاں وہ علم کی روشنی دینی طلبہ میں عام کریں گے وہاں اپنے رشحات قلم سے قارئین کو بھی نوازیں گے۔

اس مادیت گزیدہ دور میں ایک انسان کا عمومی رویہ یہ ہے کہ انتہائی مجبوری کے بغیر وہ اپنے محسنوں اور مربیوں سے کسی قسم کا دنیاوی تعلق رکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تو روحانی زندگی کی منازل طے کرنے کیلئے اسے کب فرصت ملے گی تاہم نور بصیرت کے حامل افراد کو تاریکیوں سے خوفزدہ ہو کر نور کی شمع جلانے سے اعراض نہیں برتنا چاہیے۔ بلکہ اپنی بساط کے مطابق حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے کوششیں جاری رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اندھیروں سے نجات کا صرف یہی طریقہ ہے کہ روشنی کا اہتمام کیا جائے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس عمل میں جتنا اخلاص اور جدوجہد شامل ہوگی ظلمتیں اتنی ہی تیزی کے ساتھ کافور ہوں گی۔

مرشد کامل سے سچی نسبت جہاں انسان کی روحانی منازل کی ترقی اور روح کی بالیدگی کا ذریعہ ہوتی ہے وہاں اسے بے شمار قبائح سے بچانے کا بھی سبب بنتی ہے۔

اولیائے کرام کی سیرتوں میں ہمیں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ مرشد کریم سے کئے ہوئے وعدے کے باعث غافل دل ذاکر بن گئے بے راہ رو، صراط مستقیم پر گامزن ہوگئے۔ اور ظلم ستم کے رسیا، لوگوں کے حقوق کے پاسبان بن گئے یہی نسبت انسان میں جرأت، جوانمردی اور استقامت جیسی عظیم صفات پیدا کرتی ہے اپنی اس تالیف میں حضرت مؤلف نے اسی نسبت کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تالیف کو حضرت مؤلف اور قارئین کیلئے دنیا و آخرت کا توشہ بنادے۔

محمد بوستان

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد خان نوری صاحب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی

یقیناً کامل کامیاب وہ ہوا جس نے تزکیہ نفس کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے کامل فلاح حاصل ہو، دنیا میں بھی وہ عزت و آبرو کی زندگی بسر کرے اور آخرت میں بھی اسے اللہ تعالیٰ کے انعامات سے نوازا جائے۔ اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے جائے۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ۔ کہ مجھے رب کعبہ کی قسم میں زندگی کی بازی جیت کر جا رہا ہوں۔ لیکن اس کامیابی کو حاصل کرنے میں لوگوں کا اپنا اپنا زاویہ نگاہ ہے کچھ کے پیش نظر صرف دنیا کا مال و متاع اکٹھا کرنا، اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا، علم کا حاصل کرنا اور جاہ و جلال سے آراستہ ہونا ہی کامیابی ہے لیکن یہ ادھوری کامیابی ہے۔ مکمل کامیابی نہیں۔ جب ہم تاریخ کے صفحات الٹتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ صرف دنیا کی دولت اور مال و منال اس کامیابی کا سبب نہیں ورنہ نمرود اور فرعون سب سے زیادہ کامیاب ہوتے اور ان کا انجام عبرتناک نہ ہوتا۔ اور اگر صرف علم ہی انسان کو کامل کامیابی عطا کرتا تو شیطان لعین سب سے زیادہ کامیاب ہوتا اور راندہ درگاہ نہ ہوتا۔ کیونکہ علمی رعونت نے ہی اسے رجیم و مردود بنا دیا۔ اعلیٰ مناصب، جاہ و جلال اور وسیع علاقہ کی مملکت بھی

کامیابی کا سبب نہیں ورنہ سکندر اعظم یہ کہتے ہوئے نہ رخصت ہوتا کہ اے لوگو! عبرت کی نگاہ سے دیکھو ساری دنیا کا فاتح خالی ہاتھ اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ حقیت میں کامل کامیابی اسے ہی حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور اس کے وضع کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں جہانوں کی کامیابی اسے حاصل ہوتی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتا ہے اور دل کے آئینہ پر گناہوں کی جمی ہوئی غلاظت کو صاف کرتا ہے اور اس کا ذکر کر کے اور اس کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا کر اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تزکیہ نفس کیسے ہوتا ہے اس کے دو ہی طریقے ہیں۔ 1۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے دل کو شرک، کفر اور گناہوں کی آلودگیوں سے پاک کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ ہر چیز سے زنگ دور کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے اور دل کو صاف کرنے کا آلہ اللہ پاک کا ذکر ہے۔
2۔ مرشد کامل کی نگاہ لطف و کرم اگر کسی خوش بخت کو ایسی ہستی دستیاب ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا مرتبہ حاصل ہو تو وہ اپنی نظر کیمیا اثر سے تاریک دل کو پاک اور صاف کر دیتا ہے اسی لئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

نگاہ ولی سے یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مرشد کامل کی نگاہ ایک ایسا تریاق ہے جو ناقابل علاج مریض کے مرض کا علاج ہے۔ چشم زدن میں بندے کا اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی نگاہ سے جڑ جاتا ہے اور اسے کامل کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔ علامہ حافظ قاری نذیر احمد صاحب نے تزکیہ نفس کے دوسرے سبب کے متعلق "مرشد کامل کی ضرورت کیوں؟" کے نام سے اپنی نگارشات قلم کو زینت قرطاس بنایا ہے اور مرشد کامل کی شرائط اور اس کے اثر کے متعلق اس کتاب میں تفصیلات درج کی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس آدمی

نے اس کو بنظر غائر پڑھا اس سے اس کو راہنمائی حاصل ہو گی اور وہ مرشد کامل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اگرچہ میں اس مسودہ کا تفصیلی مطالعہ تو نہیں کر سکا لیکن اتنا ضرور عرض کر سکتا ہوں کہ حافظ صاحب نے حتی المقدور اس موضوع کو نبھانے کی بہترین اور بھرپور کوشش فرمائی ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک نفیس اضافہ کیا ہے۔ان کی یہ پہلی کتاب ہے جو منظر عام پر آ رہی ہے۔ یہ اس بات کی غماز ہے کہ حافظ صاحب کے اندر تحقیقی کام کرنے کی زبردست تڑپ ہے۔ میں حافظ صاحب مدظلہ کو طالبعلمی کے زمانے سے اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ ہونہار بچہ از حد محنتی، باریک بین اور عمیق نظر کا حامل ہے۔ دوران تعلیم یہ پر خلوص انداز میں حصول علم میں کوشاں رہے اور اساتذہ کرام کی عزت واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے رہے۔ باطل نظریات کی تردید میں ملکہ حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو مقبول و منظور فرمائے اور اسے لوگوں کے لئے تزکیہ نفس کا سبب بنائے۔ راہ راست سے بھٹکے ہوؤں کو کامل مرشد کی تلاش میں مدد و معاون ثابت ہو۔ اور دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزی حافظ صاحب کو دین متین کی سچی خدمت کی توفیق عطا فرمائے رکھے۔ اور ان کے عملی فیض کو عام فرمائے، شاہراہ حیات کے ہر موڑ پر ان کی راہنمائی فرماتا رہے اور ان کو شاندار کامیابیوں اور سعادتمندیوں سے نوازتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

احقر العباد

حافظ محمد خان نوری

من خدام دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

التقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ وَ زَیَّنَ نُفُوْسَنَا بِطَاعَتِهٖ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّ اٰنٍ وَ جَعَلَنَا فِیْ اُمَّةِ حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ الْمَبْعُوْثِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ ﷺ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ ذَوِی الْعِلْمِ وَ الْعِرْفَانِ وَ وَشَّحَنَا بِتَقْلِیْدِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ عَلٰی اَحْبَابِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ ذَوِی الْاَفْهَامِ وَ اَعْطَانَا الشَّیْخَ الْکَامِلَ الْمُجَدِّدَ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ اَخُوْنْدْزَادَهْ سَیْفَ الرَّحْمٰنِ اَطَالَ اللّٰهُ عُمْرَهٗ وَ زَادَ فُیُوْضَاتِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْاِحْسَانِ فَبَعْدُ

دنیا کا کوئی علم اور فن ایسا نہیں جس کی تحصیل کسی راہ نما اور استاذ کے بغیر ممکن ہو۔ نہ دنیوی علوم کا حصول ماہر اساتذہ اور سپیشلسٹ حضرات کی صحبت میں بیٹھے بغیر میسر آتا ہے اور نہ ہی علوم شرعیہ کسی کامل استاذ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کئے بغیر نصیب ہوتے ہیں۔

ہر آں کارے کہ بے استاذ باشد
یقین می دان کہ بے بنیاد باشد

جب دنیا کا کوئی علم اور فن کسی کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا' تو پھر صفائے باطن کی منزل اور بارگاہِ ایزدی کا قرب ووصال کسی مرشد کامل کے بغیر کس طرح نصیب ہو سکتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کا راستہ کسی سرپرست کے بغیر سلامتی کے ساتھ طے نہیں ہوتا۔ اس سرپرست اور راہبر کو عرفِ طریقت میں شیخ' مرشد اور پیر طریقت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس مادی دور میں دو طرح کے ذہن کارفرما ہیں:

ایک ذہن تو یہ ہے کہ جو دینی زندگی میں مطلقاً مرشد کامل کی ضرورت کا سرے سے

قائل ہی نہیں، وہ مرشد کامل کے ساتھ نسبت وارادت قائم کرنے کو یکسر غیر ضروری تصور کرتا ہے۔ تو ایسے لوگ ان برکات و ثمرات اور روحانی مدارج کو حاصل کرنے سے یکسر محروم رہ جاتے ہیں جو برکات و ثمرات نسبت وارادت سے ہی متعلق ہیں۔

اور دوسری سوچ کا رخ یہ ہے کہ وہ ذہن اسے ضروری تو سمجھتا ہے، لیکن اس تعلق اور ارادت کی نوعیت سے مطلقاً نا آشنا ہے۔ وہ اس تعلق کو دنیاداری کے نقطہ نظر سے قائم کرتا ہے اس کے پیش نظر نسبت قائم کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرشد کے پاس جا کر ملازمت کے حصول، اولاد و رزق کی فراوانی، مقدمات میں کامیابی اور دشمن کی ناکامی کے لئے دعائیں کروائی جائیں اور بس۔

حضرت شمس العارفین شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں ایک بوڑھا حاضر ہوا اور عرض کی افلاس کے ہاتھوں میں عاجز آ چکا ہوں، مجھے بیعت فرمائیں تاکہ اس مصیبت سے رہائی ملے تو آپ نے فرمایا بیعت کا مطلب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ امر و نہی پر استقامت کا عہد ہوتا ہے حصول دنیا تو اس کا مقصد نہیں۔ ﴿1﴾

علیٰ ہذا القیاس وہ نسبت وارادت ان دنیاوی مقاصد کے لئے استوار کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر وہ اصلی مقصد اور غرض و غایت نہیں ہوتی جس کی خاطر اس نسبت کو قائم کرنا از بس ضروری ہوتا ہے۔

حضور سید العالمین ﷺ کی ذات ستودہ صفات چونکہ ہر لحاظ سے جامع اور اکمل ہستی تھی اور ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی اور سے براہ راست نسبت وارادت قائم کرنے کی احتیاج نہ تھی۔

حضور نبی رحمت ﷺ نہ صرف پیغمبر، نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے روحانی پیشوا اور پیر و مرشد ہونے کی حیثیت سے ان کے قلب و باطن کے تزکیہ اور تصفیہ کے مبارک فعل کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔

قرآن مجید میں واضح طور پر سرور کونین ﷺ کے فرائض منصبی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿2﴾

"وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ ان سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔

یعنی یہ رسول معظم ﷺ اپنے حلقہ صحبت میں بیٹھنے والوں پر اللہ جل و علا کی آیات مقدسہ تلاوت فرماتا ہے۔ تاکہ احکام خداوندی تلاوت آیات سے ان تک پہنچا دیئے جائیں۔ گویا آیات کتاب مقدس کی تلاوت سے فریضہ تبلیغ ادا ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر دین صرف احکام بیان کر دینے سے ہی مکمل ہو جاتا اور دینی مقاصد صرف تلاوت آیات سے ہی پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے تو رسول کریم ﷺ کو مزید کسی کام کے جاری رکھنے کی حاجت نہ تھی۔ لیکن قرآن کریم مزید فرماتا ہے "وَ یُزَكِّیْهِمْ" یعنی سرور دوجہاں ﷺ اپنی بصیرت افروز نگاہ سے ان کے باطن کے میل اور زنگ کو دھو دیتے ہیں اور ہر قسم کی آلودگیوں سے منزہ کر کے ان کے مَن کو روحانی بالیدگی عطا فرماتے ہیں۔ تو جب تک قلب و باطن صاف نہ ہو اس وقت تک ان احکام کی صحیح معرفت کا حصول ناممکن ہے۔

تزکیہ و تصفیہ

تزکیۂ نفس یہ ہے کہ اوصاف ذمیمہ مثلاً حب جاہ' حب مال' حسد' بخل' حرص طعام' ریا' تکبر اور غصے کو دل سے نکال دیا جائے' اور تصفیۂ دل سے مراد یہ ہے کہ اوصاف حمیدہ مثلاً صبر' توبہ' شکر' زہد' رجاء' حب مولا' حب خلق' اخلاص اور رضا بالقضاء سے دل کو منور کیا جائے تاکہ ہستی موہوم کی آلائش سے محفوظ رہے اور حسن حقیقی اس کے دل میں پرتو فگن ہو۔ حضور سید عالم ﷺ کے وہ جاں نثار جن کی زندگی پہلے کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بسر ہو رہی تھی اور وہ ذلت کے مہیب و عمیق گڑھوں میں گرتے جا رہے تھے' توحید و رسالت اور نور حق کے اجالوں سے قطعاً ناآشنا تھے۔ جب کلمہ پڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی صحبت مبارکہ میں آ گئے' تو سماع آیات طیبات سے انہیں اجالا نصیب ہوا

تو اس نورانیت اور اجالے میں انہوں نے اپنے سینوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں اپنے گناہوں کی ظلمتیں نظر آئیں، جو پہلے ان کی نظروں پر پڑے ہوئے پردوں کے سبب انہیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔

اگر ان پر کوئی آیات تلاوت کرنے والا نہ ہوتا تو وہ چھپے ہوئے زنگ کسی طرح آشکار نہ ہوتے۔ وہ عربی دان تھے اور ان کی مادری زبان عربی تھی، اگر وہ چاہتے تو قرآن حکیم کو خود بھی پڑھ سکتے تھے لیکن خود آیات پڑھنے سے وہ زنگ آشکار نہ ہوتے، کوئی پڑھنے والا ہو تو اس کے پڑھنے سے وہ روشنی نصیب ہوتی ہے جس سے باطن کی دنیا روز روشن کی طرح نظر آنے لگتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تک ان آلودگیوں سے بے خبر تھے تو بڑے مطمئن تھے کہ بڑی عمدہ زندگی بسر ہو رہی ہے۔ جب "یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ" نے آکر اجالا کیا اور اس اجالے سے اپنے تباہ کن احوال سے باخبر ہوئے تو پھر کیا تھا، ان کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی۔ ان کے اندر ایک تڑپ اور ہلچل پیدا ہو گئی کہ ہائے کاش کسی طرح یہ زنگ دھل جائیں۔ بقول خواجہ قمر الدین سیالوی قدس سرہ ان کے تڑپنے کی حالت یہ تھی۔

عالم بہواداریت از ہوش برفتہ

آہو شدہ در یم و بصحرا شدہ ماہی

"اے محبوب ﷺ کائنات والے آپ کے عشق میں ہوش کھو بیٹھے ہیں اور یہ عالم ہے کہ ہرن سمندر میں کود گئے اور مچھلیاں صحرا میں نکل آئی ہیں"۔

تو وہ اپنے من کی تباہیاں اور زنگ آلود دل لے کر مرشد کریم ﷺ کی بارگاہ میں آ گئے، اور زبان حال سے یہ عرض کرنے لگے کہ آقا! اب تو زندگی دو بھر ہو گئی، ایسی نظر کرم فرمائیں کہ دل کے تمام زنگ دھل جائیں۔ کیوں کہ

"احیائے دلہائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است"۔ ﴿3﴾

"یعنی اولیائے کرام کی توجہ سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور حرکت کرنے لگتے ہیں"۔

دریائے خداوندی جوش میں آیا، تو حکم دیا اے محبوب کریم! صلی اللہ علیک وسلم اب یہ

کشت زار اس قابل ہے کہ اس میں تقاطر امطار کیا جائے۔ پس اس مرشد اکمل ﷺ نے ان کے من پر توجہ فرمائی اور ان کے من کو مصفی اور مزکی کر دیا۔ یہ آلودگیاں کسی عمل سے دھل سکتی تھیں نہ کسی اور حیلے سے دل کے زنگ کو ابتدأ دھونے کی ایک ہی صورت تھی کہ اس کامل کی نگاہ اثر بار پڑنے کی کوئی صورت ہو جائے۔

تو جب اس کامل واکمل ﷺ کی نگاہ ناز پڑنے سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا اور دل کی زمین اس قابل ہو گئی کہ اس میں علم و حکمت کے بیج بوئے جائیں اور معارف و حقائق کی باران رحمت کی جائے۔ تو "يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ" کے ذریعے محبوب رب العالمین ﷺ نے آیات بینات کے معانی و مطالب بیان کرنے شروع فرما دیئے۔ جب کتاب کے معانی آشکار ہو گئے' تو پھر اسرار و رموز اور اصل حقائق بیان کرنے کا وقت بھی آن پہنچا۔ پھر آپ ﷺ نے کتاب مبین کے پوشیدہ اسرار و رموز بھی منکشف فرما دیئے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ سرور کون و مکاں ﷺ اپنے غلاموں کے ہمہ جہت مرشد و مربی تھے۔ ظاہری زندگی ہو یا باطنی' الغرض کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس کی تکمیل کے لئے در جاناں چھوڑ کر انہیں کسی اور سمت جانے کی حاجت ہو سب کچھ اسی در سے میسر آ رہا تھا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضور سید العالمین ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد آپ ﷺ کا کام امت کے مختلف افراد اور طبقات میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح کہ کسی نے دین کی ظاہری شان و شوکت' تسلط اور غلبہ اسلام کی ذمہ داری سنبھال لی' ان کو خلفاء و امراء کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے۔ کسی نے دین کے احکام کی تبلیغ اور پرچار کے منصب کو سنبھالا' وہ علماء و مبلغین کہلائے۔ اور کسی نے عقائد اسلامیہ کے تحفظ کیلئے اپنی قیمتی زندگیاں وقف کر دیں اور متکلمین کہلائے۔

الغرض وہ سب امور جن کو فخر الرسل ﷺ بذات خود تن تنہا سر انجام دے رہے تھے' اب امت مرحومہ کے یہ افراد اس کام کو باہم تقسیم کر کے سر انجام دینے لگے۔ کیوں کہ کوئی شخصیت حضور ﷺ جیسی ہوتی تو یہ کام بانٹا نہ جاتا۔ لیکن آپ ﷺ جیسی نابغہ

روزگار ہستی اور عبقری صلاحیتوں کی مالک شخصیت تھی نہ ہے' نہ ہو گی اور نہ ہو سکتی ہے۔

اس لئے آپ ﷺ کے جملہ امور من حیث المجموع آپ ﷺ کی ساری امت کو منتقل کر دیئے گئے۔ جس کے پاس جو صلاحیت تھی اس نے اس کام کو سر انجام دیا۔

لہٰذا جنہوں نے نفوس کے تزکیہ' قلب و باطن کی صفائی' امت کے دلوں میں محبت الٰہی اور عشق شہ بطحا ﷺ کا بیج بونے اور درد و سوز کی لذت اور چاشنی و حلاوت سے آشنا کرنے کا بیڑہ اٹھایا' دنیا انہیں صوفیاء اور اولیاء کے نام سے جانتی ہے۔

اس طرح مختلف طبقات دین اسلام اور آقائے دو جہاں ﷺ کی سنتِ مطہرہ کا سارا کام اپنی حیثیت اور استعداد کے مطابق شروع سے آج تک نبھاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور جب تک دین حق باقی ہے' اس وقت تک کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں یہ سارے کام ہوتے رہیں گے۔

ہر یکے بر خلقت خود می تنند
مہ فشاند نور' سگ عو عو کند

"ہر ایک اپنی فطرت اور اصل کے مطابق کام کر رہا ہے' چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیر تا رہتا ہے اور کتا (چاند کے عمل سے ناخوش ہو کر) بھونکتا رہتا ہے"۔

زیر نظر کتاب کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ہر ایک کو الگ طور پر سمجھنے میں کسی قسم کی دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امتِ مرحومہ کے لئے نافع بنائے اور میری اور جملہ معاونین کی نجات کا سبب بنائے اور شفیع روز شمار ﷺ کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس ﷺ

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا

احقر العباد

حافظ نذیر احمد سیفی ایم اے (آنرز)

من علماء بھیرہ شریف

باب نمبر1

مرشدِ کامل کی دینی ضرورت

مقدمہ اور تمہید کے بعد اس بات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ امت مسلمہ کو مرشد کی ضرورت و احتیاج کیوں ہے۔ قرآن کریم میں رب لم یزل ارشاد فرماتے ہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿4﴾

"ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا"۔

ہر انسان جب بارگاہِ ایزدی میں اپنی جبینِ نیاز جھکانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسے حکم ہوتا ہے کہ اپنے معبودِ حقیقی سے یوں التجا کرے کہ ابتداً اس کی حمد و ثنا کے نغمے الاپے' پھر میری شانِ معبودیت اور اپنے تعلقِ عبودیت کا اظہار کرنے کے بعد یوں عرض گزار ہو کہ بارِ الٰہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان کے راستے پر نہ چلا جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدھی راہ کون سی ہے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سیدھی راہ قرآن و سنت کی ہی راہ ہے۔ دنیا کے اندر ہر ایک دعوے دار ہے کہ ہم سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ہر مذہب' ہر فرقہ اور ہر دھرم یہی اعلان کر رہا ہے کہ ہم صراط مستقیم پر ہیں۔ کوئی قرآن کا حوالہ دے کر کہتا ہے چونکہ ہم قرآن زیادہ پڑھتے ہیں اور شیخ القرآن کہلاتے ہیں لیکن قرآن فرما رہا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ﴿5﴾

"اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے"۔

بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن سے انہیں ہدایت نہیں ملتی' قرآن پڑھنے کے باوجود بھی منزل مقصود کو نہیں پا سکتے' بلکہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ان کی سوچ کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ جادۂ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔

کوئی سوچ رہا ہے کہ ہم حدیث زیادہ پڑھتے ہیں اور ہم ہی اہل الحدیث ہیں اس لئے ہم سیدھے راستہ پر ہیں۔الغرض ہر ایک اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ لیکن قرآن نے کچھ اور ہی اسلوب دیا ہے اور خود ہی صراط مستقیم کو متعین فرمادیا ہے کہ ان لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے جو انعام یافتہ ہیں۔ گویا اس آیتِ کریمہ نے آگاہ فرمادیا کہ انعام یافتہ بندوں کے دامن سے منسلک ہونے کی خیرات طلب کر' اگر ان سے تیرا تعلق منقطع ہو گیا تو پھر جتنی کاوشیں کر تا رہ' سیدھے راستہ سے بہک جانے کے امکانات ہمیشہ موجود رہیں گے۔

اگر وہ کریم ذات جل وعلا چاہتی تو یوں بھی فرماسکتی تھی کہ اے میرے بندے! میری بارگاہِ صمدیت سے اس طرح طلب کر کہ اے باری تعالیٰ! مجھے سیدھا راستہ دکھا جو تیری کتاب اور تیرے محبوب کی سنت کی راہ ہے۔ لیکن قرآن مجید نے افراد کا ذکر فرمایا ہے کہ تیرے انعام یافتہ بندوں کی راہ چاہئے تاکہ ہم بھی ان کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر چلتے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ انعام یافتہ بندے کون ہیں' جن سے منسلک ہونے کی قرآن تعلیم فرمارہا ہے۔ تو قرآن پاک ادھوری بات نہیں کرتا بلکہ جامع ومانع کرتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴿6﴾

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

یعنی میری اور میرے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے میرے انعام یافتہ بندوں کے ساتھ ہوں گے اور وہ انعام یافتہ بندے انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں

اور ان کی سنگت کتنی اچھی ہے۔

1......النبیین

چار طبقات میں پہلا طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے یہ بہر صورت انعام یافتہ ہیں ہی' کیونکہ انہیں اللہ جل شانہ کی طرف سے نبوت ورسالت جیسی نعمت عظمٰی عطا ہوئی۔ لیکن تین طبقات ایسے ہیں جو انبیاء نہیں' غیر نبی ہیں۔

2......الصدیقین

اس کی سب سے بہتر وضاحت قبلہ حضور ضیاالامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری قدس سرہ العزیز نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی ہے۔ اس کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

"صدّیق فعّیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنی اَلْمُبَالِغُ فِی الصِّدْقِ نہایت راست باز اور راست گفتار ہے' اور مقاماتِ قربِ الٰہی میں سے ایک مقام کا نام بھی ہے۔

الشیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں:

"هُمُ الَّذِیْنَ زَكَتْ فِطْرَتُهُمْ وَ اعْتَدَلَتْ اَمْزِجَتُهُمْ وَ صَفَتْ سَرَائِرُهُمْ حَتّٰی اَنَّهُمْ یُمَیِّزُوْنَ بَیْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَ الْخَیْرِ وَ الشَّرِّ بِمُجَرَّدِ عُرُوْضِهٖ"۔

صدیقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد و غبار سے یوں پاک وصاف ہوتا ہے کہ جب ان پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ خیر و شر کے درمیان انہیں التباس نہیں ہوتا' بلکہ نگاہ جیسے سیاہ و سفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اس طرح وہ حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ یہ صدیقیت کا مرتبہ حضور سید العالمین ﷺ کے کئی جلیل القدر صحابہ کو حاصل تھا۔ اور صدیق اکبر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدیقیت کبریٰ کا مظہر اتم ہے"۔﴿7﴾

یعنی صدیقین سے مراد وہ لوگ جو صدق والے ہیں اور تصدیق کرنے والے ہیں۔
جن کے دل اتنے صاف ہو چکے ہیں کہ جو وحی اللہ تعالیٰ کے رسول پر نازل ہوتی ہے اور جو حکم اللہ تعالیٰ کا رسول بیان کرتا ہے وہ فوراً اس حکم کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔

آئینۂ ربوبیت ﷺ

جس طرح نبی کریم ﷺ آئینۂ ربوبیت ہیں جیسا کہ حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ﴿8﴾

"جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا"۔

اسی طرح صدیق سے مراد وہ ہستی ہے جو آئینۂ نبوت کے مرتبے پر فائز ہو۔ جس طرح آئینے کو سورج کے سامنے رکھا جائے تو سورج اپنی تمام تر تجلیات کے ساتھ منعکس ہو جاتا ہے۔ نبی وحی الٰہی کا سورج ہوتا ہے جب اس کی نبوت کا سورج چمکتا ہے تو صدیق کے دل کے آئینے سے اس کی نبوت آشکار ہو جاتی ہے اور وہ براہِ راست نبوت کے فیض کو اپنے سینے میں منتقل کر کے امتِ مصطفیٰ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچا رہا ہوتا ہے۔

آئینۂ نبوت رضی اللہ عنہ

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ﴿9﴾

"جو کچھ ربِ لم یزل نے میرے سینے میں ڈالا میں نے سارے کا سارا ابو بکر کے سینے میں ڈال دیا"۔

تو معلوم ہوا کہ صدیق آئینۂ نبوت ہیں۔ جو بھی ان کی صحبت میں بیٹھے اس کو ان کا نہیں 'بلکہ آفتاب نبوت کا فیض نصیب ہوتا ہے۔ نبی کے بعد صدیق اس لئے رکھا گیا کہ ہر کسی کو صحبتِ نبوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب قیامت تک کوئی قطبیت 'غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہو جائے وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ادنیٰ سے ادنیٰ

صحابی کی گردِپا کو بھی نہیں پاسکتا۔ یہ شرفِ صحابیت قیامت تک کے لئے بند ہو گیا۔

جب ظاہری صحبت کا دور ختم ہو گیا' تو اب ایک صورت ایسی پیدا کر دی کہ امت کو صدیق عطا فرما دیئے۔ جو کوئی ان کی صحبت میں جائے گا اسے بالواسطہ صحبتِ نبوی کا فیض نصیب ہو گا۔

صِدق

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدق کی تعریف میں یوں رقم طراز ہیں:

اِنْ طَلَبْتَ اللّٰهَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاكَ مِرْاٰةً تَبْصُرُ فِيْهَا كُلَّ شَيْئٍ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴿10﴾

"(اے انسان!) جب تو جملہ خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہو کر اللہ عزوجل سے صدقِ دل سے محبت کرے گا تو وہ تیرے دل کو ایسا آئینہ بنا دے گا کہ جب تو اس آئینے میں جھانکے گا تو دنیا و آخرت کے اسرار و حقائق تیرے سامنے منکشف ہو جائیں گے"۔

وہ آئینہ پھر پرتوِ نبوت بن کر آفتابِ نبوت سے فیوضاتِ الٰہیہ حاصل کرتا ہے اور تشنگانِ امتِ مصطفیٰ میں تقسیم کرنے کا فریضہ ادا فرماتا ہے۔

3......الشہداء

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرماتے ہوئے حضور ضیاء الامت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

اَلشَّهِيْدُ فَعِيْلٌ بِمَعْنَى الْفَاعِلِ وَهُوَ الَّذِىْ يَشْهَدُ بِصِحَّةِ دِيْنِ اللّٰهِ تَارَةً بِالْحُجَّةِ وَ الْبَيَانِ وَ اُخْرٰى بِالسَّيْفِ وَ السِّنَانِ وَ يُقَالُ لِلْمَقْتُوْلِ شَهِيْدٌ مِنْ حَيْثُ اِنَّهٗ بَذَلَ نَفْسَهٗ وَ شَهَادَتُهٗ لَهٗ بِاَنَّهُ الْحَقُّ وَ مَا سِوَاهُ الْبَاطِلُ (تفسیر کبیر)

"شہید کا وزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ وہ شخص جو کبھی نورِ برہان اور قوتِ بیان

سے اور کبھی شمشیر و سنان سے دینِ الٰہی کی حقانیت کی شہادت دے وہ شہید کہلاتا ہے۔ اور راہِ خدا میں قتل ہونے والے کو اسی مناسبت سے شہید کہا جاتا ہے، کہ اس نے اپنی جان قربان کر کے دین کی حقانیت کی گواہی دی" ﴿11﴾
جنہیں اللہ جل و علا اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام کی صداقت کا اتنا پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں' اور اس سے بھی ان کی آتشِ محبت سرد نہیں ہوتی۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است
تو مگو کاندر جہاں یک بایزید بود و بس
ہر کہ واصل شد بجاناں بایزیدے دیگر است

حضرت بختیار کاکی اور قوال

حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی قدس سرہ فرماتے ہیں:
"حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ کا رب کی ذات میں فنا ہونے کا یہ عالم تھا کہ جب قوال اس شعر کا پہلا مصرعہ پڑھتے تو آپ جاں بحق ہو جاتے' جب دوسرا مصرعہ پڑھتے تو پہلی حالت میں زندہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ کئی بار ایسا ہوا۔ جب آپ کی زندگی کی گھڑیاں تمام ہوئیں تو خداوندِ قدوس کی قدرت سے قوالوں کے ذہن سے دوسرا مصرعہ اتر گیا اور وہ پہلے مصرعے کی رٹ لگاتے رہے اور خواجہ صاحب واصل بحق ہوئے۔ ﴿12﴾
تو جب یہ ہستیاں اس رفیع مقام پر فائز ہوتی ہیں تو گویا زبانِ حال سے کہتی ہیں کہ اے محبوب ﷺ تیرے وجہِ کریم کے دیدار نے وہ کیف اور لطف عطا کیا ہے اور ایسی مستی سے سرشار کیا ہے کہ ایک جان تو کیا اگر ہزار جانیں ہوں تو تیری ایک جھلک پر قربان کرتے چلے جائیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ترجمانی کا خوب حق ادا فرمایا ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

4.....الصالحین

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اَلصَّالِحُ هُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ صَالِحًا فِی اعْتِقَادِهٖ وَفِیْ عَمَلِهٖ﴿13﴾

"جو عقائد اور اعمال دونوں لحاظ سے صالح ہو"۔

یعنی جن کا ایمان توحیدِ باری تعالیٰ، حضور سید دوعالم ﷺ کی رسالت، قرآنِ کریم کی حقانیت اور دیگر ایمانیات پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال و اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرکِ جلی و خفی و اخفیٰ، حسد، کینہ، تکبر اور ہویٰ و ہوس غرضیکہ تمام اخلاقِ ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں۔

یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تو قرآنِ کریم اعلان فرماتا ہے کہ انبیائے کرام کے علاوہ صاحبِ صدق، صاحبِ شہادت اور صاحبِ صالحیت حضرات سب میرے انعام یافتہ بندے ہیں۔ تو نبی کے دامن سے لپٹ جاؤ یا نبی کے فیض کے حصول کے لئے کسی صدیق، کسی شہید یا کسی صالح کی بارگاہ میں آجاؤ۔ ان میں سے جس کسی کے دامن سے لپٹ جاؤ گے تو وہی راہ میری اور میرے محبوبِ کریم ﷺ کی راہ ہے کیونکہ ان کی راہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کی راہ سے جدا نہیں۔

مرشدِ کامل کی دینی ضرورت کے بارے میں قرآنِ کریم کی اس آیت طیبہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ قرآنِ کریم ارشاد فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿14﴾

"تو اے لوگو اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں"۔

یعنی اگر تمہیں کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اہلِ ذکر کی بارگاہ میں آ کر اپنے دامن طلب کو بھر لیا کرو کیونکہ ان صلحاء اور اتقیاء کی صحبت اور فیضانِ نظر کے بغیر دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں کے اثر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دین کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں آتا کیونکہ کتابیں تو صرف راستہ دکھاتی ہیں۔ لیکن دین کی اصل روح اور حقیقت کتابوں سے نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقرب بندے کی صحبتِ اثر بار سے نصیب ہوتی ہے۔

اگر انسان ذرا غور کرے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ قرآنِ کریم نے فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ فرمایا ہے' فَسْئَلُوْا اَهْلَ الْعِلْمِ نہیں فرمایا کہ علم والوں سے پوچھ لو' کیونکہ علم والے تو خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے۔ جب کہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل دل ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر مرتسم ہوتا ہے۔

اس کی تائید ایک دوسری آیتِ کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔ ربِ قدوس نے فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿15﴾

"وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ"۔

یعنی وہ ذات سراسر پیکرِ رحمت ہے' لیکن اس کی خبر لینی ہو تو کسی باخبر سے پوچھ۔ اگر اس کے آداب سے شناسا ہونا چاہتے ہو اور اس کے وصال کی راہ اور معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اسی سے پوچھو جس کو اس کی بارگاہ کا قرب نصیب ہوا ہو۔ اور اس کے وصال کی دولت سے بہرہ ور ہو۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے پوچھو یہ جاہل مشرک اسے کیا جانیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اپنی شئون و کمالات کا جاننے والا اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں' جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی ان سے پوچھے"۔ ﴿16﴾

عطائے رسول ﷺ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تمام غیب کے خزانے عطا فرمادیئے ہیں اور آپ کے واسطہ سے آپ کے غلاموں کو بھی عطا فرمادیئے ہیں۔ مثال کے طور پر حضور نبی رحمت ﷺ کے علمِ خداداد میں سے حروفِ مقطعات کا علم ہے جس کے بارے میں صاحبِ روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فَلَا يَعْرِفُهٗ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا الْاَوْلِيَاءَ الْوَرَثَةَ فَهُمْ يَعْرِفُوْنَهٗ مِنْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ وَقَدْ تَنْطِقُ لَهُمُ الْحُرُوْفُ كَمَا كَانَتْ تَنْطِقُ لِمَنْ سَبَّحَ فِيْ كَفِّهِ الْحَصٰى وَ كَلَّمَهُ الضَّبُّ وَ الظَّبْيُ ﷺ ﴿17﴾

"ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم ﷺ جانتے ہیں اور اولیائے کاملین کو یہ علم بارگاہِ رسالت سے عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف خود اپنے اسرار کو اولیائے کرام سے بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ حروف اس ذات پاک ﷺ سے گویا تھے جن کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔ اور گوہ اور ہرنی نے کلام کیا تھا"۔

تو مرشدِ کامل کی نگاہِ فیض اور صحبتِ اثر بار کے بغیر دین کی اصل روح کی سمجھ اور آشنائی میسر نہیں آسکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے قرآن نازل ہوا اور انہوں نے اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تک پڑھا اور اس کے احکامات کو حضور سید عالم ﷺ کی زبانِ فیض ترجمان سے سنا اور سمجھا' لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود نماز پڑھنے کا کامل

طریقہ میسر نہ آسکا۔ انہوں نے بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں عرض کی کہ سب کچھ سنا اور پڑھا لیکن نماز کا کامل طریقہ پڑھنے اور سننے سے میسر نہ آسکا 'کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ ﴿18﴾

"جس طرح میں پڑھتا ہوں اسی طرح مجھے دیکھ کر پڑھ لیا کرو"۔

اس حدیث پاک سے اشارۃ النص کے ذریعے معلوم ہوا کہ دین فقط قیل و قال سے نہیں' صاحبِ حال کے حال کو دیکھنے سے آتا ہے۔ تو حضور سید دو عالم ﷺ نے اسی لئے سننے اور پڑھنے کی تعلیم ہی نہیں دی۔ بلکہ حال کو دیکھنے کی تعلیم فرمائی۔

اب معاملہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے احکامات بتمامہا ہم تک پہنچ گئے اور حضور سید دو عالم ﷺ کی سنت اور حدیث کا بیان بھی صحابہ کرام نے ہم تک روایات کے ذریعے پہنچا دیا۔ تو قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم اور سنتِ رسول کے ہوتے ہوئے ہمیں مرشدِ کامل کی ضرورت کیوں ہے؟۔

تو جاننا چاہئے کہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ وہ ذات لوگوں کو ہدایت صرف تعلیمات کے بیان کرنے سے نہیں دیتی' بلکہ کامل شخصیتوں کو بھیج کر ان کے اعمال واحوال دکھا کر عطا کرتی ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محبوبِ رب العالمین ﷺ تک جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور وہ کتب و صحائفِ سماویہ جو انبیاء کو عطا کئے گئے' اگر ربِ قدوس چاہتا تو انبیاء علیہم السلام کی بجائے براہ راست بندوں کی طرف بھیج دیتا' توحید اور ہدایت کی جملہ کلیات و جزئیات سے آگاہ فرما دیتا۔

لیکن اللہ جل و علا نے ایسا نہ کیا بلکہ کامل شخصیتوں کو لوگوں کے اندر مبعوث فرمایا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ماہ و سال ان کے اندر بسر فرمائے۔ زبان سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بیان فرمایا اور اپنے عمل سے اس کی توضیح و تشریح فرمائی۔ اور منشاءِ ایزدی کے مطابق اپنے اعمال واحوال کو لوگوں کے سامنے رکھا۔ اگر حضور سید دو عالم ﷺ چاہتے تو اپنی تعلیمات واحکامات کی کروڑہا کاپیاں اور نقلیں کروا کے اطراف واکناف عالم میں تقسیم کروا دیتے اور حکم فرماتے یہ قرآن ہے' یہ میری سنت اور یہ میری بیان کردہ تفصیلات۔

انہیں پڑھو، سمجھو اور ان پر عمل کرو۔

لیکن آقائے کل جہاں ﷺ نے ایسا ہرگز نہ کیا' صرف قرآن کریم کو بھی کتابی صورت میں مرتب نہ فرمایا۔ اور نہ ہی احادیثِ مبارکہ کے مجموعے اطراف عالم میں بھیجے۔ بلکہ شخصیات کو تیار فرمایا۔ اپنی صحبتِ اثر بار سے صدیق' فاروق' عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم خلافت کا امین بنایا۔ عبادلہ اربعہ میں سے کسی کو مفسر قرآن' کسی کو محدث' کسی کو قاریٔ قرآن اور کسی کو فقیہ بنایا۔ سلمان و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر صبغۃ اللہ کا نورانی رنگ چڑھایا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اپنے غلاموں کو تیار کر کے اطراف عرب میں بھیجا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملوکیت کا ڈھنگ عطا کیا اور فرمایا لوگو! اس قرآن کو پڑھو اور میری سنت کا مطالعہ کرو' اور اس کے فہم اور حقائق سے آگہی حاصل کرنے کے لئے ان کے حال کو دیکھو تو پھر قرآن و سنت کو سمجھو۔

تو جس طرح حضور نبی رحمت ﷺ کے عمل کو دیکھے بغیر صحابہ کرام کو قرآن سمجھ نہیں آسکتا تھا' اسی طرح اب صحابہ کرام کے عمل کو دیکھے بغیر تابعینِ عظام کو قرآن کا فہم کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔

صحابہ کرام آقائے دوعالم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھے۔ قرآنِ مجید ان کے پاس آگیا' اور سنت' عمل کے طور پر ان کے سامنے موجود تھی۔ تو سنت' ان کے لئے علم نہیں' بلکہ عمل کا مشاہدہ تھا۔ تو آقائے نامدار ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جنہوں نے اس نورانی روئے زیبا کا دیدار نہ کیا' ان کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے جس طرح قرآن علم ہے اسی طرح حدیث بھی علم ہے' عمل نہیں' شفیعِ عاصیاں ﷺ کی سنت متشکل شکل میں موجود نہیں۔

اب ان کامل ہستیوں کی ضرورت تھی جو قرآن و سنت کا عملی نمونہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ تو حضور سید العالمین ﷺ نے صحابہ کو تیار کیا۔ صحابہ کرام نے تابعین کو' انہوں نے تبع تابعین کو تیار کیا۔ علیٰ ھذا القیاس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کامل شخصیات نسلاً بعد نسلٍ قرآن و سنت کے علم کو عملی جامہ پہنا کر امتِ مرحومہ کے سامنے

پیش کرتی رہیں اور کرتی رہیں گی۔

جب تک قرآن و سنت کا علم ہمارے سامنے رہے گا اور کامل شخصیتوں کا عمل اور ان کا حال ہماری آنکھوں کے سامنے نہ آئے گا تو اس وقت تک نہ قرآنی مفاہیم و مطالب سے صحیح طور پر آشنائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی سنت رسول کا صحیح ڈھب ہمیں نصیب ہو سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب تک کامل نمونہ نظروں کے سامنے نہ ہو، علم پر عمل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ آیئے ان بزرگ اور برگزیدہ ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں جو علم کے بحر ذخار تھے، اور انہوں نے علم کی کوئی حد نہ چھوڑی تھی۔ لیکن محض علم کے بل بوتے پر حق تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ جب تک کہ کامل نمونہ ان کی زندگی میں نہ آیا تھا۔

امام غزالی اور تلاشِ حق

حجۃ الاسلام والمسلمین امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے قرآن فہمی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ قرآن، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور علم کلام الغرض دنیا کے تمام علوم کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ آپ نظامیہ یونیورسٹی بغداد شریف کے وائس چانسلر تھے۔ اطراف و اکناف عالم سے تشنگانِ علم اپنی علمی تشنگی مٹانے کے لئے آپ کے قدموں میں کشاں کشاں حاضر ہوتے اور علم کے سمندر سے سیراب ہو کر اکنافِ عالم میں خدمت دین کے لئے پھیل جاتے۔

لیکن وہی امام غزالی فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، علم اور فن کی دنیا میں مَیں شہسوار تھا، لیکن حق کا پھر بھی طلب گار تھا۔ میں ہر فن کے ماہرین کے پاس گیا کہ کہیں سے حقیقت میسر آجائے لیکن کہیں سے بھی ساحلِ مراد تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ بالآخر میں صوفیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دو سال تک تصوف پڑھا۔ بالآخر تصوف پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ تصوف علم نہیں، سراسر عمل کا نام ہے۔ اور حق، حقیقت میں اسی درِ فیض بار سے ہی میسر آ سکتا ہے۔ اور حقیقت کو پانے کے لئے عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور عمل کی دنیا میں قدم رکھنے کے لئے کسی سرپرست اور مرشدِ کامل کا ہونا ضروری ہے۔

یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

الغرض امام غزالی وقت کے امام ہو کر ایک مردِ قلندر کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے ہیں اور پھر ان کی صحبت سے شاد کام ہونے کے بعد گیارہ سال تک خلوت نشین ہو جاتے ہیں اور طریقت و معرفت کے جملہ مراحل طے کر کے بالآخر اپنا فیصلہ ثبت فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

وَانْكَشَفَ لِيْ فِيْ اِثْنَاءِ هٰذِهِ الْخَلْوَةِ اُمُوْرٌ لَا يُمْكِنُ اِحْصَاؤُهَا وَاسْتِقْصَاؤُهَا وَالْقَلَدُ الَّذِيْ اَذْكُرُهُ لِيُنْتَفَعَ بِهٖ اَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ يَقِيْنًا اَنَّ الصُّوْفِيَةَ هُمُ السَّالِكُوْنَ بِطَرِيْقِ اللّٰهِ خَاصَّةً وَ اَنَّ سِيْرَتَهُمْ اَحْسَنُ السِّيَرِ وَطَرِيْقَهُمْ اَصْوَبُ الطَّرِيْقِ وَاَخْلَاقَهُمْ اَزْكَى الْاَخْلَاقِ بَلْ لَوْ جُمِعَ عَقْلُ الْعُقَلَاءِ وَحِكْمَةُ الْحُكَمَاءِ وَعِلْمُ الْوَاقِفِيْنَ عَلٰى اَسْرَارِ الشَّرْعِ مِنَ الْعُلَمَاءِ لِيُغَيِّرُوْا شَيْئًا مِّنْ سِيَرِهِمْ وَاَخْلَاقِهِمْ وَيُبَدِّلُوْهُ بِمَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ لَنْ يَّجِدُوْا اِلَيْهِ سَبِيْلًا فَاِنَّ جَمِيْعَ حَرَكَاتِهِمْ وَسَكَنَاتِهِمْ فِيْ ظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ مُقْتَبَسَةٌ مِّنْ نُّوْرِ مِشْكٰوةِ النُّبُوَّةِ وَلَيْسَ وَرَاءَ النُّبُوَّةِ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ نُوْرٌ يُّسْتَضَاءُ بِهَا (19)

"اس پُر مشقت خلوت نشینی کے دوران مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا' جس کا بیان احاطہ سے وراء ہے۔ صرف نفع کے کے لئے چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیائے کرام کا گروہ ایسا گروہ ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی راہ پر گامزن ہے۔ ان کی سیرت جملہ سیرتوں سے بہتر ہے۔ ان کا راستہ صحیح ترین راستہ ہے۔ ان کا اخلاق سب سے اچھا اخلاق ہے۔ اگر تمام عقل مندوں کی عقول کو' تمام حکماء کی حکمتوں کو جمع کر لیا جائے اور تمام اسرار شریعت سے آگاہی رکھنے والے علماء کے علم کو اکٹھا کر لیا جائے تاکہ وہ صوفیاء کی سیرت و اخلاق کو تبدیل کر سکیں اور ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر نمونہ پیش کر سکیں تو ایسا کرنا محال

ہے۔ کیوں کہ ان کے ظاہر و باطن کی جملہ حرکات و سکنات سینۂ مصطفیٰ ﷺ سے مستفیض ہیں۔ اور اس کائنات میں نورِ نبوتِ محمدی ﷺ سے بہتر کوئی اور نور ہے ہی نہیں۔ جس سے اکتساب فیض کیا جاسکے"۔

جانِ جاناں ﷺ کا بیداری میں دیدار ممکن ہے

تو وہ حضرات اور نفوسِ قدسیہ جن کا تعلق گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ سے منسلک ہو' وہ مسائل کو کتابوں سے اخذ نہیں کرتے' بلکہ اپنے راستے سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذات کو براہِ راست دیکھ کر متعین کرتے ہیں۔ اور عالم بیداری میں سرکار ابد قرار ﷺ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ کے اس فتویٰ کی تصدیق کے لئے چند امثلہ بطور نمونہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

اندازِ بیاں گرچہ میرا بہت شوخ نہیں
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

شیخ ابوالعباس قسطلانی کا بیداری میں دیدار کرنا

در آمد شیخ ابوالعباس قسطلانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بر آں حضرت (ﷺ) پس دعا کرد آں حضرت اور افرمود اَخَذَ اللّٰهُ بِيَدِكَ يَا اَحْمَدُ ﴿20﴾

"حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حضرت ابوالعباس قسطلانی علیہ الرحمہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا "اے احمد! اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کو تھامے"۔

سیدنا غوث اعظم کا عالمِ بیداری میں دیدار کرنا

حضرت شیخ ابوالعباس احمد علیہ الرحمہ اپنے والدِ محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والدِ گرامی نے فرمایا:

حَضَرْتُ مَجْلِسَ شَيْخِنَا الشَّيْخ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِالْقَادِرِ الْجِيْلِىْ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَنَةَ خَمْسٍ وَّسِتِّ مِائَةٍ وَّكَانَ فِى الْمَجْلِسِ يَوْمَئِذٍ نَّحْوُ

عَشَرَةِ آلَافِ رَجُلٍ وَّكَانَ الشَّيْخُ عَلِيُّ ابْنُ الْهِيْتِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا تِجَاهَ الشَّيْخِ تَحْتَ دَكَّةِ الْمُقْرِئْ فَاَخَذَتْهُ سِنَةٌ فَقَالَ الشَّيْخُ لِلنَّاسِ اسْكُتُوْا فَسَكَتُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ اِنَّهُ لَا يُسْمَعُ مِنْهُمْ اِلَّا اَنْفَاسُهُمْ ثُمَّ نَزَلَ مِنْ اَعْلَى الْكُرْسِيِّ وَوَقَفَ بَيْنَ الشَّيْخِ مُتَاَدِّبًا وَّجَعَلَ يَحْدِقُ اِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ الشَّيْخُ عَلِيُّ ابْنُ الْهِيْتِيْ فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ اَرَاَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ لِاَجْلِهٖ تَاَدَّبْتُ قَالَ فَمَا اَوْصَاكَ قَالَ بِمُلَازَمَتِكَ قَالَ فَسُئِلَ الشَّيْخُ عَلِيٌّ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِ الشَّيْخِ "مِنْ اَجْلِهٖ تَاَدَّبْتُ" قَالَ الَّذِيْ رَاَيْتُهٗ ﷺ فِي الْمَنَامِ رَاٰهُ هُوَ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ قَالَ وَمَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ سَبْعَةُ رِجَالٍ مِنْهُمْ مَنْ مَّاتَ فِيْ مَكَانِهٖ فِي الْمَجْلِسِ وَمِنْهُمْ مَّنْ حُمِلَ اِلٰى دَارٍ مُغْشِيًّا عَلَيْهِ ثُمَّ مَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ ﴿21﴾

"میں ۵۰۶ھ میں اپنے شیخ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس دن آپ کی بارگاہ میں دس ہزار افراد کا جم غفیر تھا۔ اس مجلس میں شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ کے سامنے کرسی کے نیچے تشریف فرما تھے۔ انہیں نیند نے آلیا تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ تمام لوگ خاموش ہوگئے حتیٰ کہ سوائے سانسوں کے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ پھر آپ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی بن ہیتی (قدس سرہ) کے سامنے باادب کھڑے ہوگئے اور ان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب شیخ علی بن ہیتی بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا تو نے حضور سید العالمین ﷺ کو خواب میں دیکھا؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا اسی لئے میں باادب کھڑا رہا۔ پھر فرمایا آپ ﷺ نے تجھے کیا وصیت فرمائی؟ تو انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے آپ کی ملازمت کا حکم فرمایا ہے۔ راوی نے شیخ علی بن ہیتی سے شیخ کے اس قول "اسی لئے میں نے ادب اختیار کیا' کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ جس ہستی ﷺ کو میں نے خواب میں

دیکھا اس ہستی ﷺ کی آپ نے عالم بیداری میں زیارت فرمائی۔ راوی نے کہا کہ اس دن آپ کی مجلس میں سات آدمی انتقال کر گئے۔ اور بعض کو بے ہوشی کی حالت میں ان کے گھر کی طرف اٹھا کر لایا گیا جو اسی دن انتقال کر گئے"۔

ایک فقیہ کو عالم بیداری میں دیدار کرانا

خاتم المحدثین شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی سے کسی نے سوال کیا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے ساتھ اجتماع اور آپ ﷺ سے فوائد حاصل کرنا ممکن ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

نَعَمْ يُمْكِنُ ذٰلِكَ فَقَدْ صَرَّحَ بِاَنْ ذٰلِكَ مِنْ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ الْغَزَالِىْ وَالْبَارْزِىْ وَالتَّاجُ السُّبْكِىْ وَالْعَضِيْفُ الْيَافِعِىْ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْقُرْطَبِىْ وَابْنُ اَبِىْ جَمْرَةَ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ وَقَدْ حُكِىَ عَنْ بَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ اَنَّهٗ حَضَرَ مَجْلِسَ فَقِيْهٍ فَرَوٰى ذٰلِكَ الْفَقِيْهُ حَدِيْثًا فَقَالَ لَهُ الْوَلِىُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ بَاطِلٌ قَالَ وَمِنْ اَيْنَ لَكَ هٰذَا قَالَ هٰذَا النَّبِىُّ ﷺ وَاقِفٌ عَلٰى رَاْسِكَ يَقُوْلُ اِنِّىْ لَمْ اَقُلْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَ كُشِفَ لِلْفَقِيْهِ فَرَاٰهُ ﷺ ﴿22﴾

"ہاں یہ اجتماع ممکن ہے تحقیق تصریح فرمائی کہ یہ کرامات اولیاء سے ہے' امام غزالی' بارزی' تاج السبکی' امام یافعی' امام قرطبی اور ابن ابی جمرہ رحمھم اللہ تعالیٰ نے۔ بعض اولیاء سے حکایت ہے کہ وہ ایک فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو فقیہ نے ایک حدیث روایت کی۔ تو ولی نے ان سے کہا یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے عرض کی آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ تو ولی نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ یہ تیرے سر کے اوپر تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث بیان نہیں فرمائی۔ فقیہ کو بھی کشف ہوا اور اس نے بھی حضور سید عالم ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا"۔

امام جلال الدین سیوطی کا دیدار کرنا

انور شاہ کشمیری اپنی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

وَيُمْكِنُ رُؤْيَتُهُ ﷺ يَقْظَةً لِمَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ كَمَا نُقِلَ عَنِ السُّيُوْطِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَ كَانَ زَاهِدًا مُتَشَدِّدًا فِي الْكَلَامِ عَلٰى بَعْضِ مُعَاصِرِيْهِ مِمَّنْ لَهٗ شَانٌ) اَنَّهٗ رَاٰهُ ﷺ اِثْنَيْنِ وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً وَسَاَلَهٗ عَنْ اَحَادِيْثَ ثُمَّ صَحَّحَهَا بَعْدَ تَصْحِيْحِهٖ ﷺ وَكَتَبَ اِلَيْهِ الشَّاذْلِيْ يَسْتَشْفِعُ بِهٖ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ اِلٰى سُلْطَانِ الْوَقْتِ وَكَانَ يُوَقِّرُهٗ فَاَبَى السُّيُوْطِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّشْفَعَ لَهٗ وَقَالَ اِنِّيْ لَا اَفْعَلُ وَذٰلِكَ لِاَنَّ فِيْهِ ضَرَرُ نَفْسِيْ وَضَرَرُ الْاُمَّةِ لِاَنِّيْ زُرْتُهٗ ﷺ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا اَعْرِفُ فِيْ نَفْسِيْ اَمْرًا غَيْرَ اَنِّيْ لَا اَذْهَبُ اِلٰى بَابِ الْمُلُوْكِ فَلَوْ فَعَلْتُ اَمْكَنَ اَنْ اُحْرَمَ مِنْ زِيَارَتِهِ الْمُبَارَكَةِ فَاَنَا اَرْضٰى بِضَرَرِكَ الْيَسِيْرِ مِنْ ضَرَرِ الْاُمَّةِ الْكَثِيْرِ ﴿23﴾

"جسے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے حضور سید عالم ﷺ کی حالت بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے نقل ہے (وہ پرہیزگار اور اپنے بعض ہم عصروں پر گفتگو میں نہایت سخت تھے' جو کہ آپ ہی کا طرۂ امتیاز تھا) آپ نے حالتِ بیداری میں آپ ﷺ کا بائیس مرتبہ دیدار فرمایا۔ اور آپ سے احادیث کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر آپ ﷺ کی تصحیح فرمانے کے بعد آپ نے ان کو درست کیا۔ شاذلی نے سلطان وقت سے کسی بات کی سفارش کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کی کیونکہ سلطانِ وقت آپ کی تعظیم و توقیر کیا کرتا تھا۔ لیکن امام سیوطی نے سفارش کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا کیونکہ اس کام میں میرے لئے اور پوری امت کے لئے نقصان اور تکلیف ہے کیونکہ میں نے آپ ﷺ کا کئی مرتبہ دیدار کیا ہے۔ اور میں اپنے بارے میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ میں بادشاہ وقت کے دروازے پر ہرگز نہیں جاؤں گا۔

اگر میں ایسا کروں تو ممکن ہے کہ میں آپ ﷺ کی زیارتِ مبارکہ سے محروم ہو جاؤں اور میں تمہارے تھوڑے نقصان پر راضی ہوں لیکن امت کے کثیر نقصان پر راضی نہیں ہوں"۔

امام شعرانی کا دیدار کرنا

یہی انور شاہ کشمیری تحریر کرتے ہیں:

وَالشُّعْرَانِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَیْضًا كَتَبَ اَنَّهٗ رَاٰهُ ﷺ وَقَرَأَ عَلَیْهِ الْبُخَارِیَ فِیْ ثَمَانِیَةِ رُفْقَةٍ مَّعَهٗ ثُمَّ سَمَّاهُمْ وَكَانَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ حَنَفِیًّا وَّكَتَبَ الدُّعَاءَ الَّذِیْ قَرَاَهٗ عِنْدَ خَتْمِهٖ فَالرُّؤْیَةُ یَقْظَةً مُتَحَقِّقَةٌ وَاِنْكَارُهَا جَهْلٌ ﴿24﴾

"اور امام شعرانی علیہ الرحمہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے حضور سید عالم ﷺ کے دیدار کی سعادت حاصل کی اور آپ ﷺ کے سامنے اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت آپ کو بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر ان کے نام بھی بتائے۔ ان میں سے ایک حنفی بھی تھا۔ اور وہ دعا بھی لکھی جو انہوں نے بخاری شریف کے ختم پر مانگی تھی۔ پس بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت کرنا تحقیقی طور پر ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا سب سے بڑی جہالت ہے"۔

شیخ ابوالعباس مرسی کا دیدار کرنا

قَالَ تَاجُ الدِّیْنِ بْنُ عَطَاءِ اللّٰهِ فِیْ لَطَائِفِ الْمِنَنِ قَالَ رَجُلٌ لِّلشَّیْخِ اَبِی الْعَبَّاسِ الْمَرْسِیْ صَافِحْنِیْ بِكَفِّكَ هٰذِهٖ فَاِنَّكَ لَقِیْتَ رِجَالًا وَّبِلَادًا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا صَافَحْتُ بِكَفِّیْ هٰذِهٖ اِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَقَالَ الشَّیْخُ لَوْ حُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَرْفَةَ عَیْنٍ مَّا عَدَدْتُّ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿25﴾

"حضرت تاج الدین بن عطاء اللہ علیہ الرحمہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں کہ

ایک شخص نے حضرت ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ حضرت! آپ اپنے اس مبارک ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ فرمائیے تو آپ نے فرمایا قسم بخدا سوائے حضور سید عالم ﷺ کے میں نے کسی کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا اور اگر جمالِ جانِ جاناں ﷺ کی زیارت چشم زدن کی مقدار مجھ سے پوشیدہ ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کرتا"۔

تو معلوم ہوا کہ یہ وہ اولیاء اور صلحاء ہیں جن کا علم کتابی نہیں' بلکہ ان کا علم سرکار دوعالم ﷺ کی صحبتِ مبارکہ سے ہے چونکہ ان کے قلب کا تعلق کسی غیر سے نہیں بلکہ براہِ راست حضور نبی رحمت ﷺ سے ہوتا ہے۔ پھر حجابات مرتفع کر دیئے جاتے ہیں۔ اور فرشتے اور انبیاء علیہم السلام کی روحیں بھی ان کے پاس آتی ہیں۔ جیسا کہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فِیْ کِتَابِ الْمُنْقِذِ مِنَ الضَّلَالَةِ لِحُجَّةِ الْاِسْلَامِ بَعْدَ مَدْحِ الصُّوْفِیَّةِ وَبَیَانِ اَنَّهُمْ خَیْرُ الْخَلْقِ حَتّٰی اَنَّهُمْ فِیْ یَقْظَتِهِمْ یُشَاهِدُوْنَ الْمَلٰٓئِکَةَ وَاَرْوَاحَ الْاَنْبِیَاءِ وَیَسْمَعُوْنَ مِنْهُمْ اَصْوَاتًا وَّیَقْتَبِسُوْنَ مِنْهُمْ فَوَائِدَ ﴿26﴾

"حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں 'بعد مدح صوفیہ اور اس کے کہ وہ بہترین مخلوق ہیں' لکھا ہے کہ یہ حضرات بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں"۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب ان پر تمام حقائق آشکار کر دیئے جاتے ہیں تو اسی لئے ان کا بتایا ہوا راستہ ہی صراط مستقیم کہلاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآنِ کریم ان کی راہ چلنے کو صراطِ مستقیم قرار دے رہا ہے۔

ہرگز نہ شوی شیر بیابانِ طریقت
تا سگ شدہ در کوچہ و بازار نہ گردی

"تو طریقت کے بیابان کا اس وقت تک شیر نہیں ہو سکتا، جب تک کتا ہو کر شہر جاناں کے

کوچہ وبازار میں چکر نہ لگائے۔"

ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علی فرماتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے
شمع خود را ہمچو رومی برفروز
روم را در آتشِ تبریز سوز

الغرض بیعتِ مرشد' راہ نمائے طریقت اور منزل رسائے حقیقت ہے۔ علم کے بعد عمل میں ضیاء اور قلب و باطن میں انوار' بیعت کے بعد ہی ممکن ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مرد کامل سے نسبت استوار کیے بغیر دین کی اصل روح کا فہم صحیح طور پر آشکار نہیں ہوتا۔ اگر دین کی صحیح روح سے شناسائی نہ ہو تو قدم قدم پر بہک جانے اور گمراہ ہونے کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ دین کی سمجھ محض کتابیں پڑھنے اور پڑھانے سے میسر نہیں آتی بلکہ یہ دولتِ لازوال مردِ کامل کی صحبتِ اثر بار سے نصیب ہوتی ہے۔

باب نمبر2

مرشد کامل کی علمی واعتقادی ضرورت

مرشدِ کامل سے اگر نسبت ہو تو گمراہی اور بہک جانے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نسبت نہ ہو تو شیطان اس کو راہِ راست سے بھکا دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے اور مردِ مومن کے ایمان پر ڈاکہ زنی کرتا ہے۔ جب شیطان لعین کو آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار پر دھتکار دیا گیا' تو اس نے قسم کھائی۔ جس کو قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿27﴾

"بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا"۔

دوسری جگہ فرمایا:

قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿28﴾

"بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا"۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان

حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ کیا اہلِ فنا کو بھی شیطان ورغلا سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

"شیطان نے حضرت آدم و حوا علیہا السلام کو گندم کا دانہ کھلایا اور اس وجہ سے بہشت سے نکلنا پڑا کہ رب کریم نے فرمایا:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ﴿29﴾

"اے آدم کی اولاد خبر دار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا"۔

اس کے بعد حضرت ہابیل اور قابیل میں جھگڑا کھڑا کر دیا حتیٰ کہ قابیل نے حضرت ہابیل کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں ہام' سام اور یافث کو آپس میں لڑا دیا۔ جب نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ کے کنارے اتری تو یافث چین کے علاقوں میں چلا گیا۔ وہاں ایک پہاڑ پر اس نے ایک پتھر پر پتھر مارا جس سے آگ کا شعلہ نکلا اور اس نے شیطان کے بہکانے پر کہا کہ یہ شعلہ میرا خدا ہے۔ پھر اپنے تمام متعلقین کو اس کی پرستش کا حکم دیا اور ابھی تک آتش پرستی کا طریقہ جاری ہے۔

جب حضرت آدم و حوا علیہا السلام نے زمین پر اتر کر اپنا ٹھکانا بنایا تو ایک دن شیطان مائی حوا علیہا السلام کے پاس آیا اور اپنا بچہ وہاں چھوڑ کر خود چلا گیا۔ جب آدم علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا یہ بچہ کس کا ہے؟ حوا نے کہا ابلیس اپنے بچے کو میرے پاس چھوڑ گیا ہے۔ آدم علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر اسے ہلاک کر دیا اور زمین میں دفن کر دیا۔ جب ابلیس نے آ کر پوچھا کہ میرا بچہ کہاں ہے؟ تو حوا نے کہا آدم علیہ السلام نے اسے مار کر دفن کر دیا ہے۔ شیطان نے کہا اے خناس! حاضر ہو' وہ اسی وقت حاضر ہو گیا۔ شیطان اسے پھر سپرد کر کے چلا آیا۔ آدم علیہ السلام دوبارہ آئے تو انہوں نے کہا اسے تم نے اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے؟ حوا علیہا السلام نے کہا اس میں میرا کچھ دخل نہیں' وہ زبردستی میرے پاس چھوڑ گیا ہے۔ آدم علیہ السلام نے اسے ذبح کیا اور ذرہ ذرہ کر کے مختلف پہاڑوں پر

پھینک دیا۔

جب ابلیس آیا اس نے پھر کہا اے خناس حاضر ہو' بچہ جھٹ پٹ حاضر ہو گیا۔ شیطان پھر اسے حوا کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔ آدم علیہ السلام نے پھر اسے دیکھا تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ ابلیس نے پھر آواز دی' اے خناس! حاضر ہو وہ پھر حاضر ہو گیا۔ شیطان اسے حوا کے حوالے کر کے چلا گیا۔

جب آدم علیہ السلام آئے تو انہوں نے کہا اے حوا! میں نے اس بچے سے پیچھا چھڑانے کے لئے تمام حربے استعمال کئے مگر کوئی بھی کارگر نہ ہوا' اب مجھے ایک تجویز سوجھی ہے کہ اسے دیگچے میں پکا کر ہم کھالیں۔ انہوں نے اسی طرح کیا جب شیطان نے آ کر آواز دی کہ اے خناس! حاضر ہو تو اس نے دونوں صاحبان کے اندرون سے جواب دیا میں حاضر ہوں' شیطان نے کہا اسی جگہ رہ' کیونکہ میری خواہش بھی یہی تھی۔ ﴿30﴾

اور اس بات پر حضور سید عالم ﷺ کا فرمانِ مقدس بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ قَالَ وَمِنِّىْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِىْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ ﴿31﴾

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ مغیبات میں مت گھسو۔ کیونکہ شیطان تمہارے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ ہم نے عرض کی کہ کیا آپ میں بھی' فرمایا ہاں' لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی' حتی کہ وہ مسلمان ہو گیا"۔

اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَآءَ فَرَاٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَائِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ مَالِىْ لَا يُغَارُ مِثْلِىْ عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقَدْ جَآءَ كِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَمَعِىْ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَ

كُلِّ اِنْسَانٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنَّ رَبِّیْ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ حَتّٰی اَسْلَمَ﴿32﴾

"حضور سید عالم ﷺ کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ ان کے پاس سے اٹھ گئے۔ مجھے اس پر غیرت آئی۔ پس آپ ﷺ آئے اور دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا بات ہے؟ کیا تم نے غیرت کی ہے؟ میں نے عرض کی: مجھ جیسی عورت کو آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں آنی چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا تھا؟ حضرت عائشہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں' لیکن اس کے مقابلے میں میرے رب نے میری مدد فرمائی' حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گیا"۔

شیطانی ہتھکنڈے

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان صراطِ مستقیم پر ڈیرے جما کر بیٹھا ہے اور اس جادۂ حق سے گزرنے والوں پر چہار اطراف سے حملہ آور ہوتا ہے اور ان کی متاعِ ایمان کو لوٹ کر انہیں وقود النار بنا دیتا ہے۔ اسی طرح دین کا علم رکھنے والوں کو کبھی عقیدۂ توحید اور کبھی عقیدۂ رسالت کے راستے سے گمراہی میں داخل کرتا ہے۔

ہر کسے بر خلقتِ خود می تند
مہ فشاند نور' سگ عو عو کند

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ اور مرزائی

لیکن جو پہلے ہی گمراہ ہو اسے گمراہ کرنے کی شیطان کو ضرورت نہیں ہوتی' بلکہ جو سیدھی راہ چلنے والے ہیں ان پر شیطان کا حملہ بہت زیادہ سخت ہوتا ہے۔ حضور ضیاء الامت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں ایک قادیانی آیا' جو پہلے مسلمان تھا۔ کہنے لگا: جب میں مسلمان تھا تو شیطان نماز کے اندر وسوسہ اندازی کیا کرتا تھا۔ لیکن جب سے مرزائی ہوا ہوں بڑے سکون سے نماز ادا کرتا ہوں۔ تو قبلہ حضور ضیاء الامت نے فرمایا کہ تیرے اندر وہ دولت ہی نہیں رہی' جسے لوٹنے کے لئے شیطان آیا کرتا تھا۔ کیونکہ چور کبھی خالی گھر میں داخل نہیں ہوتا' بلکہ جہاں قیمتی سامان پڑا ہو وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے۔ شیطان وہیں آتا ہے جہاں دولتِ ایمان موجود ہو' تاکہ اس دولتِ لازوال کو لوٹ کر لے جائے اور تمہیں جہنم کا ایندھن بنا دے۔

لیکن شیطان کو اپنے اس دعویٰ کے باوجود ایک بات یہ بھی کہنا پڑی' کہنے لگا:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿33﴾

"مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں"۔

یعنی وہ نابغہ روزگار ہستیاں جنہوں نے اپنے نفس کو خواہشاتِ نفسانی کی آلودگیوں سے پاک رکھا اور انہیں "عباد الرحمٰن" کا عظیم لقب عطا ہوا ان پر شیطان کا حملہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ عشق کی منزل کے راہی کو شیطان لاکھ بہکاوے' قادر کے بندے اس کے بہکاوے میں نہیں آتے۔ وہ اپنے محبوب کی ذات میں ہی مست رہتے ہیں۔

جس طرح کوئی شخص خطرناک جنگل میں سفر کرے تو ڈاکو اس کا متاعِ زیست غصب کر لیتے ہیں۔ لیکن قافلے کے ساتھ سفر کرنے سے اس کے جنگل میں لٹ جانے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جب کوئی اکیلا بارگاہِ ایزدی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے جس پر شیطان لعین ڈیرے جما کر بیٹھا ہے۔ تو وہ اس کے سرمایۂ ایمان کو لوٹ لیتا ہے۔

اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ اے میرے بندو! اگر میری بارگاہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو پھر اس قافلے کے ساتھ آنا جس پر اس ازلی دشمن کا حملہ کارگر نہ ہو۔ تو وہ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صلحاء کا قافلہ ہے' جو صبح و شام اس راستے پر گامزن رہتا ہے۔ اگر ان سے نسبت قائم کرلو گے تو پھر شیطان تمہارے ایمان پر ڈاکہ نہیں ڈال سکے گا۔

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

ورنہ یہی قرآن ہے بہت سے قاریٔ قرآن بھی غلط معانی کی بنا پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی قرآن کریم کی تمثیلات' حکایات اور تعلیمات ہیں' جن سے بے شمار لوگ گمراہی کے قعر مذلت میں جا گرتے ہیں اور بعض منزل ہدایت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ تو جب من کی اصلاح نہ ہونے کے باعث بعض گمراہی پا رہے ہیں تو پھر کون سی راہ ہے کہ انسان قرآن پڑھے تو سوائے ہدایت کے کوئی خدشہ نہ رہے۔ تو کریم رب نے رہنمائی فرما دی:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿34﴾

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے"۔

تو انہیں ہی قرآن صلحاء کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ضمانت عطا کر رکھی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے لئے ہدایت کی ضمانت نہیں۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴿35﴾

"تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے"۔

جان بجاناں دہ' وگرنہ از بستاند اجل
فیصلہ بر تست اے دل! ایں بکن یا آں بکن

اسی قرآن کو پڑھ کر کتنے ہی مفسر' محدث' فقہاء' فلاسفہ' اور منطقی گمراہ ہو گئے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ' جبریہ' قدریہ اور خوارج یہ سب قرآن پڑھتے

تھے۔ لیکن قرآن کریم سے انہیں ہدایت میسر نہ آئی۔ ہدایت تو تب میسر آتی جب کسی ہدایت کے سرچشمے سے خود کو منسلک کر کے ہدایت کا خود کو حق دار بنا لیتے۔

قرآن سراپا ہدایت

کیونکہ قرآن سراسر ہدایت اور بارانِ رحمت ہے۔ بارش زمین پر یکساں طور پر گرتی ہے۔ اگر زمین بن چکی ہو تو بارش کے گرنے سے وہاں سبزہ اگتا ہے۔ اگر زمین بنجر ہو تو کچھ نہیں اگتا اور اگر زمین میں گندگی ہو تو بارش کے گرنے سے بدبو اور تعفن جنم لیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم معارفِ الٰہیہ کی بارش ہے۔ اگر دل کی زمین بن چکی ہو تو قرآن پڑھنے سے ہدایت کے شجر ثمربار اگتے ہیں۔ اگر سینے کی زمین بنجر ہو تو قرآن پڑھنے کے باوجود کچھ نہیں اگتا۔ اور اگر سینے کی زمین غلط اور فاسد عقیدے کی وجہ سے تباہ حال ہو تو قرآنِ کریم پڑھ کر بھی تعصب اور گمراہی پیدا ہوتی ہے۔

گل توحید نروید بہ زمینے کہ دارد
خار شرک و حسد و کبر و ریا کین ست

اسی لئے فرمایا اے لوگو! ان چشموں سے منسلک ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ساری دنیا کو چھوڑ کر اسی کے ہو گئے ہیں اور وہ ان کا ہو گیا ہے۔ وہ گمراہی سے محفوظ و مامون کر دیئے گئے ہیں تاکہ تمہارے من سیراب ہو جائیں۔ تو پھر قرآن کھولو گے تو قرآن سے بھی ہدایت ملے گی حضور سید العالمین ﷺ کی سنت کا مطالعہ کرو گے تو وہاں بھی ہدایت کے سرچشمے نظر آئیں گے۔ ہر طرف سے تمہارے لئے ہدایت کے راستے کھول دیئے جائیں گے اور گمراہی کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں گے۔

امام فخر الدین رازی اور شیطان

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ بیعت کی غرض سے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت کے حصول کے بعد پھر ساری زندگی حاضری کا شرف نہ مل سکا۔ اس زمانہ میں امام رازی کے پایہ کا متبحر عالم موجود نہیں تھا۔ آپ

کو توحید خداوندی پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل تقریباً ۳۶۰ کی تعداد میں از بر تھے۔ انہوں نے ساری زندگی کفر والحاد کے خلاف جہاد کر کے عقائدِ اسلام کا تحفظ فرمایا۔ لیکن نزع کے وقت شیطان لعین انسانی صورت میں عقائد کے میدان میں حملہ آور ہو کر آپ کے ایمان کی شمع کو گل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے آکر کہا اے رازی! اللہ کی ہستی پر دلیل دو۔ امام رازی نے دلیل دی تو معلم الملکوت ابلیس نے اپنی دلیل سے امام رازی کی دلیل کو رد کر دیا۔ آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی۔

حتی کہ امام رازی نے سارے دلائل دے دیئے جو اس لعین نے اپنے دلائل کے ساتھ رد کر دیئے۔ قریب تھا کہ امام رازی کا ایمان ڈگمگا جاتا۔ آپ کے مرشدِ کریم حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ دور ایک مقام پر وضو فرما رہے تھے۔ ہاتھ میں وضو کا پانی لیا اور فضا میں پھینکتے ہوئے فرمایا:

"اے رازی! تو کہہ کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے اس لئے ایک مانتا ہوں کہ میرے محبوب کریم ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے فرمایا تھا کہ خدا ایک ہے"۔

تو وہ پانی امام رازی کے سینے پر آکر گرتا ہے اور اس سے ان کا خاتمہ بالایمان ہو جاتا ہے۔ ﴿36﴾

شیخ کامل سے نسبت تھی تو مرتے دم اپنے قوی دلائل سے تو محروم ہو گئے لیکن مرشدِ کامل کا سہارا اس وقت بھی کام آیا۔ کیونکہ ان کے دامن سے ہدایت وابستہ ہوتی ہے۔ جو بھی ان کے دامن سے لپٹتا ہے ان کو قرآنِ حکیم صراطِ مستقیم کی ضمانت عطا فرماتا ہے۔ تو وہ جو ان کے دامن سے وابستہ ہو' شیطانی حملوں سے بچ کر بلآخر اپنی منزل مقصود "وَاِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا" تک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت عثمان ہارونی اور ان کا مرید

اسی طرح اگر شیخ کامل سے نسبت ہو تو شیخ کامل مرنے کے بعد قبر میں بھی امداد فرماتے ہیں اور یہ نسبت کام دیتی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ العزیز کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ہمسائے کے ہر جنازے پر پہنچتے تھے۔ اکثر اوقات میت کے

ساتھ قبر پر بھی تشریف لے جاتے۔ اور تدفین کے بعد جب لوگ چلے جاتے تو پھر بھی کچھ وقت کے لئے آپ قبر پر بیٹھے رہتے۔

ایک دن حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کا ایک مرید فوت ہو گیا۔ خواجہ معین الدین نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد حسبِ عادت اس قبر پر بیٹھے رہے اور مراقبہ فرمایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اچانک معین الدین دہشت کے عالم میں اپنی جگہ سے گھبرا کر اٹھے۔ اور آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بھی متغیر تھا۔ کچھ وقت کے بعد آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"بیعت بھی عجب چیز ہے" حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے عرض کی کہ میں نے عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ پہلے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور پھر کچھ وقت کے بعد بحال ہو گیا تھا اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا:

"جب لوگ اس میت کو دفن کر کے چلے گئے تو اسے عذاب دینے کے لئے دو فرشتے آئے۔ وہ اسے عذاب دینا چاہتے تھے کہ اچانک حضرت عثمان ہارونی کی صورت سامنے آ گئی۔ آپ ہاتھ میں عصا لئے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے فرشتو! یہ ہمارے مریدوں میں سے ہے اسے عذاب نہ دو۔ فرشتوں نے کہا آپ کا یہ مرید آپ کے طریقے پر نہ چلتا تھا آپ نے فرمایا اگرچہ یہ میرے طریقے کے خلاف چلتا تھا' لیکن اس نے اپنا ہاتھ فقیر کے دامن میں ڈالا ہوا ہے۔ غیب سے حکم ہوا اے فرشتو! اسے چھوڑ دو ہم نے اس کے پیر کے طفیل اس کے گناہ بخش دیئے۔ طریقت کی بیعت ایسے کٹھن مرحلے میں کام آتی ہے"۔ ﴿37﴾

یہ چیزیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتیں بلکہ اس کے لئے دل کی آنکھیں درکار ہیں۔ جب دل کی آنکھیں وا ہوتی ہیں تو دنیا و آخرت کے تمام حجابات مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے قلندرِ لاہوری اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

کیونکہ دل کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور کان بھی ہوتے ہیں جب جبریل علیہ السلام

نے حضور نبی رحمت ﷺ کے شق صدر کے موقع پر قلبِ مطہر کو چیرا تو دیکھ کر حیران ہوئے اور فرمانے لگے:

قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تَبْصُرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ﴿38﴾

"کتنا پیارا مضبوط دل ہے جس کی آنکھیں بھی ہیں جو دیکھتی ہیں اور کان بھی ہیں جو سنتے ہیں"۔

اس اللہ کریم سے دل بینا کی دعا کیا کرو تا کہ وہ ایسا نور عطا کرے جس سے دل زندہ ہو جائیں۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ کسی مرد کامل کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے بغیر یہ دولتِ نایاب "حیات قلبی" حاصل نہیں ہوتی۔

جن کو درشن اِت ہے' ان کو درشن اُت
جن کو درشن اِت نہیں' ان کو اِت نہ اُت

قرآن کریم میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" میں ہدایت مانگنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ تو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ کون سی ہدایت ہے جس کے طلب کرنے کا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ ہدایت کی چار اقسام ہیں:

(۱) ہدایت فطری (۲) ہدایت حسی (۳) ہدایت عقلی (۴) ہدایت قلبی

1 ...... ہدایتِ فطری

جب بچہ بطنِ مادر سے اس عالم گیتی میں قدم رکھتا ہے تو ہدایتِ فطری لے کر آتا ہے۔ مثال کے طور پر جب اس معصوم بچے کو آنکھ میں خارش ہوتی ہے تو وہ اپنے ناخن آنکھ میں نہیں مارتا۔ بلکہ مٹھی بند کر کے اس کی الٹی جانب آنکھ پر پھیرتا ہے۔ تو یہ ہدایتِ فطری ہے جس کا انتظام فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے کر رکھا ہے۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ﴿39﴾

"ہر نو مولود فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی'

عیسائی اور مجوسی بنادیتے ہیں"۔

لیکن اس ہدایت فطری کی ایک حد ہے ایک مقام پر جا کر یہ ہدایت رک جاتی ہے۔ اس کے بعد مزید کسی ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے۔

2...... ہدایتِ حسی

دوسرے مرحلے پر جس ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے وہ ہدایتِ حسی ہے اور یہ ہدایت حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ حواسِ ظاہری اس نو مولود کو یک بارگی عطا نہیں کئے جاتے' بلکہ تدریجاً یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے حاسۂ لامسہ عطا کیا جاتا ہے' جس کو حضور سید العالمین ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّهُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِهَا ﴿40﴾

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے ہی وہ چیختا چلاتا ہے ماسوائے مریم اور ان کے صاحب زادے کے"۔

اس کے بعد دوسرے نمبر پر حاسۂ باصرہ عطا کیا جاتا ہے' جس کے ذریعے وہ اس کائنات کی رنگینیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر قوتِ سامعہ سے نوازا جاتا ہے۔ پھر قوت ذائقہ کا ادراک ہوتا ہے۔

لیکن ان پانچوں حواس کے حصول کے باوجود اس کے اندر تمیز کی صلاحیت مفقود رہتی ہے۔ وہ جان نہیں سکتا کہ میرے لئے کون سی چیز مضر ہے اور کون سی مفید' اور وہ سات برس تک حاسۂ تمیز سے محروم رہتا ہے پھر اسے حاسۂ تمیز عطا کیا جاتا ہے۔

3......ہدایتِ عقلی

ہدایت حسی کے بعد جس ہدایت کی ضرورت پیش آتی ہے اس کو ہدایتِ عقلی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس کو حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت امام محمد الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

وَوَرَآءُ هٰذَا الطَّوْرِ طَوْرٌ اٰخَرُ وَهُوَ طَوْرُ الْعَقْلِ﴿41﴾

"اور اس طور (طور حسی) کے بعد ایک اور طور ہے اور وہ طور عقل ہے"۔

عقل کے ذریعے انسان سوچتا ہے' منصوبے بناتا ہے' سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر کے نظامِ شمسی تشکیل دیتا ہے' ہوا کو ربڑ کے پہیئے میں بند کر کے موٹر چلا دیتا ہے' لوہے کا بحری جہاز بنا کر سمندر کے بپھرے ہوئے سینے میں تیرا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ جزء لا یتجزیٰ کو تقسیم کر کے ایٹم بم بنا دیتا ہے۔ یہ سب عقل کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

عقل کے پھر پانچ ذرائعِ ہدایت ہیں:

(۱) متخیلہ (۲) حافظہ (۳) متوہمہ (۴) متصرفہ (۵) حسِ مشترک

پھر ایک ایسا مقام بھی آتا ہے' جہاں عقل کی پرواز ٹھہر جاتی ہے' جہاں عقل کا گھوڑا دم توڑ دیتا ہے اور عقل کی قوتِ ادراک ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور ہدایت کی ضرورت پڑتی ہے۔

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد
آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

4......ہدایتِ قلبی

جب تک انسان تمیز کی دنیا میں تھا تو عقل کی دنیا اس کے لئے معدوم تھی۔ جب عقل کی آنکھ بینا ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ تمیز کے جہان کے بعد ایک اور جہاں ہے' جسے طور عقل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو تمیز کے طور سے فوقیت رکھتا ہے۔ جب عقل کی

دنیا میں قدم رکھا تو عقل سے وراء چیزیں اس کے لئے معدوم ہیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

اتنی بات ذہن نشین کرانے کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ وَرَآءُ الْعَقْلِ طَوْرٌ اٰخَرُ تَنْفَتِحُ فِيْهِ عَيْنٌ اُخْرٰى يَبْصُرُ بِهَا الْاِنْسَانُ الْغَيْبَ وَمَا سَيَكُوْنُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَاُمُوْرًا اٰخَرَ الْعَقْلُ مَعْزُوْلٌ عَنْهَا ﴿42﴾

"اور اسی طرح عقل سے آگے بھی ایک طور ہے جس میں ایک ایسی آنکھ بینا ہوتی ہے، جس سے انسان غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے، مستقبل میں ہونے والے امور کو بھی ملاحظہ کر لیتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی ایسے امور ہیں جن (کو سمجھنے) سے عقل عاجز ہے"۔

تو جن چیزوں کی حقیقت تک آپ عقل کے ذریعے رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ تو لازمی طور پر ایسی ہستی کا دامن تھامنا پڑے گا جس کو رب لم یزل نے چشم بینا عطا کی ہو۔ تو جب ہدایتِ عقلی کام نہیں دیتی، تو لازمی طور پر ہدایتِ قلبی کا حصول ضروری ہو گا۔ تو اسی کی تائید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ﴿43﴾

"اور جو اللہ پر ایمان لایا اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا"۔

جب انسان کو ہدایت قلبی حاصل ہوتی ہے تو وہ منزلِ یقین پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ہدایت سات ذرائع سے حاصل ہوتی ہے

(۱) لطیفہ قلب (۲) لطیفہ روح (۳) لطیفہ سر (۴) لطیفہ خفی (۵) لطیفہ اخفی (۶) لطیفہ نفسی (۷) لطیفہ قالبی

(جن کی تفصیلی بحث اپنے مقام پر آئے گی)

یہ سات ذرائع ہیں جن کے ذریعے غیب دریافت کیا جاتا ہے۔ دل کی آنکھیں خود ذکر

کرنے سے نہیں کھلتیں' بلکہ ذکر کرانے والا جب توجہ کرے۔ شیخِ کامل جب اپنے متوسل کو سامنے بٹھا کر توجہ کرتا ہے تو پھر دل سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ اس کے لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور دل سے میل اور زنگ دھل جاتے ہیں۔

اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دل بھی ذاکر ہو جائیں تو اہلِ ذکر کی بارگاہوں میں آ جاؤ۔ کیونکہ جب تک مرشدِ کامل توجہ نہ کرے' ذکر کرنے کا طریقہ نہ سکھائے' اس وقت تک ذکر کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ ان کی توجہ کبریتِ احمر سے زیادہ نایاب ہے۔ اس لئے اس بارگاہ سے فیض حاصل کرو۔

اللہ اللہ کا مزہ مرشد کے میخانے میں ہے
دونوں عالم کی حقیقت ایک پیمانے میں ہے

آج کل اکثر سننے میں آیا ہے کہ پیرومرشد کی ضرورت نہیں ہے' ہم نے بڑے بڑے پیر دیکھے ہیں۔ لیکن ان کے دیکھنے سے کیا بنتا ہے' اللہ کرے کسی دن وہ دیکھ لیں کام بن جائے گا۔ بقول مولائے روم قدس سرہ العزیز۔

گر تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد رسول
گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن ہم دیباچہ را

ان کی توجہ سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں ان کی صحبتیں اکسیر اعظم ہیں۔ یہاں جو آیا' خالی نہ گیا۔ یہ اہل اللہ کا میخانہ ہے' یہ عشقِ الٰہی کی آگ میں جلنے والوں کی خانقاہ ہے۔

مجمع بادہ نوش ہے' ساقی بادہ فروش ہے
بہار آئی ہے بھر دے' بادۂ گلگوں سے پیمانہ
رہے لاکھوں برس ساقی! تیرا آباد میخانہ

باب نمبر3

مرشد کامل کی روحانی ضرورت

ایک مرتبہ سیدنا جبریل امین حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں سائل بن کر حاضر خدمت ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونق محفل تھے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بِيَاضِ الثَّوْبِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِىَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ...... الخ۔﴿44﴾

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔اس شخص کی حالت سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

اور ہم میں سے ہر شخص کے لئے وہ اجنبی تھا۔ وہ آکر حضور سیدِ عالم ﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو حضور ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں (یعنی حضور ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھا جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے) اور کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے کی گواہی دو' نماز پڑھو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو۔ اس اجنبی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا: ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کے صحیفوں' اس کے رسولوں' قیامت اور ہر خیر وشر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اس شخص نے عرض کی آپ نے سچ فرمایا۔ اس نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے"۔

جبکہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے اس میں پہلے عقائد کا ذکر ہے پھر ارکان اسلام کا اور اس کے بعد احسان کا تذکرہ ہے۔ یعنی جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ایمان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حضور سید العالمین ﷺ نے عقائد کو بیان فرمایا۔ تو جبریل نے خود ہی تصدیق بھی کی۔ صحابہ کرام بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیسا شخص ہے جو خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔

حضرت جبریل امین نے دوبارہ عرض کی کہ آقا! اسلام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارکان اسلام کو بیان فرمایا۔ پھر عرض گزار ہوئے کہ احسان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس

حال میں کرے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہیں دیکھ سکتا تو پھر یہ یقین کامل رکھ کہ وہ کریم تجھے ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ان تین سوالات کا یکے بعد دیگرے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف عقائد کے درست ہو جانے سے سارے مراحل پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ جاتے' بلکہ کچھ اور بھی ہے جو باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ عمل کی کمی ہے جسے آپ ﷺ نے مَا الْاِسْلَامُ کے جواب میں ارشاد فرما کر اس کمی کو دور کر دیا۔ عقیدے اور عمل کا بیان کماحقہ بیان فرمادیا لیکن جبریل کے تیسرے سوال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر عقیدہ اور عمل پختہ ہو جائیں تو پھر بھی سب کچھ مکمل نہیں ہوتا بلکہ کسی عمل کی کمی رہ جاتی ہے' جس کا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خوب سے ہے خوب تر کہاں

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اس شخص کا مسئلہ جو سادہ زندگی بسر کر کے اخروی نجات کا خواہش مند ہو اور روحانی مراتب و مدارج کا خواہاں نہ ہو۔ قربِ الٰہی' درد و سوز اور علم و معرفت کے بلند مقامات کا خواہاں نہ ہو۔ اس کا منتہائے سفر صرف جنت کا حصول اور دوزخ سے نجات ہو۔ تو اس کا مسئلہ عقیدے کی پختگی اور عمل کے دوام سے حل ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ ہر کمال کے بعد اس سے بہتر کمال کا خواہاں اور متلاشی ہوتا ہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
دیکھئے کہ اب نظر ٹھہرتی ہے کہاں

انسانی زندگی کا فلسفہ و حکمت ہی یہی ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں محو رہتا ہے۔ تو اس لئے عقیدے اور عمل کی پختگی کے بعد ان کے کمال کے حصول کے بھی کئی راستے ہیں۔ وہ راستے کہاں ہیں تو اس کا جواب تیسرے سوال کے جواب میں موجود ہے۔

محض ارکانِ اسلام کی پابندی کرنے سے احسان کی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایمان و اسلام تو وہ بنیادی شرائط ہیں جن کو قبول کئے بغیر انسان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو پھر مسلم و مومن ہونے کے بعد مسلم و مومن کامل ہونے کی آرزو بھی ایک حقیقت ہے۔ تو یہ تیسرا سوال کہ آقا! اگر وہ ایمان و اسلام کے تقاضے بھی پورے کرے اور احسان کی

منزل پانا چاہے تو بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

تو گویا ایمان اس کے عقیدے کا نام ہے' اسلام اس کا عمل ہے اور احسان عقیدے اور عمل کے بعد وہ بلند روحانی حالت ہے جس کا تعلق جمالِ یار کے مشاہدہ کے ساتھ ہے۔

پھر راستہ تجویز فرمادیا کہ اگر تو نہ دیکھ سکے تو کم از کم تیری یہ حالت ہو کہ میرا رب کریم مجھے رحمت سے دیکھ رہا ہے۔ جس طرح کوئی بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہو اور یہ کامل احساس اس کے من میں اتر چکا ہو کہ بادشاہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر اس کے کھڑے ہونے اور ادب و نیاز کا عالم ہی کچھ اور ہوگا اور اگر خیال اس جانب نہ ہو تو پھر کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا انداز یکسر جدا ہوگا۔

فناء سے بسوئے بقاء

لیکن سوال یہ ہے کہ اس حال کو کس طرح پایا جا سکتا ہے؟ تو اس سوال کا جواب اسی حدیث پاک میں دے دیا گیا۔ کہ "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ" کہ تو خود کو مٹا دے۔ اپنی خودی اور انانیت اور نفس کے تصور میں گم رہنے کو ختم کر دے۔ جب تو خود فراموش ہو جائے گا تو "تَرَاهُ" تو جمالِ یار کا مشاہدہ کر لے گا۔ یعنی اگر اس کے دیکھنے میں کوئی شئ حائل ہے تو اے انسان! وہ تو خود ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا' کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو "ہونے" نے' نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جب تک انسان کی اپنی ہستی قائم رہتی ہے تو جلوۂ یار کی راہ میں پردہ رہتی ہے۔ تو جب اپنے ہونے کا پردہ دور ہو جاتا ہے تو اس کے جلوے تک رسائی مشکل نہیں رہتی۔ محض علم کلام' فلسفہ اور منطق کی مباحث پڑھنے' پڑھانے اور ازبر کر کے ان کا امام بن جانے سے "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ" کا حال میسر نہیں آتا' باوجودیکہ یہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ ان کا تعلق عقائد اور ایمان کی حفاظت سے ہے۔ ہر چند کہ ان کو نظر انداز کر کے انسان دین کو حاصل ہی

نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایمان نہ ہو تو عمل نہ ہوگا اور عمل نہ ہو تو احسان کی بات بھی نہ ہوگی۔

فنا کو فنا کردے

المختصر ان میں جتنا کمال بھی حاصل کرلیا جائے پھر بھی حالتِ احسان میسر نہیں آتی' یہ کس طرح نصیب ہوتی ہے اس کا جواب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

دلا! بحلقۂ رندانِ بزمِ عشق درآ
کہ جرعۂ شرابِ بقا دہند ترا
اگر بقا طلبی' اولت فنا باید
کہ تا فنا نہ شوی' رہ نہ می بری ببقا ﴿45﴾

"اے دل! رندوں کی محفل میں آجا' تاکہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے ہونے کو عشق کی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دیا ہے' تجھے شرابِ معرفت کا ایک گھونٹ عطا کردیں۔ (کیونکہ عشق کی آگ کے بغیر انانیت کا بت نہیں ٹوٹتا) اور اے انسان! اگر تجھے باقی ہونے کا شوق ہے تو غیر فانی ہونے کے لئے پہلے فنا ہو جا۔ کیونکہ جب تک فنا نہیں ہوگا تجھے بقا نصیب نہ ہوگی"۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں ابھر کر زندگی کی خو کرلے

اگر فنا کو فنا کر دیا جائے تو پھر بقا رہ جائے گی۔ یہ وہ حالتِ احسان ہے جو مدرسوں سے میسر آتی ہے نہ تعلیم و تعلم سے۔ بلکہ یہ صرف نظر کے فیض اور صحبت سے میسر آتی ہے۔ وہ رازی ہو تو پھر بھی حضرت نجم الدین کبریٰ کا دامن پکڑنا پڑتا ہے۔ امام اعظم ہی ہو تو بھی حضرت جعفر صادق اور حضرت فضیل بن عیاض کی بارگاہ میں جانا ہی پڑتا ہے۔ امام شافعی کو ہبیرہ البصری کے پاس' امام احمد بن حنبل کو بشر حافی' امام ابو یوسف کو حاتم الاصم' امام محمد بن حسن کو داؤد الطائی اور جلال الدین مولائے روم کو شمس تبریزی کے دامن سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔ ﴿46﴾

اسی طرح مجدد الف ثانی کو داؤد بندگی اور ابراہیم قندوزی' خواجہ اجمیری کو عثمان ہارونی' بابا فرید گنج شکر کو خواجہ بختیار کاکی' فقیہ اعظم نور اللہ نعیمی کو سید نعیم الدین مراد آبادی اور حضور ضیاء الامت کو شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمر الدین سیالوی کی بارگاہ میں فیض کے حصول کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کرنے پڑتے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضواعنہ)

اسی لئے عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" کے تحت فرماتے ہیں:

وَبِهٰذَا يَظْهَرُ فَرْضِيَّةُ اَخْذِ طَرِيْقَةِ الصُّوْفِيَّةِ وَالتَّشَبُّثُ بِاَذْيَالِ الْفُقَرَاءِ كَفَرْضِيَّةِ قِرَاءَةِ كِتَابِ اللّٰهِ وَ تَعَلُّمِ اَحْكَامِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ..........۔﴿47﴾

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیاء کے طریقے پر چلنا اور فقراء کے دامن سے وابستہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسے کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام سیکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں۔ (ایک) کتاب اللہ' (دوسری) آلِ رسول۔ پس اللہ تعالیٰ کی کتاب کو استنباطِ احکام' درستیٔ اعمال' نصیحت پذیری اور مدارج کی ترقی کے لئے پکڑنا ضروری ہے۔ اور مرضی خدا کے مطابق باطن کی صفائی اور تزکیہ نفس کے لئے آلِ رسول کے دامن سے وابستہ ہونا ضروری اور لازم ہے"۔

معرفتِ خود معرفتِ رب ہے

اگر اپنا ہوش رہے تو پھر ادھر سے بے ہوشی رہتی ہے۔ اگر اپنی طرف سے بے ہوشی ہو جائے تو پھر اس ہوش کے راستے وا ہو جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی الصوفی فرماتے ہیں:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ﴿48﴾

"جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

سہل شیرے داں کہ صف ہا بشکند
شیر آں را داں کہ خود بشکند

"وہ بھڑوا بھی کوئی شیر کہلانے کا حق دار ہے جو محض چند صفوں کو درہم برہم کر لینا ہی اپنا کمال سمجھتا ہو' شیر تو وہ ہے جو اپنے آپ کو پچھاڑنے پر قادر ہو"۔

سلطان الاولیاء حضرت طیفور المعروف بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

کہ پہلے یہ حالت تھی کہ جب کبھی اس کی تلاش میں نکلتا تھا تو سوائے خود کے کچھ نہ پاتا تھا۔ اب بیس سال سے یہ حالت ہے کہ جب کبھی اپنی تلاش میں نکلتا ہوں تو سوائے اس کے کچھ نہیں پاتا۔﴿49﴾

تلاش او کنی جز خود نہ بینی
تلاش خود کنی جز او نیابی

کوئی بھی عالم دین جو علومِ دینیہ درسیہ پڑھ چکا ہو' اگر وہ پوری دیانت داری کے ساتھ کھلی بات کرنے پر تیار ہو' تو وہ سوائے اس کے کچھ نہ کہے گا کہ اگر مردِ درویش کی نظر اور صحبت کا فیض نہ ہو تو یہ علوم پڑھ کر "انا" کا بت فرعون بن جاتا ہے۔ جوں جوں انسان اس میدان میں ترقی کرتا ہے یہ بت بہت بڑا پہاڑ بنتا چلا جاتا ہے۔ اس علم سے عاجزی نہیں' بلکہ تکبر پیدا ہوتا ہے۔

جب انسان منطق پڑھتا ہے تو ساری کی ساری بحث عقلی استدلال سے ہوتی ہے۔ تو پھر بڑھتے بڑھتے انسان کا مزاج ہی یہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی بات کو حق اور باقی ہر ایک کی بات کو باطل خیال کرتا ہے۔ اسی سے مناظرے اور مجادلے جنم لیتے ہیں۔ لیکن یہ بت اس وقت ٹوٹتے ہیں جب کسی مردِ قلندر کی صحبتِ فیض بار میں بیٹھنا نصیب ہوتا ہے تو پھر یہ کیفیت بدل کر یوں ہو جاتی ہے کہ اب وہ ہر کسی کو بہتر اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھتا ہے۔

راتی زاری کر کر رووَن' نیند اکھیں دی دھوندے
فجری او گنہار سداون' ہر تھیں نیویں ہوندے

تو مرشد کامل کی روحانی ضرورت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس کی صحبت' عشق اور

دردو سوز کی وہ آگ لگاتی ہے جو اپنی ہستی کو فنا کر دیتی ہے۔

سفر حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام

اب ہم اس کی تائید میں قرآنِ کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام کی ملاقات اور سفر کا واقعہ درج ہے۔ اس کی تفسیر کے کئی پہلو ہیں لیکن ہم وہ پہلو لیں گے جو ہمارے موضوع سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کے اندر صدہا درس اور اسرار و رموز موجود ہیں۔ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ والے کے لئے بھی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ سمجھ والے کے لئے بھی۔ ہر کسی کو اس کی سمجھ اور ظرف کے مطابق قرآن سے سامانِ زیست نصیب ہوتا ہے۔ ایک ہی آیت کے کئی گوشے اور کئی رخ ہوتے ہیں ہر ہر آیت ہیرے کی طرح ہے اسے جس سمت سے دیکھا جائے' نئی چمک اور نئی دمک ہوتی ہے جس کی دلیل حسب ذیل ہے:

ایک آیت کی چالیس تفاسیر

قَالَ الْحَافِظُ اَبُوالْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ اَحْمَدَ الْبَنْدَنِيجِی حَضَرْتُ اَنَا وَالشَّیْخُ جَمَالُ الدِّیْنِ بْنُ الْجَوْزِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَجْلِسَ سَیِّدِنَا شَیْخِ عَبْدِالْقَادِرِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَقَرَاَ الْقَارِیْ اٰیَةً فَذَكَرَ الشَّیْخُ فِیْ تَفْسِیْرِهَا وَجْهًا فَقُلْتُ لِلشَّیْخِ جَمَالِ الدِّیْنِ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ ذَكَرَ وَجْهًا اٰخَرَ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ قَالَ نَعَمْ فَذَكَرَ الشَّیْخُ فِیْهَا اَحَدَ عَشَرَ وَجْهًا وَاَنَا اَقُوْلُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا الْوَجْهَ وَهُوَ یَقُوْلُ نَعَمْ ثُمَّ الشَّیْخُ ذَكَرَ فِیْهَا وَجْهًا اٰخَرَ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَعْلَمُ هٰذَا قَالَ لَا حَتّٰی ذَكَرَ فِیْهَا كَمَالَ الْاَرْبَعِیْنَ وَجْهًا یَعْزُوْ كُلَّ وَجْهٍ اِلٰی قَائِلِهٖ وَالشَّیْخُ جَمَالُ الدِّیْنِ یَقُوْلُ لَا اَعْرِفُ هٰذَا الْوَجْهَ وَاشْتَدَّ عَجَبُهٗ مِنْ سَعَةِ عِلْمِ سَیِّدِنَا الشَّیْخِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ نَتْرُكُ الْقَالَ وَنَرْجِعُ اِلَی الْحَالِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاضْطَرَبَ النَّاسُ اِضْطِرَابًا شَدِیْدًا وَخَرَقَ جَمَالُ الدِّیْنِ ابْنُ الْجَوْزِیْ ثِیَابَهٗ ﴿50﴾

"حافظ ابو العباس احمد بن احمد بندنجی فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت محدث جمال الدین ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی محفلِ ارشاد میں حاضرِ خدمت ہوئے۔ تو قاری نے قرآنِ مقدس کی ایک آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت شیخ عبدالقادر نے اس آیت کی ایک تفسیر بیان کی' تو میں نے ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا یہ تفسیر آپ کے علم میں ہے؟۔ توانہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضرت نے ایک اور تفسیر بیان کی۔ میں نے پھر ان سے پوچھا کہ کیا اس کے بارے میں آپ آگاہ ہیں؟۔ حضرت شیخ نے گیارہ تفاسیر بیان فرمائیں۔ میں ابن جوزی سے پوچھتا رہا اور وہ ہاں میں جواب دیتے رہے۔ (محدث ابن جوزی کو اس آیت کی گیارہ قوی اور علمی تفاسیر ازبر تھیں اور ان کا خیال تھا کہ مجھ سے بڑھ کر اس آیت کی معرفت اور اس کے معانی و مطالب تک رسائی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی)۔ پھر حضرت شیخ نے ایک اور یعنی بارہویں تفسیر بیان کی۔ میں نے ابن جوزی سے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس تفسیر کا علم نہیں ہے۔ حتی کہ حضرت شیخ نے پوری چالیس تفاسیر بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کو اس کے کہنے والے کی جانب منسوب بھی فرمایا۔ یعنی یہ تفسیر فلاں کا قول ہے اور محدث ابن جوزی عدمِ علم کا اظہار کرتے رہے۔ وہ حضرت شیخ کی وسعت علم پر حیران و ششدر تھے۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم قال کو چھوڑتے ہیں اور حال کی طرف آتے ہیں۔ پس کلمہ طیبہ پڑھا تو لوگ بہت زیادہ مضطرب ہو گئے اور محدث ابن جوزی نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے"۔

یہ تو قرآن مجید ہے جو اپنے اندر کئی کئی اسرار سمیٹے ہوئے ہے۔ عرفاء نے مثنوی مولائے روم کے ہر ہر شعر کے کئی کئی معانی و مطالب بیان فرمائے ہیں۔

مثنوی کی ایک رباعی کے معانی

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت مولائے روم کے اس شعر کا مطلب کیا ہے؟ پھر اس نے شعر پڑھا۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ گزر گاہِ خلیلِ آذر است
دل گزر گاہِ جلیلِ اکبر است

قبلہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اے انسان! اگر تو کسی پریشان حال کا دل تھام لے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آکر اس کے ٹوٹے ہوئے دل کو سہارا دے لے' تو ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑ دینا حجِ اکبر ہے۔ اور ہزار دفعہ کعبہ کا حج کرنے سے ٹوٹے ہوئے دل کا جوڑ دینا بہتر ہے۔ (یہ فضیلت کے اعتبار سے ہے' فرض کی ادائیگی کی بات نہیں۔)

حضرت فخر الدین اور ہندو بچہ

حضرت مولانا فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ پالکی میں بیٹھ کر بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک ہندو بچے نے انتہائی محبت کے ساتھ تھوڑی سی مٹھائی آپ کو دی اور کہا: اسے آپ کھائیں گے تو میں بہت خوش ہوں گا۔ اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا۔ مولانا نے تھوڑی سی مٹھائی کھالی۔ چند بازاری آدمی اور بعض مرید بداعتقاد ہو گئے اور انہوں نے کہا آپ نے شرعی روزہ کس لئے توڑا؟ مولانا نے فرمایا روزہ توڑنے کے تین کفاروں میں سے کوئی ایک ادا کرنا پڑتا ہے۔ غلام آزاد کرنا' ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ساٹھ روزے پے در پے رکھنا۔ میں ان تینوں کفاروں کو ادا کرتا ہوں۔ درویشوں نے پوچھا آپ کے اس فعل کی حکمت کیا تھی؟ فرمایا ایک دل دکھانے سے روزے کا کفارہ آسان ہے۔ ﴿51﴾

یہ معنی بیان کرنے کے بعد قبلہ شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر فرمانے لگے: اس کا ایک معنی اور بھی ہے۔ کہ یہاں دل سے مراد انسان کا اپنا دل ہے۔ کیونکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ انسان کا دل خشک پتے کی مانند ہے' جو ایسے صحراء میں پڑا ہوا ہے جہاں خواہشات کی تیز و تند ہوائیں چل رہی ہیں۔ تو دل خشک پتے کی مانند کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر لپکتا ہے۔ اس کو ایک جگہ سکون نہیں۔ تو اے بندے! اپنے دل کو ایک

جگہ تھام لے اور محبوبِ حقیقی کی محبت میں دل کو یکتا کر دے۔ اگر تو نے اپنے دل کو قابو کر لیا تو یہی حجِ اکبر ہے۔ تیرے ایسے ہزاروں حج کرنے سے وہ ایک حج بہتر ہے کہ دل خدا کا طائف ہو جائے۔

یہ معنی بیان کرنے کے بعد حضرت پھر خاموش ہو گئے۔ پھر سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اس کا ایک معنی اور بھی ہے۔ کہ یہاں دل سے مرادِ شیخ کامل کا دل ہے۔ کہ اے بندے! مارا مارا نہ پھر' بلکہ کسی صاحبِ دل کے دل کو تھام لے کہ جس دل میں خدا بستا ہو کیونکہ:

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ﴿52﴾

"مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے"۔

اور حدیث قدسی میں ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَّسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ﴿53﴾

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے زمین و آسمان کی وسعتیں اپنے اندر نہیں سما سکتیں۔ لیکن مردِ مومن کا دل (اتنا وسیع ہوتا ہے کہ) مجھے اپنے اندر سما لیتا ہے"۔

اگر کوئی صاحبِ دل مل جائے تو اسی کا ہو جا کہ یہی حجِ اکبر ہے۔ کیونکہ ہزاروں کعبوں سے یہ ایک دل بہتر ہوتا ہے کہ ساری خلقت کعبے کا طواف کرتی ہے لیکن کئی دل والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کعبہ خود اپنے مقام سے چل کر ان کا طواف کرنے کے لئے جاتا ہے۔

حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز یہ تین معانی بیان فرما کر خاموش ہو گئے' تھوڑی دیر بعد پھر سر اٹھایا اور فرمایا: "ایندھے ہور وی معنے ہن جیہڑے تیڈی سمجھ چوں باہر ہن" یعنی اس کے کچھ اور معانی بھی ہیں جو تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

تو جب مردِ عارف کا کلام اپنی معنوی وسعتوں کے اعتبار سے اتنا وسیع ہوتا ہے' جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا تو کلام خدا کی بات ہی جدا ہے۔

حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعہ سے بھی مرشدِ کامل کی روحانی ضرورت کے اعتبار سے بھی ایک سبق ملتا ہے یہاں موسیٰ و خضر علیہما السلام کے الفاظ بطور علامت

ہوں گے "حضرت خضر علیہ السلام" کا لفظ علامتِ مرشد کے طور پر استعمال ہو گا اور "حضرت موسیٰ علیہ السلام" کا لفظ علامتِ مرید کے طور پر استعمال ہو گا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس علم کی خاطر' حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے' جو ان کے پاس نہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ میں سفر میں آپ کے ساتھ رہنے کا خواہش مند ہوں۔ تو اس پوچھنے پر خضر علیہ السلام نے پہلے ہی فرمادیا:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿54﴾

"آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے"۔

کیونکہ جو کچھ میں کروں گا آپ شریعت کے مطابق اس پر خاموش نہیں رہ سکیں گے۔ اس لئے کہ یہ وہ راستہ ہے جس میں "کیوں" کا وجود ہی نہیں ہے۔ کیونکہ "کیوں" کا تعلق دلیل سے ہے اور "علم لدنی" دلیل سے ارفع ہے۔ علم ظاہر "کیوں" سے بحث کرتا ہے اور علم باطن۔ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام عزمِ صمیم کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس روحانی سفر کے تین نظارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھائے۔

۱...... کشتی توڑنے کا۔

۲...... معصوم بچے کو قتل کرنے کا۔

۳...... گرتی ہوئی دیوار کو تعمیر کرنے کا۔

ظاہری واقعہ اپنی جگہ حق اور سچ ہے اس کا انکار محال ہے۔ لیکن بات جب طریقت کے حوالے سے ہو گی' تو اس وقت ہر ایک واقعہ بطور تمثیل اور تشبیہ کے ہو گا۔

1...... کشتی توڑنے کا نظارہ

مرشد کا اپنے مرید کے لئے پہلا نظارہ یہ تھا کہ کشتی کو توڑا اور کشتی سے مراد کشتی بدن ہے۔ اس سے یہ روحانی تربیت مقصود تھی کہ جب تک کشتی بدن کو توڑا نہ جائے اور توڑ کر

شکستہ نہ کیا جائے' اس وقت تک روح کو حفاظت میسر نہیں آتی۔ تو سیدنا خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑ کر شکستہ کر دیا۔ تاکہ بادشاہ جب دیکھے تو شکستہ دیکھ کر چھوڑ کر چلا جائے۔

تو اس بادشاہ سے مراد شیطان ہے۔ کشتی سے مراد کشتی بدن ہے۔ اور جو اس میں سوار ہے اس سے مراد روح ہے۔ یہ کشتی بدن ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے روح کو سوار کر دیا اور بادشاہ کو بھیج دیا تاکہ اچھی اچھی کشتیوں کو تلاش کر کے ان پر قبضہ کر لے۔ اور وہ "وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ" ﴿55﴾ کے تحت ان کو اپنے دامِ تزویر میں لے کر گمراہ کر دیتا ہے۔ مگر "اِلَّا عِبَادَكَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" ﴿56﴾ وہ لوگ جنہوں نے اپنے بدن کو خدا کے عشق میں شکستہ کر دیا ان پر شیطان قبضہ نہیں کر سکتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا لیکن اس میں پانی داخل نہ ہوا اور نہ ہی وہ ڈوبی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ بدن کو اتنا شکستہ نہ کرو کہ موت واقع ہو جائے۔ بلکہ شکستگی اس طرح ہو کہ بدن بھی ٹوٹ جائے اور موت بھی واقع نہ ہو۔ یہی شکستگی بدن تھی کہ حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ العزیز چالیس سال تک جنگل میں پتوں پر گذارا کرتے ہیں اور حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز پچیس سال تک جنگل میں بسیرا کرتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّیْخُ اَبُو السُّعُوْدِ الْحَرِیْمِیْ سَمِعْتُ سَیِّدِی الشَّیْخَ عَبْدَالْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اَقَمْتُ فِیْ صَحَارِی الْعِرَاقِ وَخَرَابِہٖ خَمْسَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مُجَرَّدًا سَائِحًا لَا اَعْرِفُ الْخَلْقَ وَلَا یَعْرِفُوْنِیْ ﴿57﴾

"حضرت شیخ ابو سعود الحریمی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: میں عراق کے صحراؤں اور کھنڈرات میں تنِ تنہا ننگے آسمان کے نیچے پچیس سال تک قیام پذیر رہا۔ نہ میں مخلوق کو پہچانتا تھا اور نہ ہی مخلوقِ خدا مجھ سے شناسا تھی"۔

اس پہلے نظارے سے ایک سبق تو یہ حاصل ہوا کہ شیخ اپنے مرید کے جسم' روح اور نفس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کیونکہ سالک جو اس راہِ حق کا مسافر ہے اسے یہ خبر

نہیں کہ کون کون سے پہلو ہیں جن کی بنا پر میرے اوپر شیطنت کا غلبہ ہو جائے گا۔ تو یہ مرشدِ کامل کا کام ہوتا ہے کہ وہ سالک کو اس طرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ جب تک تیرے بدن کی کشتی شکستہ نہ ہوگی اس وقت تک تیری روح شیطان کے غصب سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ کیوں کہ تیری روح کی سلامتی اسی میں ہے کہ تیرے بدن پر شیطان کا قبضہ نہ ہو۔ یہ بدن اگر شکستہ ہو جائے تو شیطان لعین کے ہتھکنڈوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ پھر اس بدن پر روح کا قبضہ اور تصرف ہوتا ہے۔ پھر بدن میں بھی روح کی خاصیتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر تین تین مہینے وضو نہیں ٹوٹتا' چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا ہوتی ہے' ایک دن رات میں آٹھ آٹھ قرآن کریم کے ختم ہوتے ہیں لیکن موت واقع نہیں ہوتی۔

محی الدین ابن عربی اور تین ماہ کا وضو

حضرت شیخ احمد شہاب الدین ہیتمی مکی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اَنَّ الشَّیْخَ مُحْیَ الدِّیْنِ بْنَ عَرَبِیْ مِنْ اَوْلِیَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی الْعَارِفِیْنَ وَمِنَ الْعُلَمَاءِ الْعَامِلِیْنَ وَقَدِ اتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ اَعْلَمُ اَھْلِ زَمَانِہٖ بِحَیْثُ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ کُلِّ فَنٍّ مَّتْبُوْعًا لَا تَابِعًا وَاَنَّہٗ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْکَشْفِ وَالْکَلَامِ عَلَی الْفَرْقِ وَالْجَمْعِ بَحْرٌ لَا یُجَارٰی وَاِمَامٌ لَا یُغَالَطُ وَلَا یُمَارٰی وَاَنَّہٗ اَوْرَعُ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَاَلْزَمُھُمْ لِلسُّنَّۃِ وَاَعْظَمُھُمْ مُجَاھَدَۃً حَتّٰی اَنَّہٗ مَکَثَ ثَلَاثَۃَ اَشْھُرٍ عَلٰی وُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَقِسْ عَلٰی ذٰلِکَ ﴿58﴾

"بے شک حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ العزیز اولیاء عارفین اور علماءِ عاملین میں سے تھے۔ اس بات پر تمام نے اتفاق کیا ہے کہ آپ اپنے ہم عصر علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اس حیثیت سے کہ آپ ہر فن میں قابلِ اتباع تھے' کسی کے تابع نہ تھے۔ اور وہ تحقیق' کشف اور فرق و جمع میں کلام کرنے میں ایسی نابغہ روزگار ہستی تھے' جن کا کوئی ہم مثل نہ تھا۔ اور ایسے امام تھے' جو غلطی نہ کھاتے۔ اور نہ ہی ان سے اختلاف کیا جاتا۔ وہ اپنے زمانہ میں

سب سے زیادہ پرہیزگار' سب سے زیادہ سنت کو لازم پکڑنے والے اور سب سے زیادہ مجاہدہ فرمانے والے تھے۔ حتیٰ کہ وہ تین ماہ تک ایک ہی وضو پر قائم رہے۔اسی پر قیاس کرلیں"۔

عشاء کے وضو سے نمازِ فجر

حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں:

نقل است کہ آں حضرت فرمود کہ مدت بست و پنج سال بر قدم تجرید در صحرائی عراق و خرابہائے او می گشتم بحالتی کہ نہ ہیچ کس مرامی شناخت و نہ من کسے را' رجال الغیب و بنی الجان بر من می آمدند و ایشاں را تعلیم طریق حق تعلیم می کردم و تامدت چہل سال نماز فجر را بوضوء عشاء می گزاردم' و تاپانزدہ سال بعد از ادائے نماز عشاء قرآن مجید استفتاح می نمودم و بر یک پائے ایستادہ و دست در میخ دیوار تاوقت سحر ختم می کردم۔﴿59﴾

"منقول ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا: کہ میں پچیس سال تک عراق کے صحراؤں اور اس کے کھنڈرات میں تنِ تنہا اس حال میں قیام پذیر رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مجھے۔ رجال الغیب اور جنات کے گروہ میرے پاس حاضر ہوتے تو میں انہیں راہِ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ پھر چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتا تھا۔اور پندرہ سال تک عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور ہاتھوں کو دیوار کی کیلوں کے ساتھ باندھ کر قرآنِ کریم پڑھنا شروع کرتا اور سحری کے وقت تک ختم کرلیتا تھا"۔

ایک دن رات میں آٹھ قرآن ختم

حضرت شیخ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں:

هُوَ مَعْرُوْفٌ مِنْ اَحْوَالِ السَّلْفِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ اَكْثَرَهُمْ كَانُوْا يَخْتِمُوْنَ الْقُرْاٰنَ فِىْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَكَانَ كَثِيْرُوْنَ يَخْتِمُوْنَ فِىْ كُلِّ

يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَتْمَةً وَخَتَمَ جَمَاعَةٌ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَتْمَتَيْنِ وَاٰخَرُوْنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثَلَاثَ خَتَمَاتٍ وَخَتَمَ بَعْضُهُمْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ثَمَانَ خَتَمَاتٍ اَرْبَعًا بِاللَّيْلِ وَاَرْبَعًا بِالنَّهَارِ ﴿60﴾

"سلفِ صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معروف ہے کہ ان میں سے اکثر ہر سات دن میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے۔ اور اکثر ایک دن اور ایک رات میں ایک قرآنِ حکیم ختم کیا کرتے تھے' ایک جماعت ایک دن اور ایک رات میں دو قرآنِ پاک ختم کرتی' بعض دن رات میں تین قرآنِ کریم ختم کیا کرتے اور بعض آٹھ قرآنِ مجید ختم کیا کرتے' چار رات کو اور چار دن کے وقت"۔

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

"میرے ہم نشین کی صحبت نے مجھ میں یہ اثر کر دیا ہے' ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں"۔

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت' مردم شد

"اصحاب کہف کا کتا صرف چند دن نیک لوگوں کی پیروی کرنے کے باعث انسان بن گیا"۔

طبیبِ کامل' بادشاہ اور کنیز

مثنوی شریف میں حضرت مولائے روم قدس سرہ العزیز نے اس بات کو سمجھانے کے لئے تمثیلاً ایک حکایت بیان کی ہے' جس کا درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ جس سے اس بات سے بخوبی آگاہی ہوتی ہے کہ پیر کامل اپنے مرید کے روحانی مدارج میں رکاوٹ کو کس طرح دور کرتا ہے۔ اور اس حقیقت سے پردے اٹھا کر کس طرح اس کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ طویل حکایت فارسی اشعار میں ہے طوالت کے خوف سے صرف نثر کی صورت میں ملخصاً ترجمہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا۔ ایک دن اتفاقاً بادشاہ اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ اچانک ایک لونڈی راستہ میں نظر آئی اور بادشاہ اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے قیمتاً اس لونڈی کو خرید لیا۔ لیکن بقضائے الٰہی وہ لونڈی بیمار ہو گئی۔ اس نے اس کے علاج کے لئے اپنی مملکت کے سارے اطباء و حکماء کو بلا لیا۔ لیکن وہ تمام اس کے علاج میں ناکام رہے اور اس کے مرض کی تشخیص نہ کر سکے۔ لیکن۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

وہ کنیز سوکھ کر بال کی مانند ہو گئی اور بادشاہ کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
آں دوا در نفع خود گمرہ شود

"جب موت آتی ہے تو طبیب بے وقوف ہو جاتا ہے اور وہ دوا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے"۔

بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی، تو اپنی جبینِ نیاز جھکانے کے لئے مسجد کی طرف ننگے پاؤں بھاگا۔ اور بارگاہِ صمدیت میں سجدہ ریز ہو کر اتنا رویا کہ سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اس نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے رب کی بارگاہِ بے کس پناہ میں التجا کی تو بخششِ خداوندی کا دریا جوش میں آیا۔ روتے روتے اسے نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں ایک نورانی بزرگ کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ اے بادشاہ! تیری حاجتیں پوری ہوں گی۔ اگر کل کوئی اجنبی شخص تیرے پاس آئے تو وہ ہماری طرف سے ہو گا۔ وہ طبیب ماہر ہے جو اس لونڈی کے مرض کی تشخیص کرنے کے بعد اس کا علاج کرے گا۔

بادشاہ بیدار ہونے کے بعد اس کے انتظار میں جھروکے میں بیٹھ گیا۔ اس نے ایک وجیہ اور پرنور چہرے والی شخصیت کو آتے ہوئے دیکھا، جس کا چہرہ اندھیرے میں سورج کی مانند تھا۔

دربانوں کی بجائے بادشاہ خود استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ ان کے رعب اور جاہ وجلال کو دیکھ کر ان کے قدموں میں گر پڑا۔ اور عرض کرنے لگا حضرت! میرے معشوق تو آپ تھے وہ تو نہ تھی۔ لیکن دنیا کا اصول ہے کہ کام سے کام نکلتا ہے۔ اگر وہ بیمار نہ ہوتی تو آپ سے ملاقات کیونکر ممکن تھی۔ الغرض بادشاہ نے اس مردِ قلندر کا بے حد ادب کیا۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گردد اندر وادیٔ حیرت غریق

"ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب نے صرف اپنے آپ کو خراب نہیں کیا بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی۔ سلوک کے راستے میں جو بھی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے وہ حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے"۔

بادشاہ نے مرد کامل کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا اور بیمار کنیز کو سامنے بٹھا کر اس کے احوال سے آگاہ کیا۔ اس طبیبِ کامل نے مریض کے چہرے کا رنگ، نبض اور قارورہ دیکھا۔ اور اس کی علامات واسباب سماعت کئے اور فرمانے لگے: جس نے اس کا علاج کیا ہے وہ اس کی اندرونی بیماری سے ناآشنا رہا۔ انہوں نے مرض کو دیکھا تو ان پر اصل بیماری کا راز کھل گیا اور وہ سمجھ گئے کہ اسے صفراء اور سوداء کی بیماری نہیں ہے۔ یہ دل کی مریض ہے اور دل کی بیماری سے عشق کی بیماری ہی ظاہر ہوتی ہے اور عشق کی بیماری دوسری بیماریوں سے جدا ہوتی ہے اور اس کا علاج فقط دیدارِ یار ہی ہے۔

از سر بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب!
دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

طبیب کامل نے اس کی بیماری سے باخبر ہونے کے بعد بادشاہ سے کہا کہ اس گھر کو خالی کر دے اور یہاں کوئی بھی موجود نہ ہو' حتی کہ دہلیز سے بھی کوئی کان نہ لگائے۔ تاکہ میں اس کنیز سے چند باتیں پوچھ سکوں۔ بادشاہ نے حکم کی تعمیل کی اور گھر خالی کر کے باہر چلا گیا۔ طبیب نے کنیز سے نرمی سے دریافت کیا کہ تیرا شہر کہاں ہے؟ کیونکہ ہر شہر کا طریقہ علاج جداگانہ ہوتا ہے۔ اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟ اور اپنائیت و تعلق کس سے زیادہ ہے؟ اور ساتھ ہی اس کی نبض پر ہاتھ رکھ لیا۔ طبیب کنیز سے بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر گذشتہ حالات کے بارے پوچھتا رہا اور کنیز طبیب کو راز کی باتیں کھل کر بتاتی رہی۔ طبیب اس کی قصہ گوئی پر کان دھرے بیٹھا رہا اور نبض کی حرکات پر یکسوئی سے توجہ دیتا رہا۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس نام پر اس کی نبض پھڑکتی ہے۔ کیونکہ جس نام پر نبض پھڑکے گی وہی اس کا محبوب ہوگا۔ طبیب مختلف شہروں کے نام گنواتا رہا۔ لیکن اس کی نبض میں کسی قسم کا ارتعاش پیدا نہ ہوا۔ جب اس نے سمرقند کا نام لیا تو کنیز نے ٹھنڈی آہ بھری اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور کہنے لگی مجھے ایک تاجر وہاں لایا تھا اور اس شہر کے مالدار سنار نے مجھے خرید لیا تو طبیب کامل اس سے سمجھ گیا کہ یہ سمرقندی سنار سے جدا ہونے کی وجہ سے مریض ہو گئی ہے۔

جب اس طبیبِ کامل نے یہ راز پا لیا تو اس نے اس سنار کے گھر کا پتہ معلوم کیا اور اس نے کنیز کو اس بات کو راز میں رکھنے کی تاکید کی' حتی کہ بادشاہ سے بھی ذکر نہ کرنے کا حکم دیا۔ طبیب کے اس وعدہ سے وہ مطمئن ہو گئی۔ طبیب بادشاہ کے پاس آیا اور اسے کہا کہ قاصد کو بھیج کر فلاں سنار کو سمرقند سے بلایا جائے تاکہ اس کے وصل سے مریض خوش ہو جائے۔ جب وہ سنار آ گیا تو المختصر بادشاہ نے اس کنیز کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ چھ ماہ تک انہوں نے اپنا مقصد حاصل کیا۔ یہاں تک کہ وہ کنیز مکمل طور پر صحت یاب ہو گئی۔ اس کے بعد طبیب نے سنار کو جلاب کا شربت دینا شروع کر دیا اور اس کی غلاظت کو ایک گڑھے میں جمع کرتا رہا۔ جس سے دن بدن وہ کمزور ہوتا گیا۔ اور اس کا چہرہ زرد اور بدصورت ہوتا گیا اور لڑکی کا عشق نفرت سے بدلتا گیا۔

پہلے وہ لڑکی اس سنار کی محبت و عشق میں اس قدر محو تھی کہ اس کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا تھا۔اب وہ اس کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔ جب عشق نفرت میں بدل گیا' تو طبیب نے سنار کو زہر دے کر ختم کر دیا اور لونڈی سے کہا کہ یہ تو اس کا جسم تھا جس سے اب تو نفرت کرتی ہے۔ آ اب تجھے وہ چیز دکھاؤں جس سے تو محبت کیا کرتی تھی۔ وہ اس کو غلاظت کے ڈھیر پر لے گیا اور کہا یہ ہے وہ جس سے تو محبت کیا کرتی تھی۔ اس کنیز کی جب آنکھیں کھلیں تو وہ عشقِ مجازی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی جانب راجع ہوئی۔ ﴿61﴾

وہ لڑکی حقیقت میں روح تھی' سنار حقیقت میں دنیا تھی' طبیب مرشدِ کامل کی صورت میں حضرت خضر علیہ السلام تھے اور بادشاہ حقیقت میں عقل تھی۔ اس تمثیل میں حضرت مولائے روم قدس سرہ العزیز یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ روح دنیا کے عشق میں گرفتار ہو گئی تھی۔ عقل نے ہر حربہ آزمالیا کہ کسی طریقہ سے عشقِ مجازی کے تعلق کو ختم کرے۔ اور اس کو واصل الی اللہ کرے' لیکن ناکام ہوا۔ تو بالآخر اس نے رجوع الی اللہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسے طبیبِ کامل عطا ہوا' جس نے اس بیمار روح کا علاج کیا اور اس کو عشقِ حقیقی سے روشناس کر دیا۔

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعیں رسند
مستِ شراب عشق بیک آہ می رسد

تو پہلا واقعہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ یہ کام مردِ کامل کی توجہ اور صحبت سے ہو سکتا ہے۔ اگر طبیب کامل ہو گا تو اسے خبر ہو گی کہ کس خرابی کا ازالہ کیا جائے' تو مطلوبہ شگفتگی حاصل ہو گی۔ اگر طبیب ناقص ہو گا تو دونوں خطرے موجود رہیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بدن پر موت طاری کر دے اور انسان زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔

دستِ ناقص دستِ شیطان است و بس
پس بہر دستی نباید داد رس

"ناقص کا ہاتھ' شیطان ہی کا ہاتھ ہے' پس ہر کسی کا ہاتھ منزل تک پہنچانے والا نہیں ہے"۔

مردِ کامل مرید کی نبض پر ہاتھ رکھتا ہے۔ مختلف اشیاء کے نام لیتا ہے کہ کس چیز کا نام

لینے سے اس کے روحانی مرض میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اور اس روح کے روگ کا علاج سوائے طبیبِ کامل کے کوئی نہیں کر سکتا۔ تو شیخ کامل اس روگ کی تلاش کے بعد پردے اٹھاتا ہے۔ لیکن ان پردوں کو رفتہ رفتہ بے نقاب کرتا ہے۔ لیکن اگر شیخ کامل نہ ہو اور اس کو روگ کی خبر بھی ہو جائے کہ اس کو فلاں مرض ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہی ضرب سے اس کو ختم کر ڈالے۔ لیکن طبیبِ کامل وہ ہے جو ایک ہی ضرب میں ختم نہیں کرتا۔ کیوں کہ جب تک اس کی حقیقت سامنے نہ آئے اور رفتہ رفتہ اس سے نفرت پیدا نہ ہو اس وقت تک ختم کرنا مزید ہلاکت اور تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

2......بچے کے قتل کا نظارہ

پھر حضرت خضر علیہ السلام کچھ آگے جاتے ہیں تو ایک بچے کو قتل کر دیتے ہیں۔ تو حقیقت میں وہ بچہ نفسِ امارہ تھا اور روح اور بدن اس کے والدین تھے۔

تو دوسرا اسبق یہ دیا جا رہا ہے کہ جب تک نفسِ امارہ کو کچلا نہیں جاتا' اس وقت تک روح اور بدن کی آخرت سنور نہیں سکتی۔ اگر روح اور بدن کو نفسِ امارہ کے سپرد کر دیا جائے تو نفس بھی تباہ ہو گا اور روح و بدن بھی تباہ ہوں گے۔ لیکن اگر نفس امارہ ختم ہو جائے تو پھر وہ نفس نیکی پر دوام پکڑ لیتا ہے' تو وہ نفسِ لوامہ سے نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔ اب وہ آگے بڑھ کر اپنے معبودِ حقیقی پر راضی رہنے لگتا ہے۔ پھر قدرت اس کو اس حالت پر بھی نہیں رہنے دیتی بلکہ یہ بھی بدل دیتی ہے۔ پھر نفسِ راضیہ کو نفسِ مرضیہ سے بدل دیا جاتا ہے۔ پھر نفس جب ان تمام مراحل سے گزر جاتا ہے۔ تو نفسِ کاملہ ہو جاتا ہے۔ تو ربِ لم یزل کے خزانۂ غیب سے معرفت کی دولت عطا کئے جانے کا وقت آ جاتا ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کے خزانے آشکار ہو جاتے ہیں اور بارگاہِ صمدیت سے صدائے دل نواز آتی ہے:

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿62﴾

"اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ"۔

3...... گرتی دیوار تعمیر کرنے کا نظارہ

پھر اس کے بعد تیسرا واقعہ پیش آتا ہے۔ حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام ایسی جگہ پہنچتے ہیں جہاں دو یتیم بچوں کا خزانہ ایک دیوار کے نیچے دفن تھا اور وہ دیوار گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام بغیر معاوضہ کے اس دیوار کو تعمیر فرما دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ یتیم بچوں کی دیوار ہے۔ اس کے نیچے خزانہ دفن ہے۔ جو ان بچوں کا ہے جن کے آباء و اجداد میں ایک شخص بہت نیک ہو گزرا ہے۔ یہ دیوار شکستہ ہو کر گر رہی تھی' اگر خزانہ ان کے بالغ ہونے سے پہلے بے نقاب ہو جاتا تو لوگ اچک کر لے جاتے اور ضائع کر دیتے اور بچے اس کے استفادہ سے محروم ہو جاتے۔ میں نے دیوار تعمیر کر کے اس خزانے کو چھپا دیا ہے تاکہ بچوں کے جوان ہونے تک یہ چھپا رہے۔ جب یہ جوان ہوں گے تو خود خزانہ نکال کر اس سے استفادہ کریں گے اور فائدہ دیں گے۔

تو یہ مرید کے روحانی سفر کی تربیت کے سلسلہ میں مرشدِ کامل کا آخری قدم ہوتا ہے۔ جب یہ منازل طے ہوتی ہیں تو سالک تہجد کے لئے اٹھتا ہے' کبھی ذکر کرنے بیٹھتا ہے' کبھی مراقبات میں سے گزرتا ہے اور ریاضت و مجاہدے کرتا ہے۔ تو اس دوران سالک کو مختلف رنگوں کے انوارات دکھائی دیتے ہیں۔ پھر ان انوارات کی مختلف سمتیں ہوتی ہیں جن کو صاحبِ حال ہی دیکھ سکتا ہے صاحبِ قال نہیں۔ ﴿63﴾

(ان کی تفصیلی بحث انشاء المولیٰ لطائف کے باب میں بیان کی جائے گی)

ان حقائق سے انکار بالکل اسی طرح ہے جیسے کسی شخص نے زندگی بھر پھل نہ کھایا ہو اور پھل کے ذائقے کا انکار کرتا پھرے۔ یہ چیزیں دیکھنے اور چکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ تیراکی کا فن پڑھنے سے نہیں' بلکہ تالابوں میں کودنے سے آتا ہے۔ وہ شخص جس نے دریاؤں اور تالابوں میں کبھی ڈوب کر کبھی تیر کر نہ دیکھا ہو وہ تیراکی کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے۔ جو اس معرفت اور طریقت کے سمندر میں غوطہ زن نہیں ہوا وہ ان چیزوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کم بخت! تو نے پی ہی نہیں

جب سالک ذکر کے دوران انوارات کا مشاہدہ کرتا ہے تو سمجھتا ہے میں نے کئی مقامات طے کر لئے ہیں۔ پھر زیارات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ رات خواب میں انبیاء واولیاء کی روحانی تربیت کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر کبھی ایسا کرم ہوتا ہے خواب والا تعلق دن کو جاگتے ہوئے بھی نصیب ہو جاتا ہے' تو سالک خیال کرنے لگتا ہے کہ میں نے ان کی بارگاہ میں بھی رسائی حاصل کرلی۔ حالانکہ یہ تو سفر شروع کرنے کی وہ گرد ہے جو پہلے چند قدموں سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ ﴿64﴾

المختصر یہ تمام چیزیں ابتدائی مراحل کی ہیں۔ لیکن نادان یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ولی کامل بن گیا۔ میں نے بہت کچھ پالیا۔ پھر جب تھوڑے تھوڑے خزانے ملتے ہیں تو وہ ان کو سنبھال نہیں سکتا۔ وہ ان کا اظہار شروع کر دیتا ہے۔

تو اگر روحانی بلوغ سے پہلے اظہار ہو جائے اور روحانیت کے شباب تک پہنچنے سے پہلے یہ خزانہ ننگا ہو جائے تو اسے پھر کچھ نہیں ملتا۔ اچکنے والے اچک کر لے جاتے ہیں۔ تو یہ مرشدِ کامل کا کام ہوتا ہے کہ وہ مرید کے خزانۂ معرفت کو دیوار کے نیچے چھپائے رکھے۔ جب تک کہ وہ خود نکالنے کے قابل نہ ہو جائے۔ اس لئے مرید سالہا سال بیعت کے بعد تکالیف و محن کے باوجود شکوہ کرتے ہیں کہ اتنی مدت ہو گئی لیکن ہمیں کچھ نظر نہیں آیا۔ اس بے چارے کو یہ خبر نہیں کہ نظر نہ آنا کچھ نہ ملنے کی علامت نہیں۔ بلکہ چھپانے والے نے چھپا رکھا ہے۔ یہ اس وقت دکھایا جائے گا جب دکھانے کا مناسب وقت آئے گا۔

اگر ایک شخص گاڑی میں سفر کر رہا ہو اور گاڑی کی سب کھڑکیاں اور شیشے بند ہوں' دائیں بائیں کچھ دکھائی نہ دیتا ہو' تو وہ یہ سمجھے کہ میں ابھی پہلے سٹیشن پر ہی ہوں۔ میری گاڑی آگے گئی ہی نہیں' تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اگر دائیں بائیں کچھ نظر نہیں آرہا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سفر طے نہیں ہو رہا۔ ممکن ہے گاڑی والے نے کھڑکیوں پر پردے ڈال رکھے ہوں کہ پردے اس وقت اٹھیں جب منزلِ مقصود آجائے۔

تو مرشدِ کامل سالک کو اس خزانے سے اس وقت تک باخبر نہیں ہونے دیتا جب تک وہ روحانیت کے اعتبار سے بچہ رہتا ہے۔ مرشدِ کامل اس کے حصے کا خزانہ چھپائے رکھتا ہے۔ اور جب وہ روحانی اعتبار سے بالغ ہو جاتا ہے تو پھر اوپر کے پردے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور خزانہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ خزانہ جب روحانی بلوغ پر جاکر ظاہر ہو تو پھر اس خزانے سے وہ خود بھی متمتع ہو تا ہے اور مخلوقِ خدا بھی اس سے سیراب ہوتی ہے۔ پھر ان خزانوں کو استعمال کر کے وہ سالک درجاتِ ولایت طے کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ولایت کے آخری مقام "مقامِ عبدیت" پر متمکن ہوتا ہے جو کہ ولایت کا آخری مقام ہے۔ اسی کے بارے میں قلندرِ لاہوری فرماتے ہیں۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

یہ سب چیزیں مرشدِ کامل کی صحبت سے ہی ممکن ہیں۔ اگر انسان ان کو از خود حاصل کرنا چاہے تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اگر مرشد کامل کی تربیت' توجہ خواہ ظاہری ہو یا باطنی' اور نسبت و ارادت کا فیض شاملِ حال نہ ہو تو بڑے بڑے سالکین باوجود محنتوں اور مشقتوں کے روحانی سفر کو اس کامیابی سے طے نہیں کر سکتے جس طرح مردِ کامل کی زیرِ تربیت طے کرنے والا طے کرتا ہے۔

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند
مستِ شراب و عشق بیک آہ می رسد

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محدثین و فقہاء باوجود جملہ کاوشوں کے مردانِ خدا کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ کیونکہ جب تک کوئی اس راہ کے شناسا کا دامن نہ تھامے وہ اس راہ کی منزلوں کو طے نہیں کر سکتا۔ بلکہ شیطان راستے میں ہی اس کے ایمان کو اچک کرلے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کے ظاہر و باطن کا صحیح فہم اور عمل کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰس ﷺ۔

باب نمبر 4

مرشدِ کامل کی تربیتی ضرورت

مرشدِ کامل کی تربیتی ضرورت بھی دو جہتوں کے اعتبار سے ہے۔

۱...... شعورِ انسانی کی تربیت۔

۲...... نفسِ انسانی کی تربیت۔

وہ تربیت جو مرشدِ کامل کی توجہ اور اس کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے' تاکہ اسے وہ ارتقاء اور کمال نصیب ہو سکے جو کوششوں سے میسر آنا چاہئے' وہ تربیت کسی اور ڈھب اور روپ میں ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا نفسِ انسانی اور شعورِ انسانی کی تربیت صرف اور صرف مرشدِ کامل کی صحبت اور توجہ پر ہی منحصر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں قرآنِ کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کی بات کی ہے وہاں حضور سید المرسلین ﷺ کی صحبتِ فیض بار کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴿65﴾

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے"۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ

محمد ﷺ اللہ عز و جل کے رسول ہیں اور جن لوگوں کو حضور نبی رحمت ﷺ کی معیت کا فیض نصیب ہو گیا وہ بھی باکمال صلاحیتوں کے مالک ہو گئے۔ان کی حالت یہ ہے کہ کفر کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آپ ان کو دن کے اجالوں میں پہاڑوں اور پتھروں سے بھی سخت دیکھتے ہیں لیکن شب میں ان کے خلوت کدوں میں جھانک کر دیکھیں تو یہی ہیں جو رکوع و سجود میں رو رو کر براحال کئے بیٹھے ہیں۔یہ اتنے نرم دل نظر آتے ہیں کہ شاید روئی کے گالے بھی اتنے نرم نہ ہوں گے۔رو رو کے ان کی ہچکیاں اور آنسو نہیں تھمتے۔کسی اور غرض سے نہیں صرف محبوب کی رضا کے متلاشی ہیں۔ان کے سجدوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا زبان حال سے کہتے ہیں۔

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی' مجھے ہوش کب تھا سجود کا
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی' جو میں جھک رہا تھا نماز میں

ان کی نمازوں کا مقصد صرف محبوب کی رضا کی تلاش تھی' اس کے دیدار کی طلب تھی۔کہیں پہاڑوں سے ٹکرا گئے' کہیں سمندروں میں غوطہ زن ہو گئے اور کہیں آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یہ سیرتیں اور جذبے صحبت کے فیض کے بغیر میسر نہیں آ سکتے۔از خود ان کی سیرتیں نہیں بنیں بلکہ حضور سید عالم ﷺ کی صحبتِ اثر بار اور تزکیہ سے میسر آئیں۔

قرآن مجید کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ نفس اور شعور کی اخلاقی و روحانی تربیت شیوخِ کاملین کی صحبت و معیت کے بغیر ممکن نہیں۔تو جو شخص شعور و نفس کی تربیت کا خواہاں ہے اس

کے لئے مرشدِ کامل ناگزیر ہے۔ کیونکہ مردِ کامل کی صحبت کے بغیر شعورِ انسانی اور نفسِ انسانی کو بلوغ و کمال اور تزکیہ و تصفیہ میسر نہیں آسکتا۔

انسان کا نفس

خواجہ شمس العارفین فرماتے ہیں:

"انسان کا نفس ریچھ کی مانند ہے اور سالک قلندر کی مانند۔ مرید کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے نفس کے خلاف اسی طرح کوشش کرے جس طرح قلندر ریچھ (نفس) کے ساتھ گتھم گتھا ہو جاتا ہے تاکہ خدا اسے نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔ صوفیاء کے نزدیک ایسی کوشش جہادِ اکبر کہلاتی ہے"۔ ﴿66﴾

قَدْ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرَیْم

ایں زماں اند جہاد اکبریم

اب ان کی الگ الگ وضاحت درج ذیل ہے۔

1...... شعورِ انسانی کی تربیت

ہر انسان کا شعور اپنے اندر تین رخ رکھتا ہے۔ بعض افراد کے شعور پر جذبہ کا پہلو غالب ہوتا ہے، بعض کے شعور پر ارادے اور بعض کے شعور پر ادراک کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ یہ طبعی تقسیم ہے جس میں انسان کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔

جس شخص کے شعور پر فطرتاً اور طبعاً جذبے کا پہلو غالب ہو اس کی روحانی تربیت میں درد و سوز، عشق و محبت اور ذوق کی کیفیت غالب ہوتی ہے۔ اسے جو کمال درد و سوز اور عشق کے مراحل سے گزر کر حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور حال میں نصیب نہیں ہوتا۔ پھر عشق و محبت کے اپنے تقاضے، آداب اور ضروریات ہیں۔ لہٰذا اسے کمال تک لے جانے کے لئے اس کے شعور کے غالب رخ کی پہچان ضروری ہے۔ تاکہ اس کا روحانی علاج اس مناسبت سے کیا جائے جو اس کے شعور میں پہلے سے موجود ہے۔

جن لوگوں میں ارادے کا پہلو غالب ہوتا ہے ان کا تعمیل اطاعت کی طرف زیادہ

رجحان اور رغبت ہوتی ہے۔ اور جو مراحل و مدارج ان کو اتباع اور تعمیل سے میسر آتے ہیں وہ کسی اور حال اور طریقے سے میسر نہیں آتے۔

اور جن کی طبیعت اور شعور پر ادراک کا پہلو غالب ہوتا ہے ان کے روحانی مزاج میں علم و معرفت اور آگہی کی طلب کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ لہٰذا حصولِ علم اور حصولِ عرفان کی طرف ان کی طبیعت زیادہ راغب ہوتی ہے۔ اور اس ذریعے سے وہ تیزی سے مراحلِ سلوک طے کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ چیز کسی کے ماتھے پر مرتسم نہیں ہوتی کہ فلاں شخص میں فلاں پہلو غالب ہے۔ جس طرح کوئی مریض کسی طبیبِ حاذق کے پاس جاتا ہے تو یہ نباض کا کام ہے کہ اس کی نبض کو دیکھ کر اس کا مزاج متعین کرے۔ کہ آیا اس کا مزاج صفرائی ہے یا کوئی اور۔ اس کے مزاج میں کون سا پہلو غالب ہے۔ کون سی دوا اس کے مناسبِ حال ہوگی اور کون سی صحت کے لئے مضر۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ہی دوائی ایک مریض کو فائدہ دیتی ہے جب کہ دوسرے کے لئے باعثِ نقصان۔

بالکل اسی طرح شعورِ انسانی پر جو پہلو غالب ہوگا اس سے ایک روحانی مزاج تشکیل پائے گا۔ تو پھر ایسے روحانی نباض اور طبیب کی ضرورت ہوگی جو اس کی روحانی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کے مزاج کو پہچان لے۔ تو اب یہ اس روحانی طبیب کا کام ہے کہ چاہے تو سالک کو اپنی ظاہری صحبت میں بٹھا کر اس کے احوال کا جائزہ لے کر ایک نتیجہ پر پہنچے یا ہزاروں میل کی مسافت سے اپنی نگاہِ بصیرت' توجہ اور کشف سے مرید کے حال سے آگاہی حاصل کرلے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ﴿67﴾

"مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"۔

یہی روحانی تشخیص ان طبیبوں کی بارگاہ میں جا کر ہوتی ہے۔ وہ پہچانتے ہیں کہ اس کو کس قسم کی بیماری ہے' اس کا مزاج کس رخ پر ڈھلا ہوا ہے' اور اس کے شعور پر کون سا پہلو غالب ہے۔ اسے کون سے وظائف دیئے جائیں تو نفع بخش ہوں گے اور کون سے

وظائف سے روکا جائے تو فائدہ ہوگا۔ یوں تو سارے وظائف اچھے ہیں لیکن یہ طبیبِ کامل ہی جانتا ہے کہ کون سا وظیفہ اس کے لئے غذا ہے اور کون سا وظیفہ اس کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔

اگر معدہ خراب ہو اور آدمی نے یہی سن رکھا ہو کہ مرغ گوشت اور پھل وغیرہ کھانے سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر نظامِ انہضام درست نہ ہو تو جس قدر مقوی غذائیں کھائے گا وہ غذائیں اس کے لئے مزید تباہی کا باعث بنیں گی۔ تو یہ طبیب کا کام ہے کہ وہ بتائے کہ کون سی غذا مریض کے موافق ہے اور کون سی مخالف۔

لہٰذا سالک اگر شعور کی تربیت کے لئے اس روحانی طبیب کی بارگاہ میں رجوع نہ کرے جو اس کی روحانی افزوات اور طبعی کیفیات سے آگاہ ہو' اس کے لئے اوراد و وظائف متعین کر سکتا ہو اور بعض وظائف سے روک سکتا ہو' اس وقت تک نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ ثواب تو ہر نیک کام کا ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن روحانی سفر کی منازل اور سلوک کے مراتب طے نہیں ہوتے۔ اس شخص کی مثال اس جانور کی طرح ہے جو اپنے کلے کے ارد گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا سفر اس دائرے سے ایک قدم بھی باہر نہیں ہوتا۔

عوام الناس اور وظائف

بے شمار لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ کسی کتاب میں وظیفہ پڑھا اس کا ورد شروع کر دیا۔ جس کسی سے ملے اس سے کہا جی! کوئی وظیفہ بتا دیں اس کے بتانے پر وہ بھی لسٹ میں شامل کر لیا۔ ایک وظیفہ حافظہ کا' ایک فراخیٔ رزق کا' ایک بیوی بچوں کے فرماں بردار رہنے کا۔ الغرض جتنے زندگی کے مسائل ہیں اتنے ہی وظائف ہو گئے۔

اور جو لوگ دنیاوی اغراض کے لئے وظائف نہیں کرتے تو ان کا سارا دن اوراد و وظائف میں ہی گزرتا ہے تو سوائے ثواب کے کچھ میسر نہیں آتا۔ اور بعض اوقات نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زبان تو کثرت سے چلتی رہتی ہے لیکن یکسوئی میسر نہیں ہوتی۔ تو یہ طبیبِ کامل کا کام ہے کہ ممکن ہے وہ ایک ہی خوراک دے کر باقی تمام ادویہ سے بے نیاز کر دے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تو سالکینِ طریقت پر لازم ہے کہ وہ کسی مردِ کامل کی بارگاہ میں جائیں۔ ممکن ہے وہ وظائف سے نجات دلا کر ایک ہی وظیفہ میں کام کر دے۔ پس طبیبِ کامل سے اپنا علاج کروانے اس کی صحبتِ فیض بار میں بیٹھ کر فیض حاصل کرنے اور از خود کاوش کرتے رہنے کے درمیان یہی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کہ وہ سب کچھ چھڑا دیتا ہے اور تشخیص کر کے ایک ہی نسخہ تجویز کر دیتا ہے۔ جس سے روحانی امراض کا ازالہ ہوتا ہے۔

2...... نفسِ انسانی کی تربیت

جس طرح شعورِ انسانی کی تربیت مرشدِ کامل کی صحبت اور توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح نفسِ انسانی کی تربیت بھی مرشدِ کامل کی توجہات پر منحصر ہے۔ کیونکہ نفسِ انسانی دو طرح کی قوتوں کا حامل ہے۔

ا...... ملکیت۔ ۲...... بہیمیت۔

ملکیت سے مراد فرشتوں جیسی خاصیت جو انسانی نفس میں موجود ہے اور بہیمیت سے مراد جانوروں جیسی خاصیت' یہ بھی انسان کے اندر پائی جاتی ہے۔ ملکیت نیکی' تقویٰ اور پرہیز گاری کی طرف لے جائے گی اور بہیمیت گناہ' حرص اور لالچ کی طرف لے جاتی ہے۔ اور یہ بھی انسان کے نفس میں ودیعت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴿68﴾

"پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی"۔

تجاذب واصطلاح

بعض لوگوں کے نفس کی طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی ملکی قوت اور بہیمی قوت کا مسلسل ٹکراؤ رہتا ہے۔ اور ہر وقت دونوں کی آپس میں ٹھنی رہتی ہے۔ ان کے نفس کے روحانی مزاج کو تصوف کی اصطلاح میں "تجاذب" کہتے ہیں۔

جب کہ بعض لوگوں کے نفس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ان کی ملکی قوت اور بہیمی قوت دونوں موجود تو ہوتی ہیں لیکن ان میں تصادم اور ٹکراؤ نہیں ہوتا بلکہ ہم آہنگی اور سازگاری ہوتی ہے۔ ملکی قوت انسان کو اپنی طرف اوپر کھینچتی ہے اور بہیمی قوت نیچے کی طرف۔ اس صورت میں یوں ہوتا ہے کہ ملکی قوت اپنے مقام سے کچھ نیچے آجاتی ہے اور بہیمی قوت اپنے مقام سے کچھ اوپر چلی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو یہ کیفیت میسر ہو اس کو اصطلاحِ تصوف میں "اِصْطِلَاحْ" کہتے ہیں۔

جن کے نفس کی کیفیت تجاذب کی ہو ان کے روحانی احوال کے تقاضے' ان کی تربیت کے انداز اور شرائط و آداب مختلف ہوتے ہیں۔ اور جن کے نفس کی کیفیت اصطلاح کی ہے ان کے روحانی احوال' نفس کی کیفیات اور تربیت کے شرائط و آداب مختلف ہوتے ہیں۔

تو جب تک یہ متعین نہ ہو کہ اس کے نفس کی کیفیت تجاذب کی ہے یا اصطلاح کی' اس کو تربیت کی صحیح ڈگر پر چلانا ممکن نہیں ہے۔ اور انسان ان کو اپنے تئیں متعین بھی نہیں کر سکتا۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن کو ربِ لم یزل یہ صلاحیت عطا فرماتا ہے کہ وہ طویل غور و خوض' نفس کے مشاہدات اور تجربات کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

لیکن اگر بالفرض پتہ بھی چل جائے کہ میرے شعور اور نفس کی یہ کیفیت ہے تو اس کے علاج کی اسے کیسے خبر ہوگی۔ لہٰذا اس کے نفس کی کیفیات کو متعین کر کے اس کے لئے مخصوص ریاضتوں کا مختص کرنا' مخصوص اوارد و وظائف تجویز کرنا اور بعض سلاسلِ طریقت میں جانے کا حکم دینا اور بعض سے روکنا' یہ سب کچھ طبیبِ کامل کی طرف رجوع کرنے پر منحصر ہے۔ جس طرح ظاہری صحبت میں بٹھا کر یہ تربیت ممکن ہے اسی طرح دور رہ کر بھی اپنی بصیرت سے یہ تربیت ممکن ہے۔ تو اس انداز میں شعور اور نفس کی تربیت ہوتی ہے۔

حضرت گنج شکر اور جنید بغدادی کے پوتے

ایک مرتبہ حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ العزیز حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے پوتے سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جب اس غار کے دروازے پر پہنچے جس

میں وہ عزلت گزیں تھے' تو ندا آئی کہ ادھر نہ آؤ۔ پس آپ نے تعمیل فرمائی۔ پھر تیسرے دن دونوں بزرگوں نے ملاقات کی۔ حضرت گنج شکر نے پوچھا کہ اس دن آپ نے ملاقات سے کیوں منع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کہ اس دن مجھ پر ایک حالت طاری تھی کہ اگر آپ اندر آتے تو جل جاتے۔ پھر باوا صاحب نے ان کے نفس کی حالت پوچھی تو انہوں نے کہا یہ میرا اکٹا ہوا پاؤں جو آپ دیکھتے ہیں شامتِ نفس ہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنی عمر کے تیس سال اسی غار میں یادِ الٰہی میں گزار دیئے۔ ایک دن ایک چرواہن اس پہاڑ پر ریوڑ چرا رہی تھی۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تو چاہا کہ اس سے ملوں۔ جب اس نیت سے میں نے غار سے باہر قدم رکھا تو غیب سے آواز آئی کہ اے درویش! تو ہماری دوستی سے منہ موڑ کر نفسانی تقاضوں میں مشغول ہو گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں غار میں لوٹ آیا۔ توبہ کی اور وہ پاؤں جو غار سے باہر رکھا تھا کفارہ کے طور پر کاٹ کر پھینک دیا۔ اب مجھے پچاس سال گزر چکے ہیں کہ میں عبادت وریاضت میں مشغول ہوں لیکن نفس کے شر سے ایمن نہیں۔ ﴿69﴾

تو معلوم ہوا کہ نفس عبادت وریاضت سے نہیں مرتا بلکہ مرشد کی نگاہ سے اسے فنا ملتی ہے۔ اور نفسِ امارہ سے نفسِ لوامہ کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔ پھر بڑھتے ہوئے نفسِ مطمئنہ کے زمرے میں داخل ہوتا ہے اور جب اس سے بھی آگے بڑھتا ہے تو راضیہ مرضیہ کے مقامِ رفیع پر فائز ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ مرشد کامل بھی ہوتا ہے اور مرید صدقِ دل سے اس کی جانب راغب بھی' لیکن مرشد کے کامل ہونے کے باوجود مرید کو وہاں سے فیض نصیب نہیں ہوتا اور ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد مرشد کامل اپنے سالک سے کہہ دیتا ہے کہ تو فلاں جگہ چلا جا' تیرا فیض وہاں متحقق ہے۔ تو جب مرشدِ کامل اور مرید میں نفس و شعور کی مطابقت نہ ہو' جب تک روحانی ذوق کی مناسبت نہ ہو' اس وقت تک فیض کامل طریقے سے منتقل نہیں ہو سکتا۔ انتقالِ فیض کے لئے مرشد و مرید کے روحانی اذوات میں مناسبت ضروری ہے۔ اس میں نقص مرشد کا ہے نہ مرید کا۔

سلاسلِ طریقت کا وجود

اسی وجہ سے سلاسلِ طریقت جدا جدا وجود میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مشائخ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ روحانی اذوات متعین کیے جائیں اور پہچانا جائے کہ اس کے اندر نقص کیا ہے جو منازلِ سلوک کے طے کرنے میں رکاوٹ کا سبب ہے۔ تاکہ اس کی نشان دہی کر کے اس کا علاج کیا جائے۔

حضور ﷺ کا طریقۂ تربیت

یہ طریقہ آج کل کا طریقہ نہیں ہے بلکہ حضور نبی رحمت ﷺ کی صحبتوں اور توجہات میں یہی طریقہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ﷺ نے تجاذب و اصطلاح کی اصطلاحات کو بیان نہ فرمایا۔ لیکن حضور سید المرسلین ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں بھی یہی اسلوب تھا۔ مثال کے طور پر چند احادیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ......الخ۔ ﴿70﴾

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کی گئی کہ تمام اعمال میں افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا"۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ......الخ۔ ﴿71﴾

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور سیدِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا' میں نے عرض کی پھر' فرمایا: والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا' میں نے عرض کی پھر' فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِہٖ﴿72﴾

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ آقا! تمام اعمال میں افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا''۔

تو حضور نبی رحمت ﷺ نے ایک ہی سوال پر کئی جوابات ارشاد فرمائے۔ کیونکہ آپ ﷺ طبیبِ کامل اکمل و مکمل تھے۔ ہر آنے والا اپنی اپنی مرض لے کر آرہا تھا سوال تو ہر ایک نے کر دیا کہ بہتر عمل کون سا ہے۔ جواب ہر ایک کو جدا جدا دیا۔ کیونکہ طبیبِ کامل کی نظر مریض کے حال پر تھی۔ جس کو دیکھا کہ نماز میں ملازمت و مدامت نہیں کرتا اسے فرمادیا نماز سب سے بہتر عمل ہے۔ جس کو دیکھا کہ اس میں کمزوری و بزدلی ہے' اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے مقابلہ میں اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کو فرمایا جہاد سب سے بہتر عمل ہے۔ اور جسے دیکھا کہ والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے اسے فرمایا خدمت والدین سب سے بہتر عمل ہے۔ بیان تو ہر کسی نے کر دیا کہ طبیب صاحب! میرے سر میں درد ہے۔ لیکن کسی کو نزلہ زکام کی وجہ سے درد تھا' کسی کو معدے کی خرابی کی وجہ سے اور کسی کو سردی لگنے کی وجہ سے۔ کئی اسباب تھے ہر ایک نے ایک ہی شکایت کی کہ میرے سر میں درد ہے تو اب یہ طبیب کا کام ہے کہ وہ معلوم کرے کہ درد کا سبب کیا ہے۔

تو یہی نفس کی وہ تربیت تھی کہ ہر ایک کے مزاج کو جانتے اور اس کے مناسبِ حال علاج تجویز فرمادیتے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر صوفیاء و متصوفین عمل پیرا ہیں۔ جب کوئی ان کی صحبت میں جاتا ہے وہ اس کے نفس کی خرابی اور مرض کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کے مناسبِ حال اس کا علاج تجویز فرمادیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے کہ مرشدِ کامل کس طرح نفس کی کیفیت کو پہچان کر علاج کرتا ہے۔

حضرت جنید اور ابو بکر شبلی

حضرت ابو بکر شبلی قدس سرہ العزیز توبہ کے بعد حضرت خیر نساج کی رہنمائی پر سید

الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس گوہر نایاب ہے' براہِ کرم وہ مجھے عنایت فرما دیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اگر وہ گوہر تجھے مفت دے دوں تو تم اس کی قدر و قیمت نہیں پہچان سکو گے اور اگر فروخت کروں تو تم خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ہاں اگر وہ گوہر نایاب حاصل کرنا چاہتے ہو تو معرفتِ الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہو جاؤ اور پھر صبر سے کام لو' تو بالآخر مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

شبلی کی تربیت

آپ نے حضرت جنید سے پوچھا حضور! پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا ایک سال تک دریوزہ گری کرو اور کسی دوسری چیز کے ساتھ مشغول نہ ہونا۔ چنانچہ آپ تعمیلِ حکم کرتے ہوئے بغداد کے بازاروں میں پھرتے رہے مگر کسی شخص نے آپ کو کچھ نہ دیا۔ سال گزرنے کے بعد اپنے شیخ حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں آکر تمام کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا:

"شاید اب تم نے اپنی قدر پہچان لی ہو گی۔ لوگوں کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آئندہ مخلوق میں دل نہ لگانا۔ پھر حکم دیا کہ تم نہاوند کے حاکم رہ چکے ہو لہذا جا کر وہاں کے لوگوں سے معافی مانگو"۔

چنانچہ آپ نے ایک ایک شخص سے معافی مانگی۔ البتہ ایک آدمی وہاں موجود نہیں تھا۔ اس سے معافی کے عوض آپ نے ایک ہزار دینار صدقہ کیا لیکن اس کے باوجود بھی دل میں خلش باقی رہ گئی۔ چار سال آپ نے اسی طرح گزار دیئے۔ پھر شیخ جنید کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

"ابھی تمہارے دل میں حبِ جاہ باقی ہے۔ لہذا ایک سال اور جا کر بھیک مانگو"۔

چنانچہ حکم بجا لائے اور جو بھیک ملتی وہ شیخ کی خدمت میں حاضر کرتے شیخ اسے درویشوں مین تقسیم کر دیتے۔ اور انہیں بھوکا رکھتے۔ اس طرح ایک سال بیت گیا تو فرمایا اب تم ہماری صحبت کے قابل ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ درویشوں کی خدمت کرو۔ چنانچہ ایک

سال خدمت گزاری میں مشغول رہے۔ پھر شیخ طریقت حضرت جنید نے پوچھا کہ اب بتاؤ تمہارے نزدیک اپنے نفس کا کیا مقام ہے؟ عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے اپنے آپ کو کم تر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا: "اب تمہارا ایمان درست ہوا"۔﴿73﴾

مراد حاصل شد

اس قدر مجاہدہ کے بعد پھر اس مقام کو پہنچے کہ اہلِ فقر و تصوف کے ائمہ میں شمار ہوئے یہاں تک کہ آپ کے شیخ طریقت حضرت جنید فرماتے تھے:

لِكُلِّ قَوْمٍ تَاجٌ وَ تَاجُ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ الشِّبْلِىْ

"ہر قوم کا تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج شبلی ہے"۔

نیز فرماتے:

لَا تَنْظُرُوْا اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ اَلشِّبْلِىْ بِالْعَيْنِ الَّتِىْ يَنْظُرُ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَاِنَّهٗ عَيْنٌ مِنْ عُيُوْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔﴿74﴾

"ابو بکر کو ان آنکھوں سے نہ دیکھو جن سے تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو کیونکہ یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی (بے جسم) آنکھوں میں سے ہے"۔

حضرت ابو بکر پر اکثر مستی و جذب کی کیفیت طاری رہتی مگر شرعی آداب کی پاسداری کرتے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

كَانَ يُبَالِغُ فِى الشَّرْعِ الْمُطَهَّرِ﴿75﴾

"شریعت مطہرہ کی تعظیم میں بہت زیادہ مبالغہ کیا کرتے تھے"۔

اسی قسم کی تربیت کی ایک نہایت عمدہ مثال ہمیں ماضی قریب میں بھی ملتی ہے جس میں مرشدِ کامل اپنے مریدِ صادق کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔

حضرت حسو و شاہ بلبل

ضلع جھنگ کے اندر ایک علاقہ کا نام حسو بلبل ہے۔ یہ دو اشخاص کے اسماء سے مرکب

ہے۔ حسو مرشدِ کامل کا نام ہے اور بلبل مریدِ صادق کا نام ہے۔ حضرت شاہ بلبل علیہ الرحمہ قریشی خاندان کے چشم چراغ تھے۔ ان کے ہزارہا مریدین تھے۔ آج کل جو مخادیم اس علاقہ میں سکونت پذیر ہیں وہ شاہ بلبل علیہ الرحمہ کی اولاد ہیں۔ حضرت حسو علیہ الرحمہ محنت مزدوری کرنے والے ایک غریب شخص تھے جو اس علاقے سے چار پانچ میل دور ایک دیہات میں زندگی بسر فرمارہے تھے۔ حضرت شاہ بلبل کافی عرصہ حضرت بو علی قلندر قدس سرہ العزیز کے مزارِ پر انوار پر مراقب و معتکف رہے۔ آپ نے بذریعہ کشف آگاہ فرمایا کہ اے بلبل! تو حضرت حسو کے پاس چلا جا۔ کیونکہ آپ خود بھی پیر تھے اور پیروں کی اولاد سے تھے۔ ان میں صاحبزادگی کا تصور تھا۔ اس لئے ان کو حضرت حسو کے پاس بھیج دیا جو انہی کے مریدین میں رہنے والا ایک ترکھان تھا لیکن مردِ کامل تھا۔

جب حضرت بلبل اس علاقہ میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے حضرت حسو سے ملنا ہے تو لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ حسو بھی حضرت حسو ہو گیا۔ کیونکہ وہ حال کو چھپا کر رہتے تھے۔ حضرت شاہ بلبل فرمانے لگے تمہارا مذاق سہی لیکن خدا کے لئے مجھے بتا دو۔ انہوں نے بتایا کہ وہ فلاں جگہ فلاں کھیت میں چارہ کاٹ رہے ہیں۔

شاہ صاحب ان کے پاس چلے گئے اور ان کے قدموں میں گر کر عرض کی: حضرت! مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی جگہ دے دیجئے۔ حضرت حسو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرمانے لگے شاہ صاحب آپ بھول گئے ہیں وہ کوئی اور ہو گا میں تو آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ کہنے لگے نہیں! حضرت آپ ہی ہیں۔ کافی دیر بحث و تکرار جاری رہا۔

من آں نیم کہ ز عشقِ تو پائے پس آرم
اگر بہ تیغ کشندم درِ تو نگزارم

"میں وہ نہیں کہ تیرے عشق سے باز آجاؤں' اگر تلوار سے بھی مجھ کو مارا جائے تو میں تیرا در نہیں چھوڑوں گا"۔

جب حضرت حسو علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ شاہ بلبل بھانپ گئے ہیں اور پختہ ہو گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا شاہ صاحب چلئے۔ انہوں نے چارہ کاٹ کر سر پر رکھا تو شاہ صاحب نے دیکھا

کہ چارہ کی گٹھڑی سر سے ایک بالشت اوپر تھی کیونکہ آپ کافی ضعیف تھے لیکن کرامت کا یہ عالم تھا کہ وہ سر سے ملی ہوئی نظر آتی لیکن جب غور سے دیکھا تو سر سے ایک بالشت اوپر تھی۔

شاہ بلبل کی تربیت

حضرت حسو نے گھر پہنچ کر شاہ صاحب سے فرمایا میں ایک علاج بتاتا ہوں وہ شروع کریں۔ وہ یہ ہے کہ کشکول یعنی کاسۂ گدائی لے لیں اور اس پورے علاقے میں' جہاں آپ کے مریدین رہتے ہیں' چھ ماہ تک گھر گھر جاکر خیرات مانگیں۔

ہرگز نہ شوی شیر بیابانِ طریقت
تا سگ شدہ در کوچہ و بازار نہ گردی

آپ نے شاہ صاحب کو آزمایا کہ طلب میں کہاں تک سچے ہیں۔ شاہ بلبل نے بھی ذرا تامل نہ کیا اور ان بیسیوں دیہاتوں میں جاکر ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے جن میں ان کے مریدین رہائش پذیر تھے۔

ان آبلوں کے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر

جب وہ گھر والے دروازے پر آتے اور دیکھتے کہ شاہ صاحب کھڑے ہیں تو قدموں میں گر پڑتے اور عرض کرتے حضرت! آپ ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمائیں تاکہ ہم آپ کی خدمت کریں۔ تو آپ فرماتے نہیں! اب میں حضرت نہیں رہا۔ میں تو بھکاری ہوں' خدارا مجھے بھیک دے دو۔ کوئی کیا دیتا کوئی کیا' اس طرح بھکاری بن کر چھ ماہ مانگتے ہوئے گزار دیئے۔

مقصود حاصل شد

جب حضرت حسو نے دیکھا کہ اب نفس کچلا گیا ہے' کبر و رعونت کا بت پاش پاش ہو گیا ہے' پیری و صاحبزادگی کا تصور ختم ہو گیا ہے' نفس کی تربیت ہو چکی ہے اور حضرتِ نفس کے سارے بل نکل چکے ہیں۔ تو چھ ماہ کی اس مشقتِ شاقہ سے گزارنے کے بعد شاہ صاحب

کو سینے سے لگا کر فیض یاب کر دیا اور فرمایا: اب اپنے مرکز میں چلے جائیں اور مخلوقِ خدا کی رشد وہدایت کا ساماں کریں۔

شاہ صاحب نے وہاں جاکر آبادی کی اور وہاں کچھ اور گھروندے بنے۔ جب اس آبادی کا نام رکھنا چاہا تو پہلے اپنے مرشد کا' پھر اپنے نام پر "حسو بلیل" رکھا جو اب اس علاقے کا نام ہے۔

طائرِ روحِ من اگر قدس نشیں بود چہ باک
گرچہ شود تنم ہمہ ہمچو قفس چاک چاک

"میری روح کے طائرِ بلند بال! اگر اشتیاقِ محبت میں اڑتے اڑتے حریمِ ذات کی قدسی فضا میں باریاب ہو جائے تو پھر مجھے اس کا غم نہیں' خواہ میرا جسم مجاہدہ وریاضت کے رگڑے کھاتے کھاتے پنجرے کی تیلیوں کی طرح چاک چاک ہی کیوں نہ ہو جائے"۔

صاحبزادگی کا نشہ حجابِ منزل ہے

آج کل پیر کی اولاد ہونا بھی ایک مرض کی صورت اختیار کر چکی ہے **الا ما شاء اللہ**۔ کہ جب صاحبزادگی کا خیال آتا ہے تو پھر جو کچھ کرنا چاہئے وہ خیال نکل جاتا ہے۔ اور پھر صاحبزادگی ہی رہ جاتی ہے' درویشی میسر نہیں آتی۔ بچپن سے ہی ہاتھ چومنے اور چموانے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر کچھ حاصل کرنے اور مٹ کر رہنے کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ یوں نفس تکبر ورعونت کا ایک بت بن جاتا ہے۔ اور یہی بت اس کے اور محبوبِ حقیقی کے درمیان حجاب بن جاتا ہے۔

لیکن اگر یہی صاحبزادگان کچھ حاصل کرنے کے لئے فنائیت کا راستہ اختیار کریں تو دوسرے افراد کی بنسبت مقاماتِ سلوک کو بہت جلد طے کرنے کے بعد ولایت کے اعلیٰ درجے پر متمکن ہو سکتے ہیں کیونکہ نسبت کا بھی اثر ہوتا ہے۔

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعیں رسند
مستِ شرابِ عشق بیک آہ می رسد

اس سے معلوم ہوا کہ مرشدِ کامل اپنے مرید کے احوال وامراض کو دیکھتا اور اس کے

لئے علاج تجویز کرتا ہے۔ یہ وہ صحبت اور توجہ کا فیض ہے' جو مردِ کامل سے منسلک ہوئے اور کسی مردِ کامل کی بارگاہ میں آکر اس کا مرید ہوئے بغیر کسی اور صورت میں میسر نہیں آتا۔ چاہے انسان از خود ساری زندگی مشقتیں برداشت کرتا رہے۔ تو سوائے ثواب کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اللہ کریم ہمیں ان احوال و معارف کا صحیح فہم عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین طہٰ ویس ﷺ۔

باب نمبر5

مرشدِ کامل کی اخروی ضرورت

مرشدِ کامل کی ضرورت صرف دینِ حق کی صحیح معرفت اور اعتقاد کی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی دنیوی زندگی سنوارتی ہیں تاکہ آخرت بہتر ہو سکے۔ لیکن مرشدِ کامل کا تعلق اس لحاظ سے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ تعلق اپنے متوسلین کو دنیا میں ہی فائدہ نہیں پہنچاتا' بلکہ عالمِ آخرت میں بھی نفع بخش ہوگا۔

قیامت کی ہولناکیاں

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ روزِ محشر' وہ دن ہوگا جس کے بارے میں قرآنِ عظیم یوں اعلان فرماتا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ﴿76﴾

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے''۔

اس دن ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ ہر ایک ایسی حالت میں ہوگا کہ دوسرے سے بھاگ رہا ہوگا۔ بہن بھائی سے' ماں بیٹے سے اور خاوند زوجہ سے دور بھاگ رہا ہوگا۔ اس دن لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴿77﴾ کا نظارہ کامل ہوگا ہر شخص ہیبتِ الٰہی سے تھر تھر کانپ رہا ہوگا اور جواب طلبی کا خوف مسلط ہوگا کوئی رشتہ کسی کے کام نہ آسکے گا۔

مقبولانِ بارگاہ کی عظمت

لیکن قرآن کریم شہادت فراہم فرماتا ہے کہ مرشدین کاملین کا رشتہ اس دن بھی کام آئے گا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿78﴾

”گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار“۔

یعنی وہ دوست جو دنیا میں محبت کا دم بھرتے تھے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے ساتھ نسبت وارادت رکھنے والوں کے دوست ہوں گے۔ وہ اپنی نہیں' اپنے دامن سے وابستہ رہنے والوں کی خیر منا رہے ہوں گے۔ جن کی زندگی نیکی' تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ ہو گی وہ اس ہیبت ناک دن میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دوست ہوں گے۔ جو ان سے متعلق ہو گا وہ اس دن بھی محروم نہ ہو گا۔ کیونکہ قرآنِ کریم ان کے بارے میں یوں گویا ہے:

یَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿79﴾

”ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو“۔

یعنی اے میرے بندو! تمہیں اس دن بھی دوسروں کی بہتری مقصود ہو گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے خوف کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں کسی چیز کا خطرہ اور غم نہیں ہو گا۔ پھر جب وہ خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ! یہ بندے ہم سے منسلک ہیں' ہم سے محبت کرنے والے ہیں" تو بھی ان پر کرم فرما۔ تو باری تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! میری رحمت کی وسعت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جس کے لئے تو مچل جائے اس پر میں کرم کی چادر نہ ڈالوں۔ جا اسے بھی اپنے ساتھ جنت کی بہاروں میں لے جا۔ یہ تو اس کریم کا وعدہ ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ﴿80﴾

”جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے“۔

اذنِ شفاعت

اذنِ شفاعت کے بارے میں احادیثِ طیبہ میں مختلف عبارات کے ساتھ مذکور ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ النِّسَآءُ لِلنَّبِیِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَیْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ یَوْمًا لَقِیَهُنَّ فِیْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ

فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنكُنَّ اِمْرَاَةٌ تُقَدِّمُ ثَلٰثَةً مِّنْ وُّلْدِهَا اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاثْنَيْنِ فَقَالَ اثْنَيْنِ ﴿81﴾

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مرد (آپ سے استفادہ کے لحاظ سے) ہم سے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے لئے بھی کوئی خاص دن مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے ان سے وعدہ فرمالیا۔ اس دن آپ ﷺ ان سے ملے اور انہیں نصیحت فرمائی اور انہیں احکام بتلائے۔ منجملہ اور باتوں کے آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمایا: تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے (یعنی اس کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوں) تو وہ اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے۔ ایک نے عرض کی اگر دو بچے آگے بھیج چکی ہو' آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں دو بھی (یعنی ان کا بھی یہی حکم ہے)"۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً لَّمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِّنَ النَّارِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ فَقَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ الْقُرَّآءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا اِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى ﴿82﴾

"حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے تین (بچے) آگے بھیجے اس حال میں کہ وہ نابالغ ہوں تو وہ اس کے لئے جہنم سے آڑ ہوں گے۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی: میں نے دو بھیجے ہیں۔ حضرت سید القراء ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عرض گذار ہوئے: میں نے ایک بھیجا ہے۔ فرمایا: ایک بھی (یعنی اس کے لئے بھی یہی حکم ہے) لیکن یہ (صبر) اول صدمہ کے وقت ہو تو (کیونکہ مرورِ وقت کے ساتھ صبر آ ہی جاتا ہے)"۔

پھر دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا جن والدین کا ناتمام بچہ پیدا ہو کر مر گیا ہو' وہ

ناتمام بیٹا بھی قیامت کے دن والدین کے حق میں شفاعت کرے گا۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا جھگڑا کرے گا جیسے قرض خواہ کسی قرض دار سے' یہاں تک کہ فرمایا جائے گا: اَیُّھَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّہٗ

"اے کچے بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا"۔﴿83﴾

اس قسم کی متعدد امثلہ کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ تو جہاں اس دن ہیبت و جلال زوروں پر ہوگا تو وہاں رحمت اور بخشش بھی کمال عروج پر ہوگی۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

بخشش کا دارومدار اعمال پر نہیں محض اس کے فضل و کرم پر ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا لَا یُدْخِلُ الْجَنَّۃَ اَحَدًا عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِمَغْفِرَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ﴿84﴾

"اے میرے غلاموں! راہ راست اختیار کرو' اللہ تعالیٰ کا قرب چاہو اور خوش رہو۔ کیونکہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! (ﷺ) آپ کا عمل بھی۔ فرمایا: ہاں میرا عمل بھی' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دامن مغفرت ورحمت میں ڈھانپ لے"۔ع

رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ بہانہ می جوید۔

رحمتِ خداوندی بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے۔اعمال کے ڈھیر تلاش نہیں کرتی' چاہے تو ادنیٰ سی نیکی پر درِ رحمت کو وا کردے' چاہے تو ادنیٰ سے گناہ پر گرفت کرلے۔

تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُہٗ
بِعَفْوِکَ رَبِّیْ کَانَ عَفْوُکَ اَعْظَمَا

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے قیامت کے دن بھی اپنے متوسلین کے لئے رب کریم کے دربار سے بخشش کا سامان فراہم کر رہے ہوں گے۔ دنیا کی ہر دوستی حتیٰ کہ

ماں باپ کا رشتہ بھی فانی ہے۔ لیکن اگر کوئی دوستی باقی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں کی دوستی ہے۔ اس کو فنا نہیں۔ یہ دنیا میں بھی کارگر ہے اور عالم آخرت میں بھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ﴿85﴾

''حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی قوم سے محبت رکھے لیکن اسے نہ پائے (یعنی تقویٰ اور عمل میں ان کے برابر نہیں' ان کی صحبت میسر نہ آسکی یا اعمال کی بنا پر ان جیسا نہ ہو سکا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے''۔

محبت رسول کا صلہ

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ كَثِیْرِ صَلٰوةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴿86﴾

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) قیامت کب ہو گی؟ فرمایا: تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کی: میں نے نماز' روزہ اور صدقہ کی کثرت کے ذریعے تو کوئی تیاری نہیں کی۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تو ان کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہے''۔

یعنی دل سے اگر اللہ کے بندوں سے محبت ہو گی تو قیامت کے دن اس محبت کرنے

والے کا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا۔ جس کسی کو جس کسی سے محبت ہو گی اس کو اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ تو پھر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کو اعمال کی کمی کے باعث پریشان دیکھ کر کس طرح خاموش رہ سکیں گے؟ ان کی شفقت کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اپنے نامہ اعمال سے نیکیاں نکال نکال کر اپنے متوسلین کی نیکیوں کی کمی کو پورا کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ اس کا تعلق جوان سے ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات بھی تعلق کا حیا فرمانے والی ہے۔

کرم ہی کرم

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ ﴿87﴾

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو شخص ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت ہو گئی۔ ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب ہے' تو اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن (ایک مقام پر) جمع فرمائے گا۔ اور فرمائے گا: یہ ہے وہ شخصیت جس کے ساتھ تو (دنیا میں) میری رضا کی خاطر محبت کیا کرتا تھا“۔

یعنی اس کو دنیا کے مال اور جاہ و منصب کی خاطر اس سے محبت نہیں بلکہ اس لئے محبت ہو گئی کہ وہ مقبولِ بارگاہِ خداوندی ہے۔ حالانکہ ان کی آپس میں ملاقات بھی نہ ہو سکی۔ ممکن ہے ایک کا زمانہ کئی صدیاں پہلے بیت گیا ہو اور کئی صدیوں بعد آنے والا اس بندے سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک کو پکڑ کر اپنے اس بندۂ خاص سے ملا دے گا تو وہ بندہ حیران ہو گا کہ کہاں میں اور کہاں یہ مردِ کامل!۔ تو فرمایا جائے گا اے بندے! تو اپنے اعمال کی بنا پر تو اس قابل نہ تھا کہ تجھے اس کے ساتھ کھڑا کیا جاتا۔ لیکن یہ وہی ہے جس سے تو میری خاطر محبت کیا کرتا تھا۔ چونکہ تو نے میری خاطر میرے بندے سے محبت کی' آج میں اپنی محبت کی خاطر تجھے اس کے ساتھ

ملا رہا ہوں۔

محبت واجب ہو گئی

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَآبِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِدِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ ﴿88﴾

یعنی اے محبوب! (ﷺ) ان سے محبت کرنا میرے ذمہ کرم پر لازم ہو گیا جو آپس میں میری خاطر محبت کرتے ہیں۔ میں ان سے اپنی محبت کی خاطر محبت کرتا ہوں جو دور دور سے چل کر میری رضا کی خاطر ایک مجلس میں میرا ذکر اور تیری رس بھری باتیں' میری رحمت کی خوش خبریاں سننے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں' ان سے بھی محبت کرنا میں نے اپنے ذمہ کرم پر لازم کر لیا ہے۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے گرے تھے جو میرے عرقِ انفعال کے

اور جو میری رضا جوئی کے لئے میرے بندوں کی زیارت کے لئے دور دراز کا سفر کر کے جاتے ہیں اس لئے کہ فلاں جگہ میرا بندہ رہتا ہے۔ اس کا چہرہ تکنے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے جاتے ہیں تو میں ان سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اور اے پیارے حبیب! ان لوگوں کو بھی خوش خبری سنا دیں کہ میں ان بندوں سے بھی محبت کرتا ہوں جو میری رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ احسان جتانے اور زیر بار کرنے کے لئے نہیں بلکہ کسی غریب کو غربت سے نجات دلا دیتے ہیں۔ کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کر دیتے ہیں' صرف اس لئے کہ ربِ کریم اور اس کا محبوب راضی ہو جائے۔

دوسرے مقام پر حضور سیدِ عالم ﷺ نے بندۂ مومن کی زیارت کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِیْ قَرْیَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰہُ لَهٗ عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَکًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَیْهِ قَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ قَالَ اُرِیْدُ اَخًا لِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ قَالَ هَلْ

لَکَ مِنْ نِعْمَۃٍ تَرُبُّھَا قَالَ لَا غَیْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُہٗ فِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ﴿89﴾

"ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے ایک فرشتے کو بٹھادیا۔ جب وہ فرشتے کے پاس آیا تواس نے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس بستی میں میرا بھائی ہے' اس سے ملنے جاتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جسے تو لینے کو جارہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے لئے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے خبر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دوست رکھا ہے جیسے تو نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کی"۔

مقبولانِ بارگاہ کی عظمت

حضور سید عالم ﷺ نے اولیاء اللہ کی شان اس انداز میں بیان فرمائی:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ اِلَی النَّاسِ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ یَااَیُّھَا النَّاسُ اسْمَعُوْا وَاعْقِلُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عِبَادًا لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ عَلٰی مَجَالِسِھِمْ وَقُرْبِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ مِنْ قَاصِیَۃِ النَّاسِ وَاَلْوٰی بِیَدِہٖ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ نَاسٌ مِّنَ النَّاسِ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ عَلٰی مَجَالِسِھِمْ وَقُرْبِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ اَنْعَتْھُمْ لَنَا یَعْنِیْ صِفْھُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لِسُوَالِ الْاَعْرَابِیِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھُمْ نَاسٌ مِّنْ اَفْنَآءِ النَّاسِ وَنَوَازِعِ الْقَبَائِلِ لَمْ تَصِلْ بَیْنَھُمْ اَرْحَامٌ مُّتَقَارِبَۃٌ تَحَآبُّوْا فِی اللّٰہِ وَتَصَآفَوْا یَضَعُ اللّٰہُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ فَیُجْلِسُھُمْ عَلَیْھَا فَیَجْعَلُ وُجُوْھَھُمْ نُوْرًا وَّثِیَابَھُمْ نُوْرًا یَفْزَعُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَفْزَعُوْنَ وَھُمْ اَوْلِیَآءُ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿90﴾

"حضور سیدِ عالم ﷺ نماز پڑھا کر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! غور سے سنو' جانو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے جو قدر و منزلت انہیں حاصل ہے اس پر انبیاء و شہداء رشک کرتے ہیں۔ لوگوں کی مجلس کے آخر سے ایک اعرابی کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے عرض کی: یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ لوگ جو انبیاء ہیں نہ شہداء' لیکن انبیاء و شہداء ان کے مقام و مرتبے کو دیکھ کر رشک فرمائیں گے' ان کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمایئے۔ اعرابی کے اس سوال پر آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک کھل اٹھا۔ اور آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا:

ان کا تعلق مختلف قبائل سے ہو گا حالانکہ ان کے درمیان کوئی قربت و رشتہ داری بھی نہ ہو گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے اور محبت میں ایک دوسرے سے مخلف ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر بچھا کر ان کو بٹھائے گا۔ ان کے چہرے اور لباس نور کے ہوں گے۔ قیامت کے دن لوگ ڈر جائیں گے لیکن انہیں کوئی ڈر نہیں ہو گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے وہ دوست ہیں جنہیں نہ خوف ہے اور نہ ہی غم گین ہوں گے"۔

تو یہ سب محبت کے تقاضے ہیں یہ محبت کرنے والوں سے پوچھو کہ محبوب کے تعلق داروں کا کتنا حیا کرنا پڑتا ہے۔

مولانا حسن رضا خان اور دیارِ نبی کا کانٹا

حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز محبوب ﷺ کے شہر خوباں مدینہ طیبہ کے صحرا میں چل رہے تھے کہ اچانک پاؤں میں کانٹا چبھ گیا تو اچانک مچل گئے اور کانٹے کو مخاطب کر کے فرمایا۔

خارِ صحرائے نبی! پاؤں سے کیا کام تجھے
آ میری جان میرے دل میں ہے رستہ تیرا

یہ تو کوئی مجنوں سے پوچھے کہ محبوب کی گلیوں کے کتوں کا کتنا حیا کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ مجنوں ایک کتے کے پاؤں چوم رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اے قیس! یہ کیا کر رہے ہو کبھی کسی نے کتے کے پاؤں کو بھی چوما ہے۔ تو وہ کہنے لگا: تمہیں کیا معلوم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ یہ کتا لیلیٰ کی گلیوں میں چل رہا تھا۔

پائے سگ بوسیدہ مجنوں، خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت ایں سگ در کوئے لیلیٰ، گاہے گاہے رفتہ بود

سگِ اصحابِ کہف

اللہ جل شانہ بھی اپنے محبوب بندوں کا تو در کنار ان کے کتوں کا بھی حیا فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو تین سو نو سال ایک غار میں محبوس رہے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ انہوں نے ہر چند اسے بھگایا لیکن وہ غار کے دہانے پر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹھنے کے انداز کو یوں بیان فرمایا:

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ﴿91﴾

"اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے بیٹھا ہے غار کی چوکھٹ پر"۔

اس کتے کا جس انداز میں ذکر کیا اس طرح قرآن کریم میں کسی اور کتے کا تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کتے کا ذکر ہے جو اس کے محبوب بندوں کی معیت میں ہے۔ اس لئے انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

فِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ الْكَلْبَ بَعْدَ فَنَآءِ هٖ فِيْ رِضَا مَوْلَاهُ يَصِيْرُ اٰلَةً لَهٗ وَلَا يَبْقٰى لَهٗ حُكْمُهٗ بَلْ يَصِيْرُ كَالْمِدْيَةِ قُلْتُ فَمَا ظَنُّكَ بِالْعَبْدِ الَّذِى انْتَصَبَ لِمُعَادَاةِ مَوْلَاهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَوْ اَسْوَاُ مِنْهُ فَالْكَلْبُ بَعْدَ طَاعَةِ مَالِكِهٖ صَارَ فِيْ حُكْمِ الْمَالِكِ وَالْمَالِكُ بِمَعْصِيَةِ مَوْلَاهُ صَارَ اَسْوَاَ مِنَ الْكَلْبِ ﴿92﴾

"اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بے شک کتا اپنے مالک کی مرضی میں فنا ہونے کے بعد اس کے لئے ہتھیار بن جاتا ہے اب اس کا وہ حکم باقی نہیں رہتا۔ بلکہ وہ بڑی چھری کی طرح ہو جاتا ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو خواہشات نفسانی کی پیروی میں اپنے مالک سے دشمنی کرنے لگے۔ اس کی مثال کتے کی طرح ہے بلکہ وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ کتا اپنے مالک کی تابع داری کی وجہ سے مالک کے حکم میں ہو جاتا ہے اور مالک اپنے رب کی نافرمانی کی وجہ سے کتے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے"۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی کا عشق

اہل محبت نسبت کا بڑا حیا کرتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:
آقا! کاش آپ کے کتے کا نام "جامی" ہوتا' کبھی بلانے کے بہانے میرا نام آپ ﷺ کی زبان پر آجاتا۔

سگت را کاش جامی نام بودے
کہ آمد بر زبانت گاہے گاہے

اس لئے اللہ تعالیٰ کے کامل وارادت قائم کرنا گناہ گار ہو کر بھی آخرت میں بڑے فوائد و عظیم برکات کا حامل ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

باب نمبر6

شیخ کامل کی پہچان

شیخ وہ ہستی اکمل ہے جو عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور محبتِ الٰہی کے نشے میں سرشار ہو کر مظہرِ صفات و کمالاتِ خداوندی بن جائے۔ جو زہد و اتقاء، صبر و رضا اور خلوص و وِلا کا پیکرِ اعلیٰ ہو، جس کا وجودِ گرامی پر توِ انوارِ خدا اور عکسِ کردارِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔ جو مقربِ اوج و مراتب سے مشرف ہو کر تصرفِ زبان و بیان میں بھی صفاتِ خداوندی اور اطوار و کردار میں سیرتِ محمدی کا عکسِ جمیل نظر آتا ہو۔

لفظِ شیخ کی تحقیق

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ "شیخ" کے لفظ کے بارے میں اپنی محققانہ رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

عِنْدَ عُلَمَآءِ الشَّرْعِ الشَّیْخُ مَنْ یُّحْیِ السُّنَّۃَ وَیُمِیْتُ الْبِدْعَۃَ وَیَکُوْنُ اَفْعَالُہٗ وَاَقْوَالُہٗ حُجَّۃً لِّلنَّاسِ وَلَوْ کَانَ شَآبًّا﴿93﴾

"علماءِ شریعت کے نزدیک "شیخ" سے مراد وہ ہستی ہے جو بدعات کا قلع قمع کر کے سنت کو حیاتِ جاودانی بخشنے کا اہتمام کرے۔ اور اس کے جملہ افعال و اقوال عوام کے لئے حجت کا درجہ رکھتے ہوں اگرچہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو"۔

شیخ بیائے مجہولہ خالص عربی زبان کا لفظ ہے دو مرتبہ بصورتِ واحد اور ایک بار بصورتِ جمع قرآنِ مجید میں استعمال ہوا ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ﴿94﴾

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا﴿95﴾

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ.........ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا﴿96﴾

مذکورہ بالا آیاتِ طیبات میں "شیخ' شیخا اور شیوخا" کے الفاظ صرف بوڑھے اور بڑھاپے کے معنی میں استعمال ہوئے۔ مگر لغوی معانی سے اس کے اصطلاحی معانی زیادہ ہیں۔

چونکہ ہمارے ہاں جو غیر مسلم مسلمان ہوا ہو' اسے بھی شیخ کہتے ہیں۔ اس لئے بعض کم علم اور تنگ نظر مفکرین نے اس کا اطلاق مشائخ پر کر دیا۔ حالانکہ عربی زبان کے شیخ اور عرفی شیخ میں ایک نمایاں فرق ہے۔

وہ یہ ہے کہ عربی زبان میں شیخ بیاء مجہولہ آتا ہے جب کہ عرفی شیخ بروزنِ میخ مستعمل ہے۔ اس لفظ کا معاملہ "شیر" اور "شِیر" کا سا ہے کتابت میں تجنیسِ خطی ہے' مگر ایک کا اطلاق ببر شیر پر اور دوسرے کا اطلاق دودھ پر ہے۔ تو اب جو شخص دودھ اور جنگلی درندہ کو ایک سمجھ لے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

شیخ کامل

خواجہ شمس العارفین قدس سرہ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

پیر وہ ہے جو مرید کو قلبی غنٰی بخشے اور دنیا کی طرف سے اس کا دل موڑ کر محبتِ الٰہی میں مشغول کر دے۔ نہ یہ کہ مال و دولت سے سیر کرے۔ پیر وہ ہے جس کا دل اوصافِ ذمیمہ سے پاک ہو کر اوصافِ حمیدہ سے منور ہو۔﴿97﴾

اس بارے میں سب سے بہتر جو تعریف کی گئی ہے وہ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے کی ہے:

اَلْوَلِیُّ فِیْ اِصْطِلَاحِ الصُّوْفِیَّةِ مَنْ كَانَ قَلْبُهٗ مُسْتَغْرِقًا فِیْ ذِكْرِ اللّٰهِ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ مُمْتَلِیًا بِحُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا يَسَعُ فِيْهِ غَيْرُهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ فَلَا يُحِبُّ

اِلَّا لِلّٰہِ وَلَا یُبْغِضُ اِلَّا لِلّٰہِ وَلَا یُعْطِیْ اِلَّا لِلّٰہِ وَلَا یَمْنَعُ اِلَّا لِلّٰہِ فَھُمْ مُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ﴿98﴾

"صوفیاء کی اصطلاح میں ولی سے مراد وہ شخص ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہے۔ وہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہتا ہے۔ کسی اور کی محبت کی اس میں گنجائش نہیں ہوتی۔ خواہ باپ ہو یا بیٹا' بھائی ہو یا دوسرے کنبہ والے' کسی سے اس کو محبت نہیں ہوتی۔ اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے۔ نفرت ہوتی ہے تب بھی خوشنودیٔ مولیٰ کے حصول کے لئے۔ وہ کسی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور نہیں دیتا تب بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے لئے۔ اس گروہ کی آپس میں محبت لوجہ اللہ ہوتی ہے"۔

ولایت کی اقسام

ولایت کی تین قسمیں ہیں: (۱) کسبی (۲) فطری (۳) وہبی۔

1 ...... طالب و مرید

وہ لوگ جو ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعے قربِ خدا حاصل کرتے ہیں اور مقامِ ولایت پر فائز ہوتے ہیں۔ اہلِ عزم و ہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے اس مقامِ رفیع پر متمکن ہو کر فائزالمرام ہوتے ہیں۔ اس کو ولایتِ کسبی کہتے ہیں۔ جس کی وضاحت حضور سیدِ عالم ﷺ نے اس ارشادِ مبارک میں فرمائی:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ.......... الخ۔﴿99﴾

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں۔ اور بندہ جب نوافل کے ذریعے میری ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ جب اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے' میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ میری بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرے تو میں اس پر نوازشات کی بارش کر دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو اسے (اپنی رحمت کی چادر میں چھپا کر) پناہ عطا کرتا ہوں"۔

اس حدیثِ مبارک کی شرح کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں:

وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ الَّذِیْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ سَمْعًا لَهٗ وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ فَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ ﴿100﴾

"اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ہمیشگی کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی سمع و بصر بن جاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان بن جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک سے سنتا ہے۔ جب یہی نور اس کی آنکھیں بن جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک سے دیکھتا ہے۔

جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو یہ ولی مشکل اور آسان' قریب و بعید میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے"۔

حضرت امام شہاب الدین محمود آلوسی قدس سرہ العزیز اس کی شرح میں یوں گویا ہیں:

وَذَكَرُوْا اَنَّ مِنَ الْقَوْمِ مَنْ يَسْمَعُ فِي اللّٰهِ وَلِلّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا وَلَا يَسْمَعُ بِالسَّمْعِ الْاِنْسَانِيْ بَلْ يَسْمَعُ بِالسَّمْعِ الرَّحْمَانِيْ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيْ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ۔۔۔۔۔ الخ۔﴿101﴾

"عرفاء (اولیائے کرام) نے ذکر کیا کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں' اللہ کے لئے' اللہ کے ساتھ اور اللہ جل وعلا سے سنتے ہیں۔ وہ سماعتِ انسانی سے نہیں سنتے بلکہ سماعتِ ربانی سے سنتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے **کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ**۔۔۔۔۔۔۔ الخ"۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں بنِ فلاں چیزے نیست

2...... مطلوب و مراد

دوسری قسم سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن کو شکم مادر میں ولایت عطا کی جاتی ہے۔ جنہیں محبوبیت کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جو مقصود و مطلوب ہیں۔ اس میں مجاہدہ و ریاضت کی شرط نہیں ہے۔ جیسے غوثِ اعظم' سلطان باہو' مجدد الف ثانی اور قطب الدین بختیار کاکی وغیرہم قدس اللہ اسرارہم۔ یہی ولایتِ فطری کہلاتی ہے اس کا تذکرہ حضور سید عالم ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ﴿102﴾

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ

نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: اے جبریل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، پس جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے، اور آسمان میں منادی کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر تمام اہلِ آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں بھی اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے"۔

جب یہ محبت نصیب ہو جاتی ہے تو وہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہے، مخلوق سے اپنے احوال کو چھپاتا ہے۔ اولیائے کرام اپنے مقامات و احوال کو چھپانا پسند کرتے ہیں، کیونکہ ان کی توجہ خالق کی طرف ہوتی ہے، تو جن کی توجہ خَلق سے خالق کی طرف ہو ان کو کیا پڑی ہے کہ وہ اپنے مدارج کو ظاہر کرتے پھریں۔

3...... کسی کی نگاہِ ناز کا پروردہ

اس سے مراد وہ ہے جو نہ ہی مجاہدہ و ریاضت کرتا ہے اور نہ ہی محبت کی نظر کے صدقے اسے ولایت ملتی ہے یعنی نہ وہ ولایتِ فطری ہوتی ہے اور نہ ہی کسبی۔ بلکہ کسی مردِ کامل کی نگاہ سے وہ مراتبِ ولایت طے کر کے مقامِ ولایت پر فائز المرام ہو جاتا ہے اس ولایت کو ولایتِ وہبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ لیکن دراصل وہ شخص شیخ کو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ جیسے ہی وہ شخص ادب سے وہاں آکر بیٹھا، حضرت نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا: اے درویش! فقراء کے پاس آدمی صفائی باطن کے لئے آتا ہے یا ظلم و جفا کرنے کے لئے؟ پس جب تم آئے ہو تو ایک نیت اختیار کرو اور سب سے پہلے حسنِ عقیدہ کو پیشِ نظر رکھو۔ جیسے ہی یہ بات شیخ نے کہی اس نے کھڑے ہو کر اقرار کر لیا۔ اور وہ چھری جو حضرت کو ہلاک کرنے کے لئے لایا

تھا' باہر پھینک دی اور صدقِ دل سے مرید ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایسا پکا مرید ہوا کہ جس کام میں بھی مشکل آ پڑتی' شیخ اس کو فرماتے۔ اپنے نفس کو مارنے میں اس نے دل و جان سے کوشش کی۔ یہاں تک کہ وہ کاملوں میں سے ہو گیا اور پنتالیس حج اس نے ادا کئے اور وہیں وفات پائی اور اس کا مزار خانہ کعبہ کے مجاوروں کے درمیان واقع ہے۔ ﴿103﴾

اسی طرح حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہِ پاک سے چوروں کا قطب ہو جانا' یا دیگر اولیاء و مقربین کی نگاہِ فیض اثر سے بدبختوں کا خوش بخت ہو جانا' بد کیش اور بد اندیش لوگوں کا راہِ ہدایت پا کر درجہ ولایت تک پہنچ جانا اسی ولایتِ وہبی کا ہی خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پھر نبی کریم ﷺ نے مردِ کامل کی پہچان بھی بتادی کہ اگر کسی کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا چاہو تو میری بتائی ہوئی نشانی دیکھ لینا' آپ ﷺ نے ان کی علامات و خصوصیات بیان فرمائیں:

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ﴿104﴾

"حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سیدِ عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: میں تمہیں ان شخصیات کے بارے میں آگاہ نہ کروں جو تم سب سے بہتر ہیں۔ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک و سلم) ضرور آگاہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے"۔

ذَكَرَ الْبَغْوِیْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ سُئِلَ مَنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ﴿105﴾

"بغوی نے ذکر کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے"۔

یعنی جن کے پاس بیٹھا جائے تو ان کی زیارت سے رب کی یاد تازہ ہو۔ جن کی محفل میں بیٹھنے سے عبادت میں لگن' ذوق و شوق اور رقت و گداز کی کیفیت پیدا ہو' اپنے گناہوں سے آگہی ہو اور جن کی محفل میں بیٹھ کر اپنی نیکیوں سے آگہی ہو ان کی محفل میں نہ بیٹھا کرو۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

چالیس ابدال شام میں

عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ اَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ وَقِيْلَ الْعَنْهُمْ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَبْدَالٌ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ ﴿106﴾

"حضرت شریح بن عبید روایت کرتے ہیں۔ اہلِ شام کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ذکر کیا گیا اور کسی نے کہا: اے امیر المومنین! اہلِ شام پر لعنت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شام میں چالیس ابدال ہوں گے جب ان میں سے ایک فوت ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو بدل دے گا۔ ان کی برکت سے بارش ہو گی' دشمنوں پر فتح نصیب ہو گی اور اہلِ شام سے ان کی برکت سے عذاب ٹل جائے گا"۔

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خِيَارُ اُمَّتِيْ فِيْ كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُ مِائَةٍ وَالْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ فلا خَمْسُ مِائَةٍ يَنْقُصُوْنَ وَلَا الْاَرْبَعُوْنَ كُلَّمَا

مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مِنْ خَمْسِ مِائَةٍ مَّكَانَهٗ وَاُدْخِلَ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنَا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ قَالَ يَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَيُحْسِنُوْنَ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْهِمْ وَيَتَوَاسُوْنَ فِيْمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ﴿107﴾

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر زمانہ میں میری امت کے اخیار پانچ سو ہوں گے اور ابدال چالیس۔ نہ پانچ سو میں کمی ہو گی اور نہ چالیس میں۔ جب کوئی ابدال دنیا سے پردہ فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے کمی پوری کر کے چالیس میں داخل فرما دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! (ﷺ) ان کے اعمال کے بارے میں آگاہ فرمایئے ارشاد فرمایا: جو ان پر ظلم کرے اسے درگذر کرتے ہیں' جو ان کے ساتھ برائی سے پیش آئے اس سے احسان کا سلوک کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے غم گساری کرتے ہیں"۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِى الْخَلْقِ ثَلَاثُ مِائَةٍ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلّٰهِ فِى الْخَلْقِ اَرْبَعُوْنَ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلّٰهِ فِى الْخَلْقِ سَبْعَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلّٰهِ فِى الْخَلْقِ خَمْسَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلّٰهِ فِى الْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ مِيْكَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِلّٰهِ فِى الْخَلْقِ وَاحِدٌ قَلْبُهٗ عَلٰى قَلْبِ اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا مَاتَ الْوَاحِدُ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الثَّلَاثَةِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْخَمْسَةِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الْخَمْسَةِ بَدَّلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ السَّبْعَةِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ السَّبْعَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةٍ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْعَامَةِ فَبِهِمْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَيُمْطِرُ وَيُنْبِتُ وَيَدْفَعُ الْبَلَاءَ﴿108﴾

"حضرت عبد اللہ بن عمر ہی سے روایت ہے کہ حضور سید العالمین ﷺ نے

فرمایا: مخلوق میں ہمیشہ تین سو اولیاء حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے۔ چالیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلبِ مبارک پر' سات ابراہیم علیہ السلام کے قلبِ مبارک پر ہوں گے۔ پانچ جبریل علیہ السلام کے قلب پر' تین میکائیل علیہ السلام کے قلب پر اور ایک اسرافیل علیہ السلام کے قلبِ مبارک پر ہوگا۔ جب ایک کا انتقال ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی کمی تین سے' تین کی کمی پانچ سے' پانچ کی کمی سات سے' سات کی کمی چالیس سے' چالیس کی کمی تین سو سے اور تین سو کی کمی عام مسلمانوں سے پوری فرمادے گا۔ ان کی برکت سے موت و حیات' بارش اور پیداوار عطا فرمائے گا اور آفات و بلیات کو دور فرمائے گا"۔

تعدادِ اولیاء اور ان کے مراتب و مقامات

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز اولیائے کرام کے مراتب و مقامات اور ان کی تعداد کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اَلنُّقَبَاءُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّالنُّجَبَاءُ سَبْعُوْنَ وَالْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ وَالْاَخْيَارُ سَبْعَةٌ وَّالْعُمُدُ اَرْبَعَةٌ وَّالْغَوْثُ وَاحِدٌ فَمَسْكَنُ النُّقَبَاءِ الْمَغْرِبُ وَمَسْكَنُ النُّجَبَاءِ مِصْرُ وَمَسْكَنُ الْاَبْدَالِ الشَّامُ وَالْاَخْيَارُ سَيَّاحُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَالْعُمُدُ فِيْ زَوَايَا الْاَرْضِ وَمَسْكَنُ الْغَوْثِ مَكَّةُ فَاِذَا عُرِضَتِ الْحَاجَةُ مِنْ اَمْرِ الْعَامَةِ ابْتَهِلَ النُّقَبَاءُ ثُمَّ النُّجَبَاءُ ثُمَّ الْاَبْدَالُ ثُمَّ الْاَخْيَارُ ثُمَّ الْعُمُدُ فَاِنْ اُجِيْبُوْا وَاِلَّا ابْتَهِلَ الْغَوْثُ فَلَا تَتِمُّ مَسْاَلَتُهٗ حَتّٰى تُجَابَ دَعْوَتُهٗ﴿109﴾

"نقباء تین سو ہیں' نجباء ستر' ابدال چالیس' اخیار سات' عمد چار اور غوث ایک ہوتا ہے۔ نقباء کا مسکن مغرب' نجباء کا مصر' ابدال کا شام اور اخیار زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ عمد زمین کے کناروں پر اور غوث مکہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ جب امورِ عامہ میں سے کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو اسے سب سے پہلے نقباء کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ پھر نجباء کی' پھر ابدال کی' پھر اخیار کی اور آخر

میں عمد کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر ان کی بارگاہ سے مسئلہ حل ہو جائے تو فبہا' ورنہ غوث کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان کی التجا بارگاہِ ایزدی میں اس وقت تک جاری رہتی ہے یہاں تک کہ شرفِ قبولیت عطا کیا جاتا ہے"۔

حضرت محی الدین بن عربی کا فرمان

آپ اولیائے کرام کے مقامات اور مراتب کا ان الفاظ کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں:

قَالَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ قُدِّسَ سِرُّہُ الْاَطْھَرُ اَلْقُطْبُ یَحْفَظُ الْمَرْکَزَ وَالْاِمَامُ الْاَیْمَنُ یَحْفَظُ عَالَمَ الْاَرْوَاحِ وَالْاِمَامُ الْاَیْسَرُ یَحْفَظُ عَالَمَ الْاَجْسَادِ وَالْاَوْتَادُ الْاَرْبَعَۃُ یَحْفَظُوْنَ الشَّرْقَ وَالْغَرْبَ وَالْجَنُوْبَ وَالشِّمَالَ وَالْاَبْدَالُ السَّبْعَۃُ یَحْفَظُوْنَ اَقَالِیْمَ الْکُرَۃِ عُلْوًا وَّسُفْلًا اَنَّ قُطْبَ الْوُجُوْدِ اِذَا انْتَقَلَ اِلَی الدَّارِ الْاٰخِرَۃِ یَکُوْنُ خَلِیْفَتُہٗ فِی الْجَانِبِ الْاَیْسَرِ مِنَ الْاَفْرَادِ دُوْنَ الْجَانِبِ الْاَیْمَنِ وَذٰلِکَ لِاَنَّ یَسَارَ الْاِمَامِ یَمِیْنٌ وَّیَمِیْنُہٗ یَسَارٌ حِیْنَ الْاِسْتِقْبَالِ اِلَی الْقَوْمِ وَفِیْہِ الْاِشَارَۃُ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿وَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ﴾ فَاِنَّ لَفْظَۃَ "مَا" عِنْدَ اَھْلِ التَّحْقِیْقِ نَافِیَۃٌ وَاَھْلُ الْیَسَارِ اَھْلُ الْجَلَالِ وَالْفَنَآءِ وَاَھْلُ الْیَمِیْنِ اَھْلُ الْجَمَالِ وَالْبَقَآءِ فَافْھَمْ ھٰذَا السِّرَّ الْبَدِیْعَ وَکُنْ مِمَّنْ اَلْقَی سَمْعَہٗ وَھُوَ شَھِیْدٌ فَاِنَّ الْمُنْکِرَ الْغَافِلَ طَرِیْدٌ عَنِ الْحَقِّ بَعِیْدٌ﴿110﴾

"حضرت محی الدین بن عربی فرماتے ہیں: قطب سے مرکزِ عالم قائم ہے۔ اس کے دو وزیر ہوتے ہیں' داہنا وزیر عالمِ ارواح کی اور بایاں وزیر عالمِ اجسام کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کے تحت چار اوتاد ہیں جو مشرق و مغرب' جنوب و شمال کے محافظ ہیں۔ اور سات ابدال اقالیم سبع کے محافظ ہوتے ہیں۔ قطب کی وفات کے بعد اس کا بایاں وزیر اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور دایاں بایاں بن جاتا ہے۔ اور نیچے سے کسی کو ترقی دے کر داہنا وزیر بنا دیا جاتا ہے۔

کیونکہ جب وہ قوم کی طرف توجہ فرماتے ہیں تو بایاں اس کا دایاں اور دایاں بایاں ہوتا ہے۔اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک اشارہ کرتا ہے ﴿وَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ اور "ما" کا لفظ محققین کے نزدیک نافیہ ہے۔ اہل یسار جلال وفنا والے ہیں اور اہل یمین جمال وبقاء والے ہیں۔ پس اس راز کو سمجھ لے اور کان دھرنے والوں میں سے ہو جا۔ کیونکہ منکر غافل مردود اور حق سے دور ہے"۔

ایک غلط سوچ کا ازالہ

ان احادیث واقوال اولیائے کرام کو بیان کرنے کے بعد دورِ حاضر کی ایک غلط سوچ کا ازالہ ضروری ہے۔ کیونکہ عامۃ المسلمین نے کم علمی اور جہالت کے باعث اولیاء وصلحاء کی ولایت کا معیار 'کرامات اور خرقِ عادت واقعات کو ٹھہرالیا ہے۔ حالانکہ یہ فکر غلط ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس کا معنی کیا ہے اور اس کو ولایت کا معیار بنایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ تو طوالت سے دامن بچاتے ہوئے ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ صحیح مفہوم واضح ہوسکے۔

عادت وخرقِ عادت

کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کام کو عادت اور دوسرے کو خرقِ عادت کا نام دیا جاتا ہے۔ جو کام معمول اور نظم کائنات کی عادت کے مطابق ہو اور عقل کی سوچ کے مطابق ہو تو اسے مطابقِ واقعہ اور موافقِ عادت کہا جاتا ہے۔ اور جو کام عقل کے مشاہدے اور تجربہ سے ہٹ کر ہو اور نظم کائنات کی عادت کے خلاف ہو اسے خلافِ واقعہ یا خرقِ عادت کا نام دیا جاتا ہے

خرقِ عادت واقعات کی چار قسمیں ہیں

(۱) استدراج (۲) کرامت (۳) ارہاص (۴) معجزہ۔

1......استدراج

وہ عجائبات اور خرقِ عادت واقعات جو کافر' عیسائی' یہودی' جادوگر اور فاسق و فاجر مسلمان کے ہاتھوں صادر ہوں اس کو استدراج کہتے ہیں۔ مثلاً فرعون کے جادوگروں کا رسیوں سے سانپ بنانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کو یوں بیان فرمایا ہے:

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿111﴾

"موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں"۔

اسی طرح سامری کا سونے کا بچھڑا بنا کر بلوانا۔ ربِ کریم فرماتا ہے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ﴿112﴾

"تو اس نے ان کے لئے ایک بچھڑا نکالا بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود تو بھول گئے"۔

جادوگروں کا ہوا میں اڑنا' آگ میں کود جانا اور پانی پر چلنا وغیرہ جب غیر مسلم سے صادر ہوتے ہوں تو استدراج کہلاتے ہیں۔ اگر خرقِ عادت واقعات ہی معیارِ ولایت ہوتے تو یہ جادوگر بہت بڑے ولی ہوتے۔

2......کرامت

کرامت سے مراد وہ عجائبات جو نبی کے امتی' مومن' احوال پر استقامت رکھنے والے اور کتاب و سنت پر عمل میں مداومت رکھنے والے کے ہاتھ سے صادر ہوں' اسے کرامت کا نام دیا جاتا ہے۔ کرامت کے حق ہونے پر قرآن شاہد ہے۔ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی کامل کی کرامت کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ......الخ۔ ﴿113﴾

"اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر

کروں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے......الخ"۔

معلوم ہوا کہ اس کے ہاتھ سے کرامت کا صدور ہوتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ کرامت اس کی علامتِ ولایت نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بلند پایہ ولی کامل ہو لیکن اس کے ہاتھ سے حسی کرامت جیسا کرشمہ صادر نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ مرتبۂ ولایت کا تقاضا ہے کہ وہ کرامت کو مخفی رکھے۔

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس کی وضاحت میں یوں رقم طراز ہیں:

لَیْسَتْ عَلَامَةُ الْاَوْلِیَاءِ مَا زَعَمَتِ الْعَوَامُ مِنْ خِرَقِ الْعَادَاتِ وَلَا الْعِلْمِ بِالْمَغِیْبَاتِ فَاِنَّهَا لَا تُوْجَدُ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ وَقَدْ یُوْجَدُ فِیْ غَیْرِهِمْ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِدْرَاجِ وَکَوْنُهٗ فِیْ بَعْضِهِمْ نَادِرًا لَا یَسْتَلْزِمُ کَوْنُ ذٰلِكَ عَلَامَةً لِّلْوِلَایَةِ کَیْفَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ نَبِیِّهٖ ﷺ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ وَقَالَ ﴿قُلْ لَّوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ﴾ وَقَالَ ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَقَدْ قَالَتِ الصُّوْفِیَّةُ الْعَلِیَّةُ الْکَرَامَةُ حَیْضُ الرِّجَالِ لَا بُدَّ اسْتِتَارُهَا وَلَا مَزِیْدَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ بِهَا وَمِنْ ثَمَّ نَدِمَ بَعْضُ الرِّجَالِ عَنْ کَثْرَةِ ظُهُوْرِ خِرَقِ الْعَادَاتِ بِاَیْدِیْهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ﴿114﴾

"عام لوگ کشف و کرامت کو ولایت کی خصوصی نشانی سمجھتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ بہت سے اولیاء کشف و کرامت سے خالی ہوتے ہیں اور کبھی بطور استدراج دوسرے لوگوں میں اولیاء کے علاوہ بھی خرقِ عادت اور انکشافِ غیبی پایا جاتا ہے (اس لئے کشف و کرامت معیارِ ولایت نہیں) اگر بعض اولیاء سے کرامت کا ظہور ہو جائے تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ کرامت معیارِ ولایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ ﴿قُلْ لَّوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ

وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کرامت تو مردوں کا حیض ہے اسے چھپانا ضروری ہے۔ کرامت کی وجہ سے ایک ولی کو دوسرے ولی پر فضیلت نہیں ہوتی۔ اسی لئے جن اولیائے کرام کے ہاتھوں کرامات کا ظہور زیادہ ہوا ان کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی"۔

مزید برآں یہ کہ اولیاء کی کرامت ان کے وصال کے ساتھ بھی منقطع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حضرت محمد احمد الشوبری الشافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كَرَامَاتُ الْاَوْلِيَآءِ لَا تَنْقَطِعُ بِمَوْتِهِمْ﴿115﴾

"اولیاء کی کرامت ان کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی"۔

3......ارہاص

اللہ تعالیٰ کے نبی کی پیدائش سے پہلے یا پیدائش کے وقت یا اعلانِ نبوت سے قبل کچھ خرقِ عادت واقعات صادر ہوں' تو ان کو ارہاص کہا جاتا ہے۔ مثلاً کعبہ کے بتوں کا سجدہ ریز ہو جانا' آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شام کے محلات کو ملاحظہ فرمانا' حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریوں کا سیر ہو کر واپس جانا وغیرہ ارہاصات کہلاتے ہیں۔

4...... معجزہ

جب اللہ تعالیٰ کا نبی دعویٰ نبوت کی صداقت کے طور پر اور کفار و منکرین کو مرعوب کرنے کیلئے اپنے ہاتھوں سے خرقِ عادت واقعہ صادر فرماتا ہے تو ایسے واقعہ کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا' سورج کا الٹا پھرا دینا اور ابوجہل کے ہاتھوں میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ اور اس قسم کے بیسیوں واقعات معجزات کہلاتے ہیں جن کا احصاء ناممکن ہے۔

حضرت بایزید بسطامی اور بیعت کا طالب

ایک شخص حضرت طیفور بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کا چرچا سن کر آپ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا' اور آپ کے پاس بیس دن قیام پذیر رہا۔ بیس دن کے

بعد بیعت کئے بغیر واپس جانے لگا۔ جب حضرت بایزید نے دیکھا تو بلا کر فرمایا: اے مسافر! تو نے اپنے آنے کا مقصد بھی بیان نہیں کیا اور چل دیا۔ تو عرض کرنے لگا: حضرت! آپ کی ولایت کا چرچا سن کر بڑی دور سے بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا' اتنے دن آپ کی صحبت میں گذارے لیکن کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ تو یہ سن کر آپ نے فرمایا: میری ایک بات کا جواب دے دے اس کے بعد تجھے اختیار ہو گا چاہے تو جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میری صحبت میں تو نے بیس دن گذارے' صبح و شام میری صحبت میں رہا' کیا تو نے کسی لمحہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی سنتِ مبارک کے خلاف دیکھا؟ عرض کی: حضور ﷺ کی سنت کے خلاف تو کچھ نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: جا پھر اس سے بڑھ کر ہمارے پاس کوئی کرامت نہیں کیونکہ

اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ ﴿116﴾

تو معلوم ہوا شریعتِ الٰہی اور سنت نبوی پر استقامت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیمات کو حرزِ جاں بنانا اور کبھی سنت مصطفیٰ ﷺ کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرنا اور اپنے آپ کو سرکارِ دوعالم ﷺ کے سپرد کر دینا' جس طرح غلام اپنے آپ کو آقا کے سپرد کر دیتا ہے' یہی چیز سب سے بڑھ کر معیارِ صالحیت' معیارِ ولایت اور معیارِ کمال ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے شیخ اور سجادہ نشین کے بارے میں فرمایا کہ سجادہ نشین کے لئے ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے جس میں یہ بارہ خصلتیں نہ ہوں اس کا مسندِ ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہرگز جائز نہیں:

قَالَ شَیْخُنَا وَقُدْوَتُنَا اِلَی اللّٰہِ الشَّیْخُ عَبْدُ الْجِیْلِیْ لَا یَجُوْزُ لِشَیْخٍ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی سَجَادَۃِ النِّھَایَۃِ وَیَتَقَلَّدُ بِسَیْفِ الْعِنَایَۃِ حَتّٰی یَکْمُلَ فِیْہِ اثْنَتَا عَشَرَۃَ خَصْلَۃً خَصْلَتَانِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَخَصْلَتَانِ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَخَصْلَتَانِ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَخَصْلَتَانِ مِنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَخَصْلَتَانِ مِنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَخَصْلَتَانِ

مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاَمَّا اللَّتَانِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى يَكُوْنُ سَتَّارًا غَفَّارًا وَاَمَّا اللَّتَانِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ يَكُوْنُ شَفِيْقًا رَفِيْقًا وَاَمَّا اللَّتَانِ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكُوْنُ صَادِقًا مُتَصَدِّقًا وَاَمَّا اللَّتَانِ مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكُوْنُ اَمَّارًا نَهَّآءً وَاَمَّا اللَّتَانِ مِنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكُوْنُ طَعَّامًا لِلطَّعَامِ مُصَلِّيًا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَاَمَّا اللَّتَانِ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكُوْنُ عَالِمًا شُجَاعًا ﴿117﴾

”دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھے' عیب پوشی اور رحم دلی۔ دو خصلتیں حضور سید عالم ﷺ سے سیکھے' شفقت اور مہربانی۔ دو خصلتیں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے' راستی اور راست گوئی۔ دو خصلتیں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے' نیکی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا۔ دو خصلتیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے' کھانا کھلانا اور ذکر الٰہی کے لئے شب بیداری جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔ دو خصلتیں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھے' عالم ہونا اور شجاعت وجوانمردی“۔

خرقہ پہننے کی شرائط

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید قدس سرہ نے خرقہ پہننے کی درج ذیل شرائط کو بیان فرمایا ہے:
جب تک کوئی شخص اپنے باطن کو دنیا کے تمام ماکولات اور آلائش سے صاف نہ کر لے اس کو خرقہ نہیں پہننا چاہئے کہ بغیر دل کی صفائی کئے مرید کو خرقہ دے۔ اس لئے کہ خرقہ اولیاء اور انبیاء کا لباس ہے۔ دنیا کی آلائش میں مشغول رہتے ہوئے اگر کوئی خرقہ پہنتا ہے تو وہ اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ پس اس کا گمراہی میں پڑ جانا ضروری ہے۔ خود بھی گمراہ ہو گا اور مرید بھی۔

اس راہ میں پیر کو خود اتنی قوت ہونی چاہئے اور اس کا ضمیر روشن ہونا چاہئے کہ جب کوئی شخص اس کے پاس مرید ہونے کی نیت سے آئے تو اس کو وہ معرفت کی نظر سے اس کے قلوبِ ثلاثہ میں دیکھے اور معرفت کے نور سے اس کے سینہ کو تمام فضلاتِ دنیاوی سے صاف کر لے اور کچھ عرصہ اس کو اپنی خدمت میں رکھ کر مجاہدہ کرائے۔ اس کے بعد

جب اس میں شہوات اور خواہشات کی کدورت نہ رہے تو خرقہ دینا جائز ہے۔ اور اگر پیر میں خود اس طرح کی قوت نہ ہو' پھر بھی وہ لوگوں کو خرقہ اور کلاہ دینار وار کھے تو وہ گویا اپنے آپ کو بھی گمراہی میں ڈال رہا ہے اور اس بے چارے مرید کو بھی۔ ﴿118﴾

آقائے نعمت مرشدی الکریم کا فرمان

حضرت سیدی وسندی وملاذی وملجائی ومجی وذخری وودادی اخوند زادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا:

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو سیر اربعہ 'فناوبقا' مقامِ رسوخ 'اطمینانِ نفس' اخلاقِ محمودہ' اعتدالِ عناصر اور اسرارِ دقائق سے بہرہ ور ہو' شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا مکمل طور پر پابند ہو' عقائدِ اجماعیہ سنیہ کا متبع ہو' مذاہبِ اربعہ میں سے معین مذہب کا مقلد ہو' درجاتِ سبعہ متابعت سے متصف ہو کیونکہ رسول کریم ﷺ کی متابعت کے سات درجے ہیں' اگر کوئی شخص ان تمام درجاتِ متابعت سے متصف ہو تو وہ حقیقی وارث اور کامل تابع ہو گا۔ اور اگر بعض سے متصف ہو تو تب تابع فی الجملہ ہو گا' تابع کامل نہیں ہو گا۔ اور اگر مسلوب الاتباع ہے تو گمراہ اور بے دین ہے۔ اور اگر صرف درجہ اولیٰ متابعت سے متصف ہو تو زاہد' عابد اور عالمِ ظاہری ہے۔ ﴿119﴾

تو معلوم ہوا کہ کچھ ایسے بھی مقبولانِ بارگاہ ہوتے ہیں جن کا دامن تھامنے سے انسان اوجِ مراتب طے کر کے فائز المرام ہوتا ہے۔ اللہ کریم ایسے بندگانِ خدا کی صحبت سے بہرہ ور فرمائے اور بروز قیامت ان کے دامن عفت کے صدقے بے خوف فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم طہٰ ویٰس ﷺ۔

باب نمبر 7

مرشدِ کامل کی صحبت

مرشد کی صحبت چند پہلوؤں کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یعنی صحبت ٗحسنِ ادب اور خدمت کہ مرید پر مرشد کی صحبت ٗاس کا حسنِ ادب اور اس کی خدمت کس اعتبار سے لازم ہے۔ تو مرشدِ کامل کے ساتھ مرید کے جملہ تعلقات خواہ وہ صحبت سے متعلق ہوں یا حسنِ ادب و خدمت سے ٗہم ان تمام کا ماخذ اور اصل قرآن و سنت سے تلاش کریں گے۔

تو اس بات کے لئے حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذواتِ مقدسہ بطور نمونہ ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اگر اس باب میں حضور سیدِ عالم ﷺ اور صحابہ کرام کی مثال دی جائے تو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور صحابہ کرام کا ادب ٗ ادبِ نبوت تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بارگاہِ مصطفوی کا ادب ٗادبِ نبوت تھا۔

لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ کا ادب ٗادبِ نبوت ہونے کی بنا پر امت کے لئے بطورِ اصل اور نمونہ کے ہے۔ اور بقیہ آداب اس کی فرع یعنی شاخیں ہوں گی۔ گویا بارگاہِ نبوت کا ادب درخت کی جڑ اور تنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور باقی اولیاء کرام ٗ مشائخِ عظام حتیٰ کہ والدین ٗاساتذہ اور بڑوں کا ادب اس درخت سے نکلی ہوئی چھوٹی چھوٹی شاخوں ٗٹہنیوں اور پتوں کا درجہ رکھتی ہیں۔

اگر اس نمونے کو حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذات سے ہی خاص کر دیا جائے اور اس کو بطور مثال پیش نہ کیا جا سکے تو بارگاہِ نبوت کا ادب اور صحابہ کرام کا یہ عمل ہمارے لئے اسوہ نہیں

رہتا' کیونکہ اسوہ تب ہی رہے گا جب اس کی فرع آگے بھی چل سکے۔ اس لئے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ نسبت کی ہر ہر جہت اسوہ ہونے کے اعتبار سے ابدی نمونہ ہے۔

قرآنِ مجید کے جملہ احکامات کا تعلق اگرچہ براہِ راست حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ مقدس پر نازل ہوا۔ لیکن ہم اپنے ہزار ہا معاملات میں ان احکام کا اطلاق کر کے ان سے روشنی اخذ کرتے ہیں۔ تو حضور سیدِ عالم ﷺ پر احکامات نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی وسیع تر روشنی کی شعاعوں سے استفادہ کر کے ہم اپنی زندگی کے تمام تر معاملات کو روشن و منور کر سکیں۔

جب اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مرشدِ کامل اپنے متوسلین کے لئے انوار و فیوضاتِ نبوت کا مظہر نظر آتا ہے۔ کیونکہ جملہ فیوضاتِ نبوی مرشدِ کامل کے واسطے سے ہی مریدین تک منتقل ہوتے ہیں۔ اور وہ کامل مریدین جو بارگاہِ نبوت سے براہ راست فیض پاتے ہیں ان میں بھی اپنے مرشدِ کریم کی برکات و فیوضات بالواسطہ موجود ہوتی ہیں۔ اس لئے قرآنِ کریم کا مطالعہ کرنے سے ان تینوں پہلوؤں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے صحبت کے باب میں قرآنِ مجید کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم نے صحبت کو ہر شے سے ارفع و اعلیٰ قرار دیتے ہوئے اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ جل مجدہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿120﴾

"اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صاحبانِ صدق کی معیت اختیار کرو"۔

اس آیتِ کریمہ میں تین چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا' ایمان' تقویٰ اور معیتِ صادقین۔ اولین شرط ایمان ہے کہ جب تک یہ نہ ہو گا اس وقت تک عملِ صالح انسانی زندگی میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو کر اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں میں بسا لو۔ کیونکہ تقویٰ اسی چیز کا نام ہے کہ بندہ ہر گھڑی رب کی ناراضگی سے ڈرتا رہے۔ اس ناراضگی سے ڈر جانا ہی تقویٰ ہے۔

جب یہ دونوں شرطیں پوری کر لو تو پھر اس نعمتِ عظمیٰ کی نوازشات و احسانات کو لوٹنے

کے لئے میرے ان بندوں کو تلاش کرو جن کے دلوں میں سچائی ہے۔ جب وہ صاحبِ صدق مل جائیں توان کے دامن سے لپٹ جاؤ۔

تو یہی صحبت ہے جس نے صحابی کو غیر صحابی سے افضل قرار دیا ہے۔ کہ جس ہستی کو حضور سیدِ عالم ﷺ کی صحبتِ مبارکہ کی چند گھڑیاں نصیب ہو جائیں' وہ کائنات کے جملہ اغواث' اقطاب اور اولیاء سے افضل ہے۔ یہ فضیلت صرف صحبت کی وجہ سے ہی عطا ہوتی ہے۔ تو جس پر صحبت کا رنگ چڑھ جائے اس کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی۔

صحبت مرشد اور حسن ادب

چنانچہ اولیائے کرام نے اسی صحبت کی اہمیت کا ذکر سنت کے طور پر فرمایا کہ جس طرح صحابہ کرام حضور سیدِ عالم ﷺ کے لئے مرید کا درجہ رکھتے تھے۔ اس سنت کے پیشِ نظر ہر مرید کے لئے جو اہمیت صحبتِ مرشد کو حاصل ہے وہ اہمیت کسی اور عمل کو حاصل نہیں۔

اہل اللہ نے صحبت کے لئے ایک شرط کو عائد کیا ہے کہ کس کی صحبت کو اختیار کیا جائے اور کس کی صحبت کو ترک کیا جائے۔ تو جس کی صحبت میں دل اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہو اور جس کے پاس بیٹھنے سے عبادت میں لگن' ذوق و شوق اور رقت و گداز کی کیفیت نصیب ہو اور اپنے گناہوں سے آگہی ہو ان کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ اور جن کے پاس بیٹھنے سے دل اللہ تعالیٰ سے دور ہو اور اپنی نیکیوں سے آگاہی ہو ان کی مجلس سے بچو۔

صحبت کے باب میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر اپنے سے بہتر کی صحبت میں بیٹھیں گے تو اپنے گناہوں سے آگاہی ہو گی۔ جب گناہ زیادہ نظر آئیں گے تو توبہ کی طرف رغبت زیادہ ہو گی اور بندگی کا سلیقہ بڑھ کر آئے گا۔ لیکن اگر اپنے سے بدتر کی صحبت میں بیٹھیں گے تو اس کے گناہوں کو دیکھ کر اپنی نیکیاں بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گی۔ تو یہ خیال آئے گا کہ یہ بھی تو ہے جو مجھ سے زیادہ گناہ گار ہے اور جسے اپنی نیکیاں نظر آنے لگیں وہ تکبر و نخوت کی لعنت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ صحبت کی پہچان اثر سے ہوتی ہے۔ تو پہلی شرط یہ ہے کہ صحبت کو پہچانا جائے پھر اس صحبت کی لاج بھی رکھی جائے۔ سب کچھ صحبت والے پر نہ چھوڑ دیا جائے

کیونکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی یہی تعلیم مبارک ہے:

حَدَّثَنِیْ رَبِیْعَةُ ابْنُ کَعْبِ الْاَسْلَمِیْ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوَ غَیْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ﴿121﴾

"حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لئے پانی لاتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ۔ میں نے عرض کی: یہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو"۔

یعنی حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی صحبتِ مبارک میں رہتے اور رات آپ ﷺ کی خدمت میں بسر ہوتی۔ جب آقا ﷺ تہجد کی ادائیگی کے لئے بستر سے اترتے تو حضرت ربیعہ آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں وضو کے لئے پانی پیش کرتے۔ یونہی خدمت میں دن بسر ہوتے رہے۔ ایک دن دریائے رحمت جوش میں آیا اور حضرت ربیعہ کی خدمت اور حسنِ ادب سے خوش ہو کر فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔ اب ربیعہ مدتِ مدید سے صحبتِ نبوت سے فیض یاب ہو رہے تھے اور انہیں اس بارگاہِ بے کس پناہ سے مانگنے کا سلیقہ بھی تھا تو یوں عرض گذار ہوئے:

آقا! فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ جس طرح یہاں خدمت اور صحبت کا موقع میسر ہے، کل مرنے کے بعد بھی یہی خدمت کا موقع نصیب ہو جائے۔ گویا حضرت ربیعہ نے ایک سوال میں سب کچھ مانگ لیا۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ! یہ سوال تو پورا کیا جائے گا اس کے علاوہ بھی کچھ مانگ لو۔ حضرت ربیعہ عرض کرتے ہیں:

"هُوَ ذَاكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! آقا یہی کافی ہے"۔

قربان جائیں اس مختارِ کل عطا کرنے والے کی عظمتوں پر اور مانگنے والے کے صدق اور غنٰی پر۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

کہ آقا! اگر آپ کی خدمت اور صحبت کا موقع آخرت میں میسر آجائے تو اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں' بس جنت میں آپ کا خادم بن کر رہنا چاہتا ہوں۔

تجھ سے تجھی کو مانگ کر' مانگ لی ساری کائنات
تجھ سا کوئی سخی نہیں' مجھ سا کوئی گدا نہیں

تو آپ ﷺ نے صحبت کی لاج رکھنے کی تعلیم فرمائی کہ اے ربیعہ! یہ خدمت اور صحبت جنت میں عطا کروں گا لیکن اس صحبت کی لاج رکھنا اور لاج یہ ہے کہ کثرت سے سجدے کرتے رہنا تاکہ جب انعام دینے کا وقت آئے تو تیرے اعمال دیکھ کر کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ یہ تو اس قابل نہ تھا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی صحبت میں بلایا جاتا۔ اس لئے تو بھی صحبت کے قابل بننے کے لئے کچھ کر۔

اب ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے احوال' صحبت اور ادب والوں کے احوال کا موازنہ کریں کہ اگر ہمیں توفیق نصیب ہو جائے اور خوش نصیبی سے وہ وقت آئے کہ مرشدِ کریم پوچھ لے کہ مانگ کیا چاہتا ہے تو ہمیں کیا مانگنا چاہئے۔ اگر ہم جیسے ناکارہ اور دنیا کے طلب گار سے سوال کیا جائے' تو نہ جانے ہم کیا مانگیں۔ بس یہی کمی ہے کہ ہمیں مانگنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔

وہ روحانی اور باطنی برکات' لطف و کرم اور فیوضات و عنایات اُدھر سے آج بھی ہونے کو تیار ہیں' لیکن اگر کمی ہے تو ہماری طرف سے ہے۔ کہ ہم اس صحبت کے قابل خود کو نہیں بناتے۔ ہم مانگتے تو بہت کچھ ہیں لیکن اس مانگنے کا لحاظ نہیں رکھتے۔ کیونکہ صحبت کی پہچان کے ساتھ اس کی لاج رکھنا بھی ضروری ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کوئی شخص کسی کامل مرشد کی صحبت میں نہیں جاتا بلکہ کسی کو

بہتر سمجھ کر اس کی صحبت میں چلا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی ذات میں کامل نہیں بلکہ ناقص ہوتا ہے۔ لیکن اندریں صورت اس صحبت کی لاج رکھنے کا فائدہ اس شخص کو بھی پہنچ جاتا ہے اور مرشدِ ناقص کو بھی۔

متعدد مشائخ ایسے گذرے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم بیعت ہی اس لئے کرتے ہیں کہ کثرت سے مرید ہوں گے' خدا جانے کس کی نیکی سے ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ تو ان کی عاجزی اور انکساری کا عالم تھا اور ہماری حالت یہ ہے (**الا ما شاء اللّٰہ**) کہ ہمارے پاس دو ٹکے کی نیکی نہیں ہوتی' لیکن تکبر کی انتہا کر دیتے ہیں۔ وہ سب کچھ پا کر بھی خود کو خالی کہتے تھے اور ہم خالی ہو کر خود کو بھرا ہوا کہتے ہیں۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا' کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو "ہونے" نے' نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

خدمتِ مرشد

حضرت شیخ الاسلام بابا مسعود الدین فرید گنج شکر قدس سرہ فرماتے ہیں:

جو شخص مشائخ اور پیروں کی سات روز تک خدمت کرتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ اور اس راہ میں جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس سے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں صدقِ دل سے اپنے مرشد کی ایک روز کی خدمت ہزار برس کی بے صدق عبادت سے بہتر ہے۔ ﴿122﴾

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

خدمتِ درویش کا صلہ

ایک مرتبہ حضرت خواجہ عبداللہ خفیف سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ دولت آپ کو کہاں سے ملی؟ انہوں نے جواب دیا: درویشوں کی خدمت کرنے سے۔ فرمانے لگے: ایک درویش کی خدمت میں میں جایا کرتا تھا اور جو کچھ وہ مجھے حکم دیتے میں بجالاتا تھا۔ چنانچہ

ایک دن اس درویش نے مجھے اپنے سامنے بلایااور کہافلاں درویش کے پاس جاؤاور میرا سلام پہنچا کر ان سے عرض کرو کہ کل میرے مرشد کا عرس ہے کھانا دانہ بھی ہو گا آپ اپنی تشریف آوری سے اس مقام کو روشن فرمایئے' تبرک آپ کے سامنے تقسیم ہو گا۔ اتفاق سے وہ درویش جہاں رہتے تھے اس راستہ میں شیر کا خطرہ تھا اور ان بزرگ نے میری آزمائش کے لئے ہی یہ کام میرے سپرد کیا تھا۔ پس میں حکم کے مطابق اس درویش کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں شیر والے مقام پر پہنچا تو شیر کو اس جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں پرواہ کئے بغیر چلتا رہا۔ جب شیر کے نزدیک پہنچا میں نے کہا میں اپنے مرشد کے حکم اور فرمان کے مطابق فلاں درویش کے پاس جارہا ہوں مجھ کو راستہ دے دے۔ جیسے ہی میں نے اس سے یہ بات کہی وہ شیر فوراً زمین کی طرف منہ جھکا کر کنارے چلا گیا اور میں گذر گیا' اور اس درویش کے پاس پہنچ کر پیغام پہنچادیا۔ انہوں نے دعوت قبول کرلی۔ میں آداب بجا کر واپس آگیا۔ جب میں اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا خدمت کرنے کا حق تو نے ادا کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اپنا منہ کیا اور فرمایا جاؤ میں نے تم کو دین و دنیا دونوں بخشے۔ وہاں سے واپس ہو کر میں اپنے حجرہ میں چلا گیا۔ پس جو کچھ نعمت مجھ میں دیکھ رہے ہو وہ سب ان ہی درویش کی بخشی ہوئی ہے۔ ﴿123﴾

حضرت خواجہ معین الدین اور خدمتِ مرشد

حضرت سلطان الہند معین الدین اجمیری سنجری قدس سرہ العزیز نے بیس سال تک اپنے مرشدِ کریم کے سونے کا کپڑا سر پر رکھا اور اسے لئے ہوئے ان کے ساتھ حج کو جاتے رہے' تب کہیں جاکر یہ نعمت پائی۔ اور جس کا فیض سارے جہان والوں کو پہنچ رہا ہے۔ ﴿124﴾

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء
در حقیقت گشتہ دور از خدا

حضرت بایزید بسطامی کے مدارج

ایک مرتبہ حضرت سلطان العارفین طیفور المعروف بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز سے لوگوں نے پوچھا آپ کو یہ دولت کہاں سے ملی؟ جواب دیا: دو چیزوں سے' ایک ماں کی خدمت کرنے سے' اور دوسرے اپنے مرشد کریم کی خدمت کرنے سے۔ ماں کی خدمت کرنے سے جو مجھے نعمت ملی اس کا قصہ یوں ہے کہ سردی کی ایک رات میری ماں نے پانی مانگا۔ میں اٹھا اور پانی کا کوزہ بھر کر ہتھیلی پر لئے کھڑا رہا۔ میری ماں پھر سو گئی تھیں۔ میں نے انہیں نہ جگایا۔ چنانچہ رات کے تین حصے گذر گئے۔ جب میری ماں بیدار ہوئیں تو میرے ہاتھ سے انہوں نے پانی لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے میرے لئے دعا فرمائی۔ مرشدِ کریم کی خدمت سے جو نعمت مجھ کو ملی اس کا قصہ یوں ہے کہ بیس سال تک ان کی خدمت میں لگا رہا' نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھا اور مریدوں میں سے کوئی بھی سوائے میرے موجود نہیں تھا۔ مرشدِ کریم نے آواز دی اے عزیز! میرا مصحف پاک لاؤ میں نے لا کر پیش کر دیا۔ مصحف میرے ہاتھ سے لے کر انہوں نے دعا فرمائی۔ بس یہ دوسری نعمت تھی جو میں نے اپنے مرشدِ کریم سے پائی۔ ﴿125﴾

تو معلوم ہوا کہ مرید کے لئے اپنے مرشد کی مجالست اور صحبت میں زیادہ سے زیادہ رہنا' خواہ صحبت ظاہری ہو یا باطنی' مرشد حیات ہو یا وصال کر چکا ہو' اتنا مجرب نسخہ ہے کہ سلوک کی دنیا میں اس سے بہتر کوئی عمل موجود نہیں اللہ کریم ایسے صلحاء اور اولیاء کی ہر مقام پر معیت اور مصاحبت عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین طہ ویس ﷺ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

باب نمبر8

مرشدِ کامل کے آداب

سالکِ طریقت جب اپنے مرشدِ کریم کی بارگاہ میں جائے تو فرائض و سنن کے علاوہ نوافل اور دیگر تسبیحات میں مشغول ہونے کی بجائے محض اپنے مرشدِ کریم کے چہرے کو تکتا رہے۔ کیونکہ نوافل و وظائف سے صرف مرشدِ کریم کا چہرہ تکتے رہنا افضل ہے۔ اور منازلِ سلوک طے کرنے کے لئے مفید تر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر محض کعبہ کو دیکھنا ہی عبادت ہے اور کئی شخصیات ایسی ہو گذری ہیں جن کے محض چہرے کو دیکھنا ہی عبادت ہے۔

دیدار علی بھی عبادت ہے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ ﴿126﴾

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے"۔

تو اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی کی صحبت فی نفسہ ایسی شئے ہے کہ وہ بھی بہت بڑی عبادت بن جاتی ہے۔ اگر قرآنِ کریم کو بنظرِ غائر اور نورِ بصیرت سے پڑھا جائے تو آپ کو کئی مقامات ایسے دکھائی دیں گے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اگر کچھ سکھایا ہے تو صرف اور صرف صحبت مصطفوی کا ادب سکھایا ہے۔ اس لئے کہ اگر ادب آ گیا تو سب

کچھ آ گیا۔اور اگر ادب سے محروم رہا' تو سب کچھ کر کے بھی تہی دامن رہا۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿127﴾

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے"۔

شانِ نزول

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا شانِ نزول قربانی ہے۔ بعض صحابہ کرام نے عید الاضحیٰ کے دن حضور سیدِ عالم ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تھی۔ تو ان کو حکم دیا گیا کہ قربانی دوبارہ کریں۔ کیونکہ وہ قربانیاں بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہی نہیں' جو اسکے محبوب سے پہلے دی جائیں۔ ﴿128﴾

اس لئے کہ تمہاری قربانی نے تو مصطفیٰ کریم ﷺ کی قربانی کے توسل اور وساطت سے قبول ہونا تھا۔ اگر تم میرے محبوب ﷺ کی قربانی سے پہلے اپنے جانور ذبح کرو گے تو وہ قربانی نہ ہو گی' بلکہ عام جانوروں کا ذبح کرنا ہو گا۔

ایک روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے۔ ان کو حکم ہوا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے تقدم نہ کرو۔ ﴿129﴾

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ کا مفہوم

تو جب تک رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کا تصور ذہن میں نہ رکھیں اس وقت تک "بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ" کا معنی ہی سمجھ نہیں آتا۔ تو اس آیت کریمہ میں سوائے ادب کے اور کچھ

نہیں۔اس میں رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کو اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھ جانا قرار دیا گیا ہے۔ گویا جو رسول کا بے ادب ہوتا ہے ہم اسے اپنا بے ادب گردانتے ہیں۔اور حضور ﷺ کا ادب اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔اور ان کی بے ادبی اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونے کے مترادف ہے۔

اس سے آگے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔ الخ ﴿130﴾

"اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو"۔

اس ممانعت کے حکم میں ترکِ صلوٰۃ ہے نہ ترکِ صوم اور نہ ہی کسی شرعی کام کا ترک ہے۔

ایک اور مقام پر بارگاہِ مصطفوی ﷺ کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴿131﴾

"رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے"۔

تو معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید مختلف مقامات پر مختلف انداز میں اس بارگاہِ ناز کا ادب سکھاتا ہے۔جہاں اونچی آواز میں سانس لینا بھی عرفاء کے نزدیک کفر ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

عمر بھر کا سرمایہ گیا

اس کی ترجمانی حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

بابِ جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے
فخر کہتے ہوئے یوں جبریل کو پایا گیا
اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا
اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

تو چونکہ مرشدِ کریم اپنے مرید کے لئے نبی کریم ﷺ کے روحانی فیوضات اور انوارات کا مظہر اتم ہوتا ہے' لہٰذا بارگاہِ مصطفوی کا ادب اصل ہے اور مرشدِ کامل کا ادب اسی اصل کی فرع۔ لہٰذا ادب وہ سلیقہ ہے جو صحابہ کرام نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنایا۔ اس سلیقہ سے تعلیم حاصل کرو تاکہ جب مرشدِ کریم کی بارگاہ میں جاؤ تو انہیں حضور نبی رحمت ﷺ کے فیوضات کا نمائندہ اور نائب سمجھ کر اس ڈھب پر ادب کرو کہ تمہیں اس ادب سے حضور سید المرسلین ﷺ کے ادب کا نشان مل جائے۔ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

الدین کلہ ادب

جو مرشدِ کریم کا ادب نہیں جانتا اسے بارگاہِ نبوت کے ادب سے بھی آشنائی نہیں ہو سکتی اور جو بارگاہِ مصطفوی ﷺ کے ادب سے شناسا نہیں' وہ بارگاہِ الوہیت کے ادب کا شناور کیسے ہو سکتا ہے۔ گویا مرشدِ کریم کا ادب بارگاہِ مصطفوی ﷺ کا ادب سکھاتا ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کا ادب بارگاہِ ربوبیت کے ادب سے شناسائی عطا کرتا ہے۔

دین؟ سراپا سوختن اندر طلب
انتہایش عشق' آغازش ادب

حضرت جنید بغدادی اور مرید

حضرت جنیدِ بغدادی علیہ الرحمہ "یااللہ" کا ورد کرتے ہوئے دریا پار کرتے ہیں اور مرید کو فرماتے ہیں کہ تو "یا جنید یا جنید" پکارتا ہوا آ۔ مرید نے اپنے مرشدِ کریم کو دیکھا تو اس نے "یاجنید" کی بجائے "یااللہ" پکارنا شروع کیا تو ڈوبنے لگا۔ عرض کی: حضور! آپ یااللہ کہیں تو پار ہوں میں کہوں تو ڈوبتا ہوں۔ فرمایا: ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں' اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی ہوس ہے۔ ﴿132﴾

تو معلوم ہوا کہ جب تک انسان فنافی الشیخ کے مرتبے پر فائز نہ ہو اس وقت تک مرتبہ فنافی الرسول پر فائز ہونا ممکن نہیں' تو فنافی اللہ کے رتبے پر کیسے فائز ہو سکتا ہے۔ ہمارے

اسلاف نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ العزیز سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حسنِ ادب کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

"ایاز خاص پسرے داشت محمد نام، واو ملازم سلطان محمود ساختہ بود......... مرا شرم آمد لفظِ محمد برزبانِ من گذرد وقتے کہ بے وضو باشم چہ ایں لفظ نشانہ حضرت سید انام (ﷺ) است"۔ ﴿133﴾

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو بردن ادب نمی دانم

"سلطان محمود غزنوی کے خادمِ خاص ایاز کے بیٹے کا نام "محمد" تھا تو سلطان اس بچے کو ہمیشہ محمد نام لے کر پکارتا۔ ایک دن اس نے بجائے "محمد" پکارنے کے "ایاز کے بیٹے" کہہ کر پکارا۔ ایاز نے یہ بات سن لی اور سوچنے لگ گیا کہ میرے بیٹے نے کون سا گناہ کیا ہے کہ سلطان نے اس کا نام لے کر نہیں پکارا۔ سلطان وضو کر کے باہر نکلے تو ایاز رو پڑا۔ سلطان نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے اپنا وہی شبہ ظاہر کیا کہ آپ نے غلام زادے کا نام لینا گوارا نہیں کیا۔ اس سے کون سی گستاخی سرزد ہو گئی ہے۔ تو سلطان نے ہنستے ہوئے کہا: اے ایاز! آزردہ خاطر نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جس وقت میں نے تیرے بیٹے کو اس انداز میں بلایا تھا اس وقت میں وضو سے نہیں تھا۔ مجھے شرم آئی کہ لفظِ "محمد" میری زبان پر اس وقت آئے جب میں بے وضو ہوں اور اس کا نشانہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذات ہوتی۔ تو میں تیرے بیٹے کا نام بے وضو کیسے لے سکتا تھا"۔

حسنِ ادب ان لوگوں سے سیکھئے جنہوں نے ادب کے صدقے بہت کچھ پایا۔ حسنِ ادب خواہ صحبت میں ہو یا خدمت میں، تو مرید مرید ہے اور مرشدِ کریم کا فیض پانے کا حق دار۔ لیکن اگر حسنِ ادب نہ ہو تو فیضانِ مرشد خواہ باطنی صحبت سے حاصل کرنے کی کوشش کرے یا ظاہری صحبت سے، وہ صحبتیں فیضانِ مرشد کے حصول کا سبب نہیں بن سکتیں۔

ارشاداتِ مجدد الف ثانی در آدابِ مرشد

آدابِ مرشد کے سلسلہ میں حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات شریف سے چند اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ طوالت سے دامن بچایا جا سکے اور بات صحیح طور پر ذہن نشین ہو سکے۔ آدابِ مرشد کے سلسلہ میں جو مکتوب آپ نے شیخ عبدالحمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

"......اگر بعنایتِ خداوندی جل سلطانہ طالبے را بایں طور پیر کامل و مکمل دلالت فرمودند باید کہ وجود شریفِ اورا مغتنم داند و خود را بمقام بادسپارد......" ﴿134﴾

"اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل و مکمل مرشد مل جائے تو اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں جانے .... جاننا چاہیئے کہ صحبتِ مرشد کے آداب و شرائط کو پیشِ نظر رکھنا اس راہ (طریقت) کی ضروریات میں سے ہے۔ تاکہ افادہ و استفادہ کا راستہ وا ہو جائے۔ ورنہ مرشد کی صحبت اور مجلس کا کوئی نتیجہ یا ثمرہ برآمد نہ ہو گا۔ بعض ضروری آداب و شرائط بیان کئے جا رہے ہیں گوشِ ہوش سے سننے کی ضرورت ہے۔

مرید کو چاہیئے کہ اپنے دل کو جملہ اطراف سے پھیر کر اپنے مرشد کی طرف متوجہ کرے اور مرشد کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو۔ اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور پورے طور پر اپنے مرشد کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔ حتیٰ کہ جب تک وہ حکم نہ دے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے سامنے فرض و سنن نماز کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

سلطانِ وقت کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی۔ کپڑے کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے دیکھا کہ وزیر میرے سامنے آکر بھی غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھڑکتے ہوئے کہا کہ میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا وزیر ہو کر میری موجودگی میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

تو سوچنا چاہئے کہ جب کمینی دنیا کے معاملات اور وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت کتنی ضروری ہو گی۔ جہاں تک ہو سکے مرید اس جگہ بھی نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے کپڑے یا سائے پر پڑتا ہو۔ اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے۔ اور اس کے وضو کی جگہ طہارت (استنجا) نہ کرے اور مرشد کے مخصوص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔ مرشد کے سامنے پانی نہ پئے اور نہ ہی کھانا کھائے۔ کسی دوسرے آدمی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف توجہ بھی نہ کرے اور مرشد کی عدم موجودگی میں جس طرف وہ رہتا ہے' پاؤں دراز نہ کرے۔ اور اس طرف تھوک بھی نہ پھینکے۔

اور جو کچھ مرشد سے صادر ہو اس کو صواب اور بہتر جانے اگرچہ بہتر نظر نہ آئے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔ اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے۔ لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کے طرح ہے اور اس پر ملامت واعتراض جائز نہیں۔ جب مرید کو اپنے مرشد سے محبت ہے تو محبوب سے جو کچھ صادر ہوتا ہے محب کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کیا مجال ہے۔

کلی وجزئی امور مثلاً کھانے' پینے' پہننے' سونے اور طاعت کے تمام معمولی کاموں میں مرشد ہی کی اقتدا کرنی چاہئے۔ نماز بھی اسی طرح ادا کرنی چاہئے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریقِ عمل سے سیکھنے چاہئیں۔ اس لئے کہ جس شخص کے گھر میں خود باغ لگا ہوا ہو اس کو غیروں کے باغ دیکھنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

مرشد کی حرکات و سکنات پر اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہو۔ کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوقات میں بدبخت شخص وہ ہے جو پیرانِ عظام کے اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس گناہِ عظیم سے بچائے آمین۔

اپنے پیر و مرشد سے کرامتیں طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب دل میں وسوسہ اور خطرہ

کی طرح گذرے۔ کیا تو نے سنا ہے کہ مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے کے طالب تو کافر و منکر لوگ ہوا کرتے ہیں۔ مرید کے دل میں مرشد کے متعلق جو شبہ پیدا ہو مرشد سے اس کا حل دریافت کرے۔ اگر حل سمجھ نہ آئے پھر بھی اپنا قصور سمجھے۔ مرشد کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ جہاں سے فیض ملے اس کو اپنے مرشد کا فیضان ہی سمجھے۔ اور یقین جانے کہ میرے مرشد کا لطیفہ دوسرے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

اگر مرید کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو بلا توقف عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو تو پھر بھی اپنی تقصیر سمجھے۔ (یہ تکرار مکتوب شریف میں ہے) اور مرشد کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب منسوب نہ کرے۔ جو واقعہ ظاہر ہو مرشد سے پوشیدہ نہ رکھے۔ واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے۔ اور اس میں درستی یا خطا کو اسی سے طلب کرے۔

اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہاں میں حق' باطل کے ساتھ اور صواب' خطا کے ساتھ ملا جلا ہے۔ اور بلا ضرورت اور بغیر اجازت اس سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے۔ اور اونچی آواز کے ساتھ گفتگو نہ کرے کیونکہ یہ بے ادبی میں داخل ہے۔ مرید کو جو فیوضات حاصل ہوں ان کو مرشد کی وساطت سے تصور کرے۔ اگر فی الواقعہ دیکھے کہ کوئی فیض کسی دوسرے بزرگ سے ملا ہے تو اس کو بھی اپنے مرشد کا فیض سمجھے۔ کیونکہ مرشد کمالات و فیوضات کا جامع ہے۔ مرشد سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورتِ افاضہ ظاہر ہوئی ہے' مرید کو پہنچتا ہے۔ اور وہ مرشد کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے' اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ بواسطہ یا غلبہ محبت' اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے۔ اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لغزش سے محفوظ رکھے اور سید البشر ﷺ کے طفیل مرشد کی محبت اور اعتقاد پر ثابت قدم رکھے۔

الغرض طریقت سراسر ادب ہے۔ مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں

پہنچتا۔اوراگر مرید بعض اوقات آداب بجالانے میں اپنے آپ کو قصوروار جانے اور کما حقہ اس کوادانہ کرسکے اور کوشش کے باوجود بھی آداب پورے نہ کر سکے تو اس کو معاف ہے۔ لیکن قصور اور کوتاہی کااعتراف ضروری ہے۔اوراگر نعوذ باللہ مرشد کے آداب کی رعایت بھی نہ کرے اوراپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔ جس کی قسمت میں ہدایت نہ ہو وہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے باوجود بھی بد قسمت رہتا ہے۔

حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ العزیز سے جب شرائط و آدابِ مشیخیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: شرائط و آداب شیخ و مرید کے بہت زیادہ بلکہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں اور ان کا بیان ایک لمبی داستان ہے"۔

ایک دوسرے مکتوب میں آپ نے ارشاد فرمایا' اقتباس پیش خدمت ہے:

"اختیار خود را بالکلیہ در اختیارِ شیخ گم کند و خود را از جمیع مرادات تہی ساختہ کمر ہمت را در خدمتِ او بندد و ہر چہ شیخ اورا امر فرماید سرمایۂ سعادت خود را دراں دانستہ در امتثالِ آں بجاں سعی نماید............"۔﴿135﴾

"مرید کے لئے لازم ہے کہ اپنے اختیار کو مکمل طور پر مرشد کے اختیار میں گم کر دے۔اوراپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے اس کی خدمت میں کمر ہمت باندھ لے۔اور جو کچھ مرشد حکم دے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ سمجھ کر اس کے پورا کرنے میں جان سے کوشش کرے"۔

ایک اور جگہ رقم طراز ہیں:

"بداند کہ مقامِ شیخ ودعوتِ خلق بحق جل وعلا بس مقام عالی است "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ" شنیدہ باشد......"۔﴿136﴾

"جاننا چاہئے کہ پیر بننے اور حق کی طرف مخلوق کو دعوت دینے کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا کہ مرشد اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ہر بے سروسامان کو اس بلند مرتبہ کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا'

مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کو پہچاننا' مکاشفات و الہامات کا حاصل ہونا اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا اس بلند مقامات کے لوازمات میں سے ہے۔ اور امورِ مذکورہ کے حصول کے بغیر پیر بننے کا دعویٰ کرنا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے"۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جو شخص اس موضوع پر مزید تفصیلات جاننے کا خواہش مند ہو وہ درج ذیل کتب کے ان حوالہ جات کو ملاحظہ کرے:

صحیح بخاری' جلد ا' صفحہ ۳۸-۳۱ / کشف المحجوب از حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش' ۴۵۸ تا ۴۶۱ مطبوعہ نوائے وقت پرنٹرز لاہور / فیض الباری شرح بخاری از انور شاہ کشمیری' جلد ا' ۲۷۷' جلد ۴' صفحہ ۶۵' مطبوعہ مکتبہ محمد یعقوب الفراہی / عوارف المعارف از شیخ عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردی' جلد ا' ۵۹-۱۰۶' مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت / نسیم الریاض شرح شفا شریف از علامہ شہاب الدین خفاجی' جلد ۲' صفحہ ۲۶۵' جلد ۳' صفحہ ۵۷ / جامع کرامات الاولیاء از علامہ یوسف نبہانی' جلد ا' صفحہ ۲۴۸-۳۴۸' مطبوعہ المکتبۃ الثقافیہ بیروت / احیائے علوم الدین' امام ابو حامد محمد الغزالی' جلد ا' صفحہ ۴۳ تا ۴۹' مطبوعہ المطبعۃ العثمانیہ المصریہ / مکتوبات امام ربانی' از حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی' دفتر اول' حصہ سوم' مکتوب نمبر ۱۹۰' صفحہ ۸۸' دفتر اول' حصہ سوم' مکتوب نمبر ۱۸۷' صفحہ ۸۶' دفتر دوم' حصہ ششم' مکتوب نمبر ۱۸' صفحہ ۴۶' مطبوعہ نور کمپنی لاہور

باب نمبر9

جذب اور سلوک میں فرق

اس جذب سے مراد وہ جذب نہیں جس میں ہوش و حواس ختم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہ قربِ الٰہی کا ایک راستہ ہے اور سلوک بھی قربِ الٰہی کا ایک ذریعہ ہے۔ ان دونوں کا فرق ایک مثال کے ذریعے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ کے ہاتھ میں ایک مقناطیس ہے۔ آپ نے یہ چاہا کہ لوہے کے ایک ٹکڑے کو اس مقناطیس کے ساتھ جذب کر دیں' تو اس کے دو طریقے ہیں۔

1...... سلوک

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ لوہے کے ٹکڑے کو پکڑیں اور مقناطیس کے ساتھ رگڑنا شروع کر دیں۔ رگڑنے کے مسلسل عمل کو جاری رکھنے کے بعد رفتہ رفتہ اس لوہے کے ٹکڑے میں مقناطیسی اثر پیدا ہو جائے گا۔ اب اگر اس لوہے کے ٹکڑے کو مقناطیس سے جدا بھی کر دیں اور اس لوہے کے ٹکڑے کے قریب چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے کریں تو وہ اپنی طاقت کے مطابق ان ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچے گا تو اس محنت کو راہِ سلوک کہتے ہیں۔

2...... جذب

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ رگڑنے کی بجائے بڑی طاقت کا مقناطیس لے کر اس کے ساتھ دوسرے لوہے کے ٹکڑے کو ملا دیں' تو اب اس لوہے کے ٹکڑے کے سامنے جتنے ٹکڑے بھی آئیں گے تو وہ لوہے کا ٹکڑا بھی ان لوہے کے ٹکڑوں کو کھینچ لے گا۔ کیونکہ اس

میں طاقت رگڑ سے نہیں آئی بلکہ اس میں طاقت مقناطیس کے سینے سے براہِ راست آ رہی ہے اس کو راہِ جذب کہتے ہیں۔

تو وہ لوگ جو محنت' ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں ان کے لئے ربِ کائنات نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿137﴾

"اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے"۔

یعنی جو لوگ ہماری ذات کے لئے محنت و مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لئے تمام راستے منکشف کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہی حدیث قدسی میں فرمایا کہ جب میرا کوئی بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب تلاش کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور اس کے کان' آنکھ' ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں......الخ۔﴿138﴾

اس راہِ سلوک سے جو قرب تلاش کرتے ہیں انہیں مرید' طالب' محب اور منتظِر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لیکن کچھ وہ بھی ہیں جنہیں رگڑ کی محنت کی ضرورت نہیں' بس وہ خدا کی نظر عنایت میں آ جاتے ہیں اور انہیں پکڑ کر مولائے قدوس اپنی بارگاہ کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ • پھر بارگاہِ ربوبیت کا اثر ان کے جسم سے گذرتا ہوا براہِ راست دنیا کو کھینچنے لگتا ہے۔ اور انہیں کے بارے میں دوسری حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ اے جبریل! مجھے فلاں بندے سے محبت ہو گئی ہے..........الخ۔﴿139﴾

اور جو اس راہِ جذب سے چل کر آتے ہیں ان کو مراد' مطلوب اور منتظَر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿140﴾

"اور اللہ اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے"۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ میں راہِ جذب کی طرف اور یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ میں راہِ سلوک کی طرف اشارہ ہے۔

کئی جاگن کئی جاگ نہ جاگن کئی جاگدیاں وی ستے ہو
اِکناں نوں رب ستیاں ملیا کئی جاگدیاں وی گئے رٹھے ہو

جذب اور سلوک امامِ ربانی کی نظر میں

جذب اور سلوک کے فرق کو امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے یوں واضح فرمایا:

"سالک مجذوب کو معرفت میں مجذوب سالک پر فوقیت اور افضلیت حاصل ہے۔ لیکن محبت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی محبت میں مجذوب سالک کو سالک مجذوب پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجذوب سالک کی تربیت بدایت سے نہایت تک ربِ لم یزل خود فرماتا ہے۔ اور محبتِ خاص سے تربیت فرما کر عنایتِ کاملہ سے اس کو اپنی بارگاہِ قدس کی طرف کھینچتا ہے۔ اس معرفت سے مراد وہ معرفت نہیں جس کو جہلاء "جہالت" کے متضاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں معرفت سے مراد وہ معرفت ہے جو تجلیاتِ افعالیہ اور صفاتِ اضافیہ الٰہیہ کی معرفت کے ساتھ متعلق ہے۔ اس میں مجذوب سالک احق ہے اور ان کی تفاصیل کے ساتھ اولیٰ ہے۔

لیکن وہ معارف جن کا تعلق دس مقامات (توبہ' انابت' زہد' قناعت' ورع' صبر' شکر' توکل' تسلیم اور رضا) سے ہے' تو ان کی تفاصیل میں سالک مجذوب احق ہے۔ کیونکہ اس نے ان مقامات کو بالتفصیل قطع کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس سے گذرا ہے۔ ہر مقام کے دقائق' معارف' حقائق اور رموز جس تفصیل کے ساتھ سالک مجذوب کو معلوم ہیں' مجذوب سالک کو اس طرح معلوم نہیں۔ کیونکہ وہ ان مقامات سے بالاجمال گذرا ہے اور ہر مقام کا صرف خلاصہ اور نخبہ ہی اس نے حاصل کیا ہے۔ پس ان مقامات میں سالک مجذوب ظاہراً و باطناً ہر اعتبار سے افضل ہے۔ جبکہ نخبہ اور خلاصہ کے اعتبار سے اکمل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ظاہراً و صورتاً دیکھنے والے عوام نے گمان کیا ہے کہ اول شخص یعنی سالک مجذوب ان مقاماتِ عشرہ میں دوسرے یعنی مجذوب سالک کی نسبت زیادہ کامل و

اکمل ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مجذوب سالک میں رغبت کا پایا جانا تقویٰ کے منافی نہیں' اسباب سے تعلق رکھنا توکل کے خلاف نہیں' اور کراہیت اکراہ اور ناخوشی کا پایا جانا رضائے تامہ کے مانع نہیں۔ کیونکہ یہ رغبت' اسباب اور کراہیت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ تو یہ جملہ اوصاف خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ کیونکہ اگر دنیا میں کسی چیز کے ساتھ رغبت ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر۔ اس کے علاوہ کسی دوسری غرض کے لئے نہیں۔ اگر وہ نفس کے اشارے پر بھی رغبت کرتا ہے تو چونکہ اس کا نفس حق جل شانہ میں فنائیت کے مقام پر فائز ہے تو اس کی یہ رغبت بھی فی الحقیقت باری تعالیٰ کے لئے ہے نہ کہ نفس کیلئے"۔ ﴿141﴾

اور طریق سلوک سے مراد اولیاء وصوفیاء کرام کے ریاضات و مجاہدات' نیز ذکر و اذکار اور راہِ سلوک میں ان کے مخصوص التزامات ہیں جو کہ وہ اپنے مجاہدہ و ریاضت میں اپنے اوپر وارد رکھتے ہیں' جو کہ تزکیۂ نفس و باطن کے لئے نہایت ضروری ہوتے ہیں۔ ﴿142﴾

یعنی جس راستہ پر چل کر انسان قربِ الٰہی اور وصالِ یار کی دولتِ گوہر بار کو حاصل کر سکے۔ اور سالک وہ ہوتا ہے جو قربِ الٰہی کے راستوں اور طریقت کی منازل کو ریاضات' مجاہدات' اتباع سنت اور شریعت کی پابندی کے ذریعے طے کرے۔ کیونکہ شریعت و طریقت لازم و ملزوم ہیں۔ اسی کے بارے میں امامِ مالک بن انس قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ ﴿143﴾

"جس نے طریقت کو اپنایا لیکن شریعت کی پاسداری نہ کی وہ فاسق ہوا' جس نے شریعت کے احکام کو سمجھا لیکن طریقت کو نہ اپنایا وہ زندیق ہوا اور جس نے طریقت کو بھی اپنایا اور شریعت کی پاسداری بھی کی وہ محقق ہوا"۔

سالک مجذوب اور مجذوب سالک میں فرق

سالک مجذوب وہ ہوتا ہے جس کو راہِ سلوک طے کرنے کے بعد انتہا پر پہنچ کر جذبہ نصیب ہو اور مجذوب سالک وہ ہوتا ہے جسے راہِ سلوک کی ابتدا میں ہی جذبہ کی دولت سے سرشار کیا جاتا ہے۔ بعض نے سالک کی دو قسمیں اور بیان کی ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتا ہے جبکہ دوسرا ابہشتِ بریں اور آخرت کا طالب ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ منازلِ سلوک طے کرتے ہیں۔ ﴿144﴾

خطرات کی اقسام اور ان کا علاج

دراصل انسان کے لاشعوری انسان کا تزکیہ ہی مادی انسان کی اصلاح کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے دینِ اسلام میں وارداتِ قلب و نظر کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور قلبِ انسانی کو نیکی اور بدی کی شناخت کا میزان قرار دیا گیا ہے۔ انسان کے قلبی احساسات و جذبات کی دنیا کا تعلق دراصل لاشعور سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب و اخلاقیات کے اصول و قواعد سب سے پہلے مادی انسان کے لاشعور سے اپیل کرتے ہیں تو یقیناً سچائی پر مبنی ہوگا۔

یہی بات ہمیں حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز کی بارگاہ سے اصلاحِ حال کے معاملہ میں نظر آتی ہے:

شیخ ابوالبقاء عسکری فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں حاضر ہوا جب کہ اس سے قبل کبھی آپ سے نہ ملا تھا اور نہ ہی آپ کے متعلق کچھ سنا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ چلو اس عجمی کا وعظ بھی سن لیں۔ جب میں مدرسہ میں داخل ہوا تو آپ وعظ فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی وعظ منقطع کر کے فرمایا:

"اے چشم و قلب کے اندھے! اس عجمی کا کلام سن کر کیا کرو گے"

یہ سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں نے منبر پر چڑھ کر سر کھول کر عرض کی: مجھے خرقہ پہنا دیجئے چنانچہ آپ نے مجھے خرقہ پہناتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ کے بندے! اگر تیری عاقبت سے مجھے اللہ تعالیٰ مطلع نہ فرما دیتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ لیکن اب ہماری جماعت میں داخل ہو کر ہم میں شامل ہو گیا ہے"۔ ﴿145﴾

اسی طرح ابو عبداللہ قزوینی کا قول ہے کہ جس وقت تمام شہروں میں آپ کی شہرت ہوئی تو مشائخ جیلان میں سے تین حضرات نے آپ کی زیارت کا قصدِ صمیم کیا۔ بغداد پہنچ کر جب آپ کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو اس وقت سیدنا غوثِ اعظم کے دستِ مبارک میں کوئی کتاب تھی' آپ کا لوٹا مبارک قبلہ شریف کی سمت کے خلاف رکھا ہوا تھا اور ایک خادم بھی آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ ان ملاقاتیوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے لوٹے کو ایسی حالت میں پا کر اور خادم کو غیر متوجہ پا کر اظہارِ ناپسندیدگی کیا۔ ٹھیک اسی وقت آپ نے اپنے ہاتھ سے کتاب رکھ کر جب اس خادم پر نظر ڈالی تو وہ اسی وقت مر گیا اور لوٹے پر نظر پڑی تو لوٹا گھوم گیا۔ ﴿146﴾

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ العزیز مردِ حق آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ قلوب کے خطرات اور ان کی مختلف صور و احوال سے یقیناً آشنا تھے۔ ہم آپ ہی کے حوالہ سے خطراتِ قلب پر مختصر نگاہ ڈالتے ہیں۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز نے خطرات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قلب میں چھ خطرات مضمر ہیں:

1...... خطرۂ نفس

یہ خطرہ شہوات اور خواہشِ مباح اور گناہ کی اتباع کا حکم دیتا ہے۔

2...... خطرۂ شیطان

یہ خطرہ در حقیقت کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں تشکیک و تہمت کا اور فرع میں گناہوں اور توبہ میں لیت و لعل (ٹال مٹول) کا حکم دیتا ہے۔ اور اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ جس میں دنیا و آخرت میں نفس کی ہلاکت ہو۔ پس یہ دونوں خطرے برے ہیں ان پر برائی کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور یہ وہ خطرات ہیں جن کا تعلق عام مومنین سے ہے۔

3-4...... خطرۂ روح و خطرۂ فرشتہ

خطرۂ روح و خطرۂ فرشتہ یہ ہر دو خطرات حق اور خدا کی اطاعت اور اس امر کے ساتھ اترتے ہیں کہ جس سے دنیا و آخرت میں اس کا انجام محفوظ رہے۔ اور وہ علم کے موافق و مطابق ہے۔ پس یہ دونوں خطرات قابلِ تعریف اور لائقِ ستائش ہیں۔ خواص لوگ ان کو معدوم نہیں کرتے۔

5...... خطرۂ عقل

یہ خطرہ تو کبھی وہی حکم دیتا ہے جس کا خطرۂ نفس و شیطان حکم دیتا ہے اور کبھی وہ حکم دیتا ہے جس کا خطرۂ روح و خطرۂ فرشتہ حکم دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی صنعت کا استحکام اور مضبوطی ہے تاکہ ایک بندہ وجودِ معقول' صحیح گواہوں اور تمیز کے ساتھ خیر و شر میں داخل ہو۔ پھر اس کا انجام جزا ہو یا عتاب' اس کے لئے ہو گا یا اس پر عود کرے گا۔

اس کا سبب یہ ہے اللہ رب العزت نے جسمِ انسانی کو احکامات کے اجرا کے لئے مکان' اور اپنی حکمت کی بنیادوں پر اپنی مشیت کے اجرا کے لئے محل بنایا ہے۔ اسی طریقہ پر عقل کو خیر و شر کی سواری بنایا ہے تاکہ ان ہر دو کے ساتھ جسم کے مخزن میں اجرا ہو سکے۔ پس ایک صاحبِ عقل و خرد کے لئے خدائے بزرگ کی جانب سے یا تو نعمتیں ہیں یا پھر عذابِ الیم۔

6...... خطرۂ یقین

یہ خطرہ' ایمان کی روح اور زیادتی علم ہے۔ اسی کی جانب عود کرتے ہیں اور اسی کی سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ خطرہ' خواص اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اہلِ یقین' صدیقین' شہداء اور ابدال ہیں۔ تو ان میں یہ ماسوا حق کے نہیں آتا۔ اگرچہ اس کی آمد پوشیدہ اور باریک ہوتی ہے۔ اور یہ علم لدنی اور غیوب کے اسرار' اخبار اور امور سے روشن ہوتا ہے۔ پس وہ عاشقانِ حق کی اختیار کردہ مرادوں کے مطابق ہے۔ ﴿147﴾

خطرۂ قلبی کا علاج

خطرۂ قلبی کا علاج یہ ہے سالک ہر دم ذکر میں مشغول رہے اور کسی لحہ 'خواب و بیداری کے عالم میں' ذکر سے غافل نہ رہے۔ نیز غیر سالک سے تنہائی اور یکسوئی رکھے۔ اور کم خوردن 'کم خفتن اور کم گفتن پر عمل پیرا رہے۔

خطرۂ نفسی کا علاج

خطرۂ نفسی کا علاج یہ ہے کہ حبسِ دم یعنی سانس کے بند کرنے کے ساتھ نفی اثبات کی کثرت رکھے اور نفسانی امور میں نفس کی حد درجہ مخالفت کرے۔ ذکرِ خفی اور مراقبہ کی مواظبت و مداومت کے ساتھ ساتھ بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑا کر زاری اور عجز و نیاز کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً......الخ ﴿148﴾

خطرۂ قالبی کا علاج

خطرۂ قالبی کا علاج یہ ہے کہ تہلیلِ لسانی اور نوافل کی کثرت کرے۔ بالخصوص نوافلِ مسنونہ تہجد 'اشراق' چاشت اور اوابین وغیرہ لازمی ادا کرے۔ ﴿149﴾

اس تمام ذکر و فکر کے باوجود مرشد کامل کی توجہ ہر جگہ از حد ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک ایک مرشدِ کامل طالبانِ حق کے قلوب پر نگاہ نہ رکھے اور بروقت ان کے خطرات کو جان کر ان کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کرے تو کام مکمل نہیں ہوتا۔ اور ہر جگہ شیطان کے حملے سے بچاؤ کا ہر اور وقت طالبانِ حق کی روحانی تعلیم و تہذیبِ نفس کے لئے شیخ کا ایک ملکہ 'تسخیر قلوب ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنی شخصیت سے متاثر کیا جائے۔ اس کے لئے شدید ریاضتِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے لخت جگر کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا غُلَامَ خُذْ بِيَدِكَ سَيْفَ التَّوْحِيْدِ وَتِرْسِ الْوَرْعَ وَارْكَبْ حِصَانَ

صِدْقِكَ وَاِرَادَتِكَ وَحَمِلْ حَمْلَةَ اِخْلَاصِكَ عَلَى النَّفْسِ وَالْهَوٰى وَالطَّبْعِ وَالشِّرْكِ بِالْخَلْقِ وَالدُّنْيَا وَالشَّيْطٰنِ وَجَآءَ كَ النُّصْرَةُ وَالْاِمْدَادُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿150﴾

"اے صاحبزادے! اپنے ہاتھ میں توحید کی تلوار اور تقویٰ کی ڈھال پکڑو' اپنے صدق و ارادت کے گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ خواہشاتِ نفسانی' شرک دنیا اور شیطان پر حملہ آور ہو' یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت آجائے گی"۔

بعض طریقت کے راہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو اس مراقبہ میں انوارات نظر آتے ہیں اور یہ مراقبہ مکمل ہونے کی علامت ہے۔ جو سالک کامل استعداد کا حامل ہوتا ہے اس کو مراقباتِ قالبیہ میں ہی فنائے قلب حاصل ہو جاتی ہے۔ جملہ قلبی تعلقات زائل ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر سالکین ایسے ہوتے ہیں جن کو فنائے قلب مراقباتِ نفس تک حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر مرشدِ کامل کا دریائے رحمت جوش میں آجائے تو اس کی ادنیٰ توجہ سے فنائے قلب مراقباتِ قالبی تک حاصل ہو جاتی ہے اور مراقباتِ نفس تک نوبت ہی نہیں آتی۔ ﴿151﴾

ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ گھڑی آئے کہ مرشدِ کامل کی نگاہِ شفقت اٹھے اور ہم غریبوں کی بگڑی بن جائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طہٰ ویٰس ﷺ

باب نمبر 10

اثبات الوجد والتواجد والرقص والترقص

دوران ذکر حرکت کرنا ایک اچھا عمل ہے۔ اس سے عباداتِ ذکر کے لئے جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے اور جسم کو ذکر کے لئے ہشاش بشاش رکھتی ہے۔ اس کا جواز شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے دل کی حاضری میں مدد ملتی ہے جب کہ نیت درست ہو۔ کیونکہ تمام کام اپنے ارادوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

مگر یہاں ایک جماعت ہے جو اپنے آپ کو صوفیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ صوفیائے کرام ان سے بیزار ہیں۔ انہوں نے ذکر کے حلقوں میں گمراہ کن بدعات اور برے اعمال کو داخل کر کے ان کے حسن وجمال کو بدنما کر دیا ہے۔ حالانکہ شریعت نے ان کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔

لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ بعض مدعیانِ علم بھی ذکر کے ان حلقوں پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے باغیانِ دین اور ان لوگوں میں تمیز نہیں کی جو ذاکر متبعِ شریعت اور مخلص لوگ ہیں۔ لیکن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را جنہوں نے متبعینِ سنت صوفیاء اور باغیانِ دین کے درمیان فرق کیا ہے اور جھوٹے صوفیاء کا رد اور بدعات و رسومات کا قلع قمع کیا ہے۔ آیئے ان بزرگانِ دین کے اقوال سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے لئے درست راستہ تجویز کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔

قرآنِ کریم اور اقوالِ مفسرین سے ثبوت

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ محکم میں ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴿152﴾

"اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم اور فرمانبردار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"۔

اس آیتِ کریمہ میں جلود یعنی ابدان اور قلوب یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

لَانَتْ اَجْسَادُهُمْ فَصَارَتْ ظَوَاهِرُهُمْ بَوَاطِنَهُمْ وَبَوَاطِنُهُمْ ظَوَاهِرَهُمْ ﴿153﴾

"یعنی اولیائے کرام کے اجسام نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر' باطن اور باطن' ظاہر بن چکا ہے"۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیائے کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح ان کا ظاہری بدن بھی ذکرِ خداوندی میں مشغول و متحرک ہے۔ اولیائے کرام کے بدن کا ہر ذرہ اور بال ذکرِ خداوندی میں مصروف رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے متحرک رہتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیائے کرام کی صفت ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ﴿154﴾

"اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے پھر جب انہیں

زلزلہ نے آلیا"۔

وجد کے متعلق علامہ آلوسی کی رائے

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی قدس سرہ العزیز نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اخْتَارَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ اَشْرَافِ قَوْمِهٖ وَنُجَبَآئِهِمْ اَهْلَ الْاِسْتِعْدَادِ وَالصَّفَآءِ وَالْاِرَادَةِ وَالطَّلَبِ وَالسُّلُوْكِ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ اَیْ رَجْفَةَ الْبَدَنِ الَّتِیْ هِیَ مِنْ مَبَادِیْ صَعْقَةِ الْفَنَآءِ عِنْدَ طَرْیَانِ بَوَارِقِ الْاَنْوَارِ وَظُهُوْرِ تَجَلِّیَاتِ الصِّفَاتِ مِنْ اِقْشِعْرَارِ الْجَسَدِ وَارْتِعَادِهٖ وَكَثِیْرٍ مَّا تَعَرَّضَ هٰذِهِ الْحَرْكَةُ لِلسَّالِكِیْنَ عِنْدَ الذِّكْرِ اَوْ سِمَاعِ الْقُرْاٰنِ اَوْ مَا یَتَاَثَّرُوْنَ بِهٖ حَتّٰی تَكَادَ تَتَفَرَّقُ اَعْضَائُهُمْ وَقَدْ شَاهَدْنَا ذٰلِكَ فِی الْخَالِدِیْنَ مِنْ اَهْلِ الطَّرِیْقَةِ النَّقْشْبَنْدِیَّةِ وَرُبَمَا یَعْتَرِیْهِمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ صِیَاحٌ مَّعَهٗ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَانِفُ صَلَاتَهٗ لِذٰلِكَ وَمِنْهُمْ لَا یَسْتَانِفُ وَقَدْ كَثُرَ الْاِنْكَارُ عَلَیْهِمْ وَسَمِعْتُ بَعْضَ الْمُنْكِرِیْنَ یَقُوْلُوْنَ اِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الْحَالَةُ مَعَ الشُّعُوْرِ وَالْعَقْلِ فَهِیَ سُوْءُ اَدَبٍ وَمُبْطِلَةٌ لِّلصَّلٰوةِ قَطْعًا وَاِنْ كَانَتْ مَعَ عَدَمِ شُعُوْرٍ وَّزَوَالِ عَقْلٍ فَهِیَ نَاقِضَةٌ لِّلْوُضُوْءِ وَنَرَاهُمْ لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ وَاُجِیْبَ بِاَنَّهَا غَیْرُ اِخْتِیَارِیَّةٍ مَعَ وُجُوْدِ الْعَقْلِ وَالشُّعُوْرِ وَهِیَ كَالْعِطَاسِ وَالسُّعَالِ وَمِنْ هُنَا لَا یَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ بَلْ وَلَا تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ وَقَدْ نَصَّ بَعْضُ الشَّافِعِیَّةِ اَنَّ الْمُصَلِّیَ لَوْ غَلَبَهُ الضِّحْكُ فِی الصَّلٰوةِ لَا تَبْطُلُ صَلٰوتُهٗ وَیُعْذَرُ بِذٰلِكَ فَلَا یَبْعُدُ اَنْ یُّلْحَقَ مَا یَحْصُلُ مِنْ اٰثَارِ التَّجَلِّیَاتِ الْغَیْرِ الْاِخْتِیَارِیَّةِ بِمَا ذُكِرَ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهٖ غَیْرَ اِخْتِیَارِیٍّ كَوْنُهٗ صَادِرًا مِنْ غَیْرِ شُعُوْرٍ فَاِنَّ حَرْكَةَ الْمُرْتَعِشِ غَیْرُ اِخْتِیَارِیَّةٍ مَعَ الشُّعُوْرِ بِهَا وَهُوَ ظَاهِرٌ فَلَا مَعْنٰی لِلْاِنْكَارِ ﴿155﴾

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ایسے آدمی منتخب کیے جو کہ

شریف' بزرگ' بااستعداد مریدینِ حق' اصحابِ طلب اور اہلِ سلوک تھے۔ پس جب ان کو رعشہ نے پکڑ لیا۔ یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا جو کہ فنا کے صعقہ کی ابتداء میں پیش آتی ہے۔ انوارِ رحمانیہ صفات کی تجلیات کے نزول و ورود کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے کہ جس کے اثر سے بدن میں لرزہ' حرکت اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اور اکثر یہ حالت سالکینِ طریقت کو ذکر اور تلاوتِ قرآن کے وقت پیش آتی ہیں یا جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے اعضاء بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولانا خالد نقشبندی قدس سرہ العزیز کے مریدین میں مشاہدہ کی ہے کہ بعض اوقات ان کی نماز میں حرکات کے ساتھ چیخیں بھی نکل جاتی ہیں۔ پس بعض نماز کا اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں کرتے۔ اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کو قطعی طور پر باطل کرنے والی ہے۔ اور اگر عقل و شعور زائل ہونے کی وجہ سے ہے تو پھر سکر کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ سالکین وضو کا اعادہ بھی نہیں کرتے۔ لیکن میں اس کے جواب میں کہتا ہوں:

کہ نماز کی یہ حالت مذکورہ غیر اختیاری اور عقل و شعور کے باوجود پیش آتی ہے اس کی مثال چھینک اور کھانسی کی طرح ہے۔ اس لئے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہوتی ہے۔ اور بعض شوافع نے کہا ہے کہ اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے۔ اور نمازی اس صورت میں معذور سمجھا جائے گا۔ پس بعید نہیں کہ تجلیاتِ غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی اس کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور عدمِ فسادِ صلوۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کے غیر اختیاری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری ہے' غیر شعوری نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ شعور و عقل موجود ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر باہر معاملہ ہے اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔

اسی طرح صاحبِ روح المعانی نے بدن کی حرکت اور لرزے کو انوارات ایزدی کا اثر قرار دیا ہے نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ یہ حالت سالکین اور مریدین خصوصاً بزرگانِ طریقۂ نقشبندیہ کو حالت ذکر اور سماعِ قرآن یا توجہ مرشد کامل کے وقت یا خشیتِ الٰہی کے وقت پیش آتی ہے۔

اس کے بعد اقشعرار الجسد کے متعلق جو احادیثِ مبارکہ ہیں وہ بھی پیش کریں گے علاوہ ازیں چند فقہائے احناف کی عبارات بھی آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ تاکہ ان اقوال سے بھی مسئلہ مذکورہ کی مزید وضاحت ہو جائے اور اذہانِ فاسدہ سے گرد و غبار چھٹنے کا سبب بن جائے۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَحَاتَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ وَرَقُهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبَغْوِيْ اِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ﴿156﴾

"حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندہ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح سوکھے درخت کے پتے۔ اور بغوی کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے لئے حرام فرما دیتا ہے"۔

جب حضور نبی رحمت ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو جبریلِ امین نے تین دفعہ عرض کی کہ پڑھئے' آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں:

قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ...... يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ...... الخ ﴿157﴾

اس حدیث پاک کی شرح لکھتے ہوئے شارحین بخاری یوں رقم طراز ہیں:

کہ آپ ﷺ کا دل مضطرب تھا اور دھڑک رہا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد' دل کا مرادف ہے یا عینِ دل ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے: فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقتِ جامعہ سے مسمّٰی ہے اور انوارِ الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفاتِ فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے اور امام مجدد کی تحقیق کے مطابق آخری قول راجح واصح ہے۔ ﴿158﴾

اس حدیث پاک میں صرف قلب کا ذکر ہے لیکن روح' سر' خفی اور اخفیٰ بھی قلب کے بعد متولد ہوتے ہیں۔ لہٰذا صرف قلب کا ذکر فرمایا جیسا کہ "وَمَا اُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ" میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے یوں وضاحت فرمائی ہے:

اَقُوْلُ فِیْ حَلِّهٖ لَعَلَّ الْمُرَادَ بِالْمَلَكَيْنِ اَلْقَلْبُ وَالرُّوْحُ وَسَائِرُ لَطَائِفِ الْاَمْرِ وَاِنَّمَا ذَكَرَ الْاِثْنَيْنِ مَعَ اَنَّهَا خَمْسَةٌ لِاِرَادَةِ التَّعَدُّدِ دُوْنَ الْعَدَدِ الْمُعَيَّنِ اَوْ لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْكَشِفُ عَلٰى بَعْضِ السَّالِكِيْنَ الْاِثْنَيْنِ (الْاِثْنَانِ)مِنْهَا الْقَلْبُ وَالرُّوْحُ دُوْنَ الْبَوَاقِیْ فَكَنّٰى ذٰلِكَ الرَّجُلُ عَمَّا انْكَشَفَ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ بِالْمَرْاَةِ النَّفْسُ الْمُنْبَعِثَةُ مِنَ الْعَنَاصِرِ فَاِنَّهَا الْاَمَّارَةُ بِالسُّوْءِ وَلَمَّا زَوَّجَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِحِكْمَتِهِ الْبَالِغَةِ لَطَائِفَ الْاَمْرِ مَعَ النَّفْسِ وَجَعَلَ بَيْنَهَا(بَيْنَهُمَا)مَحَبَّةً وَّعِشْقًا اِسْوَدَّتِ الطَّائِفُ وَانْكَدَرَتْ وَغَفَلَتْ عَنْ خَالِقِهَا وَهِیَ مَحْبُوْسَةٌ مَنْكُوْسَةٌ فِی الْقَالِبِ الظُّلُمَاتِی الَّذِیْ امْتَلَاَتْ مِنْ نَّارِ الشَّهَوَاتِ وَذٰلِكَ هُوَ الْمُرَادُ بِالْجُبِّ بِبَابِلَ مَمْلُوَّةً نَارًا ثُمَّ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ وَقَامَتْ قِيَامَةٌ وَاسْتَدْرَكَهُ الرَّحْمَةُ خَلُصَتْ مِنَ السِّجْنِ اِنْ بَقِیَ فِيْهَا نُوْرُ الْاِيْمَانِ وَاَمَّا النَّفْسُ الْكَائِنَةُ فِیْ قَالَبِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَبْرَارِ فَبِمُجَاوَزَةِ لَطَائِفِ عَالَمِ الْاَمْرِ وَالرِّيَاضَاتِ الْمَامُوْرَةِ وَذِكْرِ اسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ صَعِدَتْ اِلَى السَّمَاءِ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ تَتَوَقَّدُ بَيْضَآءَ حَتّٰى قِيْلَ لَهَا ﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ فَالنَّفْسُ وَاِنْ كَانَتْ خَبِيْثَةً شَرِيْرَةً

فِی الۡاِبۡتِدَآءِ قَبۡلَ الۡاِهۡتِدَآءِ لٰکِنَّهَا تَفَضَّلَتۡ عَلٰی جَمِیۡعِ لَطَآئِفِ عَالَمِ الۡاَمۡرِ بِالۡقُوَّۃِ الۡاِسۡتِعۡدَادِیَّۃِ الۡمُسۡتَوۡدَعَۃِ فِی الۡغَبۡرَاءِ﴿159﴾

"میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ملکین سے مراد قلب' روح اور عالم امر کے تمام لطائف ہیں اور صرف دو کو اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بتانا منظور ہے کہ وہ لطائف متعدد ہیں۔ ان کی تعداد بتانی مقصود نہیں اور یا اس لئے کہ بعض سالکین پر منجملہ لطائف ستہ' یہ دو ہی منکشف ہوتے ہیں۔ پس اس سالک نے لفظ ملکین سے اپنے مکشوف (قلب وروح) سے کنایہ کیا ہو۔ اور عورت سے مراد نفس ہو جو کہ عناصر سے پیدا ہوا ہے (اس کنایہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اس قصہ میں اس عورت نے ملکین کو گناہ کا حکم کیا تھا اسی طرح) یہ نفسِ امارہ بھی برائی کا حکم دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے عالم امر کے لطائف کو نفس کے ساتھ مزدوج فرمایا اور ان میں محبت وعشق کو رکھ دیا تو یہ لطائف تاریک' مکدر اور اپنے خالق سے غافل ہو گئے۔ چنانچہ اس تاریک قالب میں جو شہوات کی آگ سے بھرا ہوا ہے' یہ لطائف محبوس اور اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔ بابل کے آگ بھرے کنویں سے یہی مراد ہے۔ پھر جب انسان مر جائیں گے اور قیامت قائم ہو گی تو اگر کچھ نورِ ایمان ہے تو ان لطائف کو اس قید خانہ سے نجات ہو جائے گی۔ اب رہا نفس' سو وہ اگر نیک بندوں کا ہے تو لطائف کے قرب و مجاورت اور ریاضات تکلیفیہ اور اسم اعظم یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی جلالت کے سبب آسمان پر ایسا پرواز کر جائے گا گویا چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے اور اسے اس طرح خطاب کیا جائے گا ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ﴾ نفس اگرچہ ابتداء میں خبیث اور شریر تھا لیکن اپنی قوتِ استعدادیہ کی بدولت جو کہ اس خاک دان میں رکھی ہے' لطائف پر بھی فوقیت لے گیا"۔

مندرجہ بالا روایات سے ظہورِ لطائف' حرکتِ لطائف' اقشعرارِ بدن اور وجد و جذب

صریحی طور پر ثابت ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رسولِ کریم ﷺ کے لطائف مبارکہ بھی ذکرِ خداوندی سے جاری اور ذکر فرمانے والے تھے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

احیائے دلہائے مردہ بتوجہ شریفِ اومنوط است۔ ﴿160﴾

"یعنی اولیائے کرام کی توجہ سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور حرکت کرنے لگتے ہیں"۔

نماز میں وجد کے دلائل

بعض اوقات خاشعین اور بزرگ لوگوں پر نماز کے اندر خشیتِ الٰہی کی وجہ سے اقشعرارِ بدن اور صیاح (چیخ) طاری ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت جائز و محمود ہے۔ ہم یہاں چند فقہاءِ کرام کی عبارات نقل کرتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کی پوری طرح وضاحت ہو سکے۔

صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتابِ مستطاب "الہدایہ" میں یوں رقم طراز ہیں:

فَاِنْ اَنَّ فِیْهَا اَوْ تَاَوَّهَ اَوْ بَکٰی فَارْتَفَعَ بُکَآئُهٗ......الخ ﴿161﴾

"اگر نمازی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کیا یا اتنا رویا کہ اس کا رونا حروف پر مشتمل ہو جائے اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہوئی تو نماز فاسد نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ زیادت خشوع پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن اگر (دنیاوی) درد یا مصیبت کی وجہ سے یہ حالت ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور افسوس کا اظہار ہے"۔

بحر العلوم واقفِ مذاہبِ اربعہ حضرت عبد الرحمٰن جزیری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اَلْاَنِیْنُ وَالتَّاَوُّهُ وَالتَّاَفِیْفُ وَالْبُکَآءُ اِذَا اشْتَمَلَتْ عَلٰی حُرُوْفٍ مَسْمُوْعَةٍ ......فِیْ مَسْئَلَةِ الْخَشْیَةِ﴿162﴾

"نماز میں آہ' اُہ' اُف کرنا اور اس طرح رونا کہ حروفِ مسموعہ پر مشتمل ہو تو یہ چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں۔ مگر جب یہ حالت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہو یا ایسی مرض کی وجہ سے ہو جس میں حالاتِ مذکورہ کے منع کرنے کی طاقت

نہ ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور عدمِ فسادِ صلوۃ کا حکم بابتِ خشیت حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے مابین متفق ہے"۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَوْ تَاَوَّہَ اَوْ بَکٰی فَارْتَفَعَ بُکَآؤُہٗ فَحَصَلَ لَہٗ حُرُوْفٌ فَاِنْ کَانَ مِنْ ذِکْرِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَصَلَاتُہٗ تَامَّۃٌ.......... وَلَوْ بَکٰی فِیْ صَلَاتِہٖ فَاِنْ سَالَ دَمْعُہٗ مِنْ غَیْرِ صَوْتٍ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُہٗ وَتَفْسِیْرُ الْاَنِیْنِ اَنْ یَّقُوْلَ آہْ آہْ وَتَفْسِیْرُ التَّاَوُّہِ اَنْ یَّقُوْلَ اُوْہْ کَذَا فِی التَّتَارْخَانِیَۃِ ﴿163﴾

"اگر کسی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کہا اور اتنی اونچی آواز سے رویا جس سے حروف حاصل ہوں۔ پس اگر یہ حالت جنت و دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز صحیح اور کامل ہے۔ اگر یہ حالت درد یا مصیبت کی وجہ سے ہے تو پھر نماز فاسد ہے۔ اگر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اوہ کیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر نماز میں رو پڑا اور بغیر آواز کے آنسو بہہ پڑے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انین کا معنی یہ ہے کہ وہ آہ آہ کہے اور تأوہ کا معنی یہ ہے کہ اوہ کہے جیسا کہ تتار خانیہ میں ہے"۔

نماز سے باہر وجد کے دلائل

نماز سے باہر بعض اوقات سالکین پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ چونکہ مقلد کے لئے ماخذ استدلال اپنے مذہب کے فقہائے کرام کے اقوال ہیں۔ لہٰذا چند عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ طالبِ حق کے لئے مشعلِ راہ اور منکرین کے لئے حجت بن جائیں۔

علامہ ابن عابدین اپنے رسائل میں فرماتے ہیں:

وَلَا کَلَامَ لَنَا مَعَ الصِّدْقِ مِنْ سَادَاتِنَا الصُّوْفِیَّۃِ الْمُبَرَّئِیْنَ عَنْ کُلِّ خَصْلَۃٍ رَدِیَّۃٍ فَقَدْ سُئِلَ اِمَامُ الطَّائِفِیْنَ سَیِّدُنَا الْجُنَیْدُ اَنَّ اَقْوَامًا یَّتَوَاجَدُوْنَ وَیَتَمَایَلُوْنَ فَقَالَ دَعُوْھُمْ مَعَ اللّٰہِ تَعَالٰی یَفْرَحُوْنَ فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ قَطَعَتِ الطَّرِیْقُ اَکْبَادَھُمْ وَمَزَّقَ النَّصَبُ فُؤَادَھُمْ وَضَاقُوْا ذَرْعًا فَلَا حَرَجَ عَلَیْھِمْ اِذَا تَنَفَّسُوْا لِحَالِھِمْ وَلَوْ ذُقْتَ مَذَاقَھُمْ عَذَرْتَھُمْ فِیْ صِیَاحِھِمْ

وَشَقِّ ثِيَابِهِمْ..........وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

وَمَنْ يَكُ وَجْدُهٗ وُجْدًا صَحِيْحًا
فَلَمْ يُحْتَجْ اِلٰى قَوْلِ الْمُغَنّٰى
لَهٗ مِنْ ذَاتِهٖ طَرَبٌ قَدِيْمٌ
وَسُكْرٌ دَائِمٌ مِّنْ غَيْرِ دَنٍّ ﴿164﴾

"اور ہم سادات صوفیاء کے متعلق کوئی بات نہیں کر سکتے جو کہ تمام اخلاقِ رذیلہ سے مبرا ہیں۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز سے کسی نے سوال کیا کہ بعض صوفیاء ایسے ہیں جو تواجد کرتے ہیں اور دائیں بائیں حرکت کرتے ہیں یہ کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اللہ تعالیٰ کے عشق میں چھوڑ دو تاکہ خوش ہو جائیں۔ کیونکہ طریقت نے ان کے دل پھاڑ دیئے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں قیام نے ان کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور اب وہ بے طاقت ہو ئے ہیں۔ اگر وہ اپنے حال کے مداوا کے لئے حرکت کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ان کے حاصل شدہ انوار کا ذائقہ تو بھی چکھ لے تو تُو ان کو چیخ و پکار اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھے۔"

اسی طرح علامہ نحریر ابنِ کمال پاشا سے اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے بھی حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی طرح جواز کا فتویٰ دیا۔ انہوں نے اپنے شعر میں جواباً ارشاد فرمایا:

مَا فِي التَّوَاجُدِ اِنْ حَقَّقْتَ مِنْ حَرَجٍ
وَلَا التَّمَايُلُ اِنْ اَخْلَصْتَ مِنْ بَاْسٍ
فَقُمْتَ تَسْعٰى عَلٰى رِجْلٍ وَّحَقٌّ لِمَنْ
دَعَاهُ مَوْلَاهُ اَنْ يَّسْعٰى عَلَى الرَّاْسِ

"یعنی تواجد اور وجد کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی دائیں بائیں جھکنے میں کوئی حرج ہے۔ جب یہ حالت علل باطنی سے پاک لوگوں پر طاری ہو جائے پس

وجد کی وجہ سے کھڑے ہو کر دوڑنا جائز ہے۔ بلکہ جس کو اس کا مولا بلائے اس کو تو سر کے بل دوڑ کر جانا چاہئے"۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا: مذکورہ مواضع پر محافلِ ذکر اور مجالسِ سماع میں کامل عارفین کے لئے وجد ورقص کی اجازت ہے...... جس کسی کو صحیح وجد نصیب ہوا اس کو مغنی کے نغمہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے ازلی مستی نصیب ہوتی ہے اور شراب کے برتن کے بغیر اسے حقیقی شرابِ محبت کا دائمی سکر نصیب ہو جاتا ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی کا فتویٰ

مفسر جلیل حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز سے اس کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے اس کی یوں وضاحت فرمائی:

المسئلۃ

فِیْ جَمَاعَةٍ صُوْفِيَّةٍ اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَجْلِسِ ذِكْرٍ ثُمَّ اَنَّ شَخْصًا مِّنَ الْجَمَاعَةِ قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ ذَاكِرًا وَّاسْتَمَرَّ عَلٰى ذٰلِكَ لِوَارِدٍ حَصَلَ لَهٗ فَهَلْ لَهٗ فِعْلُ ذٰلِكَ سَوَآءٌ كَانَ اخْتِيَارُهٗ اَمْ لَا وَهَلْ لِاَحَدٍ مَنْعُهٗ وَزَجْرُهٗ عَنْ ذٰلِكَ؟

الجواب

لَا اِنْكَارَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ هٰذَا السُّوَالِ ......وَقَدْ صَحَّ الْقِيَامُ وَالرَّقْصُ فِیْ مَجَالِسِ الذِّكْرِ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنْ كِبَارِ الْاَئِمَّةِ مِنْهُمْ شَيْخُ الْاِسْلَامِ عِزُّالدِّيْنِ بْنُ عَبْدِالسَّلَامِ﴿165﴾

مسئلہ:۔"صوفیائے کرام کی جماعت جب ذکر کے لئے جمع ہو چکی ہو پھر ایک شخص مجلس سے ذکر کرتے ہوئے اٹھ جائے اور انوارِ الٰہیہ کے ورود کی وجہ سے یہ حالت اس سالک پر مداومت سے طاری ہو جائے۔ پس یہ کام اس سالک کے لئے جائز ہے یا نہیں' خواہ اختیار سے اٹھتا ہے یا بے اختیار ہو کر۔ نیز اس سالک کو اس حال سے منع کرنا چاہئے یا نہیں اور کیا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہئے یا نہیں؟"۔

جواب:-"اس سالک پر اس حال میں کوئی اعتراض اور انکار نہیں۔ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی سے بھی یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا اور مزید فرمایا کہ سالک کو اس حال سے منع کرنا کسی کے لئے جائز نہیں اور منع کرنے والے کو سرزنش کرنا لازمی ہے۔ علامہ برہان الدین انباسی سے بھی یہی سوال پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا: یہ سالک' صاحب الحال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے۔ کیونکہ اس نے تواجد کی لذت حاصل نہیں کی اور منکر کو عشقِ حقیقی کا مشروب نصیب نہیں۔ خلاصہ یہ کہ صوفیائے کرام کے حال کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔ اسی طرح بعض ائمہ احناف اور مالکیہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ سب نے اس سوال کے جواب پر اتفاق کیا ہے جس میں کسی مخالفت کی گنجائش نہیں۔

میں (سیوطی) کہتا ہوں

میں کہتا ہوں کہ کیونکر کھڑے ہو کر ذکر کرنے سے یا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہونے سے منع کیا جائے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

"عقل مند وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہو کر' بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں"۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی کریم ﷺ ہر لحہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے"۔

اسی طرح اگر سالک نے قیام کے ساتھ رقص کیا یا چیخ و پکار کی' تب بھی اس پر کوئی اعتراض یا انکار نہ ہوگا کیونکہ یہ حالت شہود اور مواجید کی لذت کی بنا پر طاری ہوتی ہے اور حدیث شریف میں (حبشہ سے واپس آکر خیبر کی فتح کے بعد) حضرت جعفر بن ابی طالب کا رقص نبی کریم ﷺ کے سامنے ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

"کہ آپ کے اخلاق اور شکل مجھ سے مشابہ ہیں"۔

پس اس خطاب کی لذت سے انہوں نے رقص کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر کوئی انکار ظاہر نہیں فرمایا۔ پس یہ حدیثِ تقریری صوفیائے کرام کے رقص اور وجد پر دلیل

ہے۔ کیونکہ حقیقی صوفیائے کرام پر یہ حالت' مواجید کی لذت سے طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح مجالسِ ذکر اور محافلِ سماع میں قیام اور رقص بھی جائز ہے۔ اور ائمہ کبار سے ثابت ہے۔ جن میں شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کا اسم مبارک سرفہرست ہے"۔

اس موضوع پر تفصیل کے خواہش مند درج کتب کی طرف رجوع فرمائیں

تفسیر روح المعانی' جلد ۹' صفحہ ۸۶/ تفسیر روح البیان' جلد ۲' صفحہ ۴۱۹' جلد ۳' ۱۲۵-۱۴۷-۲۴۳' جلد ۷' صفحہ ۷۶' جلد ۸' صفحہ ۹۹-۱۰۰-۱۰۱/ الانوار القدسیہ' جلد ۱' صفحہ ۸۲ تا ۸۹' جلد ۲' صفحہ ۳۹' از امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ' مطبوعہ مکتبہ المعارف بیروت / حاشیہ الطحطاوی علیٰ درالمختار' جلد ۴' صفحہ ۱۷۷-۱۷۶' از علامہ سید احمد طحطاوی قدس سرہ' مطبوعہ مصر / فتاویٰ ردالمختار' جلد ۳' صفحہ ۳۰۷/ الحدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ' جلد ۲' صفحہ ۵۲۳' از شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ / مکتوبات امام ربانی' جلد ۱' حصہ ۵' مکتوب نمبر ۳۰۲' صفحہ ۱۴۴' مطبوعہ نور کمپنی لاہور

باب نمبر11

لطائف سبعہ کی وضاحت' تاثیرات والوان

بذریعہ کشف یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان سات لطائف سے مرکب ہے۔ یعنی قلب' روح' سر' خفی' اخفی' نفس اور قالبی۔ اور یہ تصوف کی ایسی باریکی ہے کہ اس بارے میں عام انسان اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ یہ تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ اگر معمولی سی لغزش بھی ہو جائے تو بھٹک جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس بارے میں بزرگانِ دین کے جو اقوال موجود ہیں انہی کے بیان پر اکتفا کیا جائے۔

تو اس ضمن میں اپنی قوتِ استعداد کے مطابق بزرگانِ دین کے اقوال و اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت مجدد الفِ ثانی کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز یوں رقم طراز ہیں:

"دونوں جہاں کی نیکی سید کونین ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ وہ فلسفی جو اپنی آنکھ میں متابعتِ مصطفیٰ ﷺ کا سرمہ نہیں ڈالتا' وہ عالمِ امر کی حقیقت کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ اس کی تنگ نظر عالمِ خلق کو بھی دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ پانچوں جوہر یعنی حال' محل' صورت' نفس اور عقل کہ جن کی تصدیق ہو چکی ہے' سب عالمِ خلق کے اندر ہیں۔ نفسِ ناطقہ خود نفسِ امارہ بھی ہے' جو پاکی و صفائی کا محتاج ہے۔ اور اپنی ذات میں کمینہ اور ذلیل بھی۔ اس کو عالمِ امر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اور اکیلے کا اس سے کیا تعلق؟۔

اور عقل بھی معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی' سوائے ان کاموں کے جن کا تعلق احساس سے ہے۔ بلکہ حکم محسوسات پیدا کئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ امر جس کا تعلق احساس سے نہیں اور مشاہدات میں اس کی کوئی مثال نہیں' وہ بھی عقل میں نہیں آ سکتا۔ ان تالوں کو عقل کی چابی نہیں کھول سکتی۔ لہذا اس کی نظر بے مثال احکام سے قاصر ہے اور پوشیدہ امور سے ناواقف' اور یہی عالم خلق کی نشانی ہے۔

عالمِ امر کا رخ بے چونی کی طرف ہے اور بے چونی کی طرف توجہ سے عالمِ امر کی ابتداء ہوتی ہے اور پہلا مرتبہ قلب ہے' قلب سے بلند روح' روح سے بلند سر' سر سے بلند خفی اور خفی سے بلند اخفی ہے۔ اور عالمِ امر کے انہیں پانچوں مراتب کو اگر جواہرِ خمسہ کہا جائے تو مناسب ہے۔

· فلسفی نے اپنی کوتاہ نظری سے چند گرے ہوئے ٹکڑوں کو ہی جواہر سمجھ لیا ہے۔ عالمِ امر کے ان جواہرِ خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق کا علم نبی کریم ﷺ کی مکمل اتباع کرنے والوں کے نصیب میں ہے۔

عالمِ کبیر میں جو کچھ ہے عالمِ صغیر میں انسان اس کا صرف نمونہ ہے۔ عالمِ کبیر مین بھی ان جواہرِ خمسہ کا اصول ثابت ہے۔ عرشِ مجید عالمِ کبیر کے ان جواہر کا مبداء ہے اور انسان کے قلب کے رنگ میں ہے۔ اسی مناسبت سے قلبِ انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرش کہا جاتا ہے۔ اور باقی جواہر پنجگانہ کے مراتب عرش کے اوپر ہیں۔ عالمِ کبیر میں عرش عالمِ خلق اور عالمِ امر کے درمیان برزخ ہے۔ جب کہ عالمِ صغیر میں عالمِ خلق اور عالمِ امر کے درمیان انسان کے رنگ برزخ ہیں۔ قلب اور عرش اگرچہ عالمِ خلق میں ظاہر ہیں لیکن اصل میں ان کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔

وہ بے چونی اور بے چونگی کا حصہ رکھتے ہیں۔ ان جواہرِ خمسہ کی حقیقت کا علم مکمل افراد یعنی اولیائے کرام کے لئے تسلیم شدہ ہے۔ کہ انہوں نے مراتبِ سلوک تفصیلاً طے کئے ہیں اور انتہائی آخر تک پہنچے ہوئے ہیں...... جاننا چاہئے کہ ان جواہر کی ابتداء صفاتِ اضافیہ سے ہوتی ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہے۔ اور ان سے اوپر صفاتِ

حقیقیہ ہیں کہ جن کی تجلیات روح کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور قلب کا تعلق صفاتِ اضافیہ سے ہے اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ باقی جواہر یعنی سر، خفی اور اخفی جو صفاتِ حقیقیہ سے بلند ہیں، خداوندِ قدوس کی ذات کے دائرہ میں داخل ہیں اس لئے ان تینوں مراتب کی تجلیات کو تجلیاتِ ذاتیہ کہتے ہیں۔ اس سے آگے خاموش رہنے میں مصلحت ہے۔ ع

قلم اس جگہ پہنچا تھا کہ اس کا سر اٹوٹ گیا یعنی کچھ لکھنے کے قابل ہی نہ رہا" ﴿166﴾

قاضی ثناءاللہ پانی پتی کا ارشاد

لطائف کے بارے میں عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے بڑی نفیس بحث فرمائی ہے اور اس بات کا جواب ارشاد فرمایا کہ انسان ہی تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز کیوں بنا۔ فرشتوں کو یہ دولتِ لازوال کیوں نہ نصیب ہوئی اور خلافت انسان ہی کے حصہ میں آئی۔ اس بحث کو پڑھنے کے بعد کسی قسم کی الجھن باقی نہیں رہتی۔ آپ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ تَقَرَّرَ عِنْدَ الْاَكَابِرِ مِنَ الصُّوْفِيَّةِ اَنَّ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا لَا يَتَحَمَّلُهَا الْاَرْضُ لِكَثَافَتِهَا دُوْنَ غَيْرِهَا مِنْ عَنَاصِرِ الْخَلْقِ كَذٰلِكَ التَّجَلِّى الذَّاتِىْ لَا يَتَحَمَّلُهَا اِلَّا عُنْصُرُ التُّرَابِ وَاَمَّا غَيْرُهَا مِنَ الْعَنَاصِرِ فَلِنَوْعٍ مِنَ الْكَثَافَةِ الَّتِىْ يَتَحَمَّلُ التَّجَلِّيَاتِ الصِّفَاتِيَّةَ الظِّلِّيَّةَ دُوْنَ الذَّاتِيَةِ وَاَمَّا لَطَائِفُ عَالَمِ الْاَمْرِ فَلَا نَصِيْبَ لَهَا اِلَّا مِنْ تَجَلِّيَاتِ الظِّلِّيَّةِ وَالْاِنْسَانُ لَمَّا كَانَ مُرَكَّبٌ مِنَ الطَّائِفِ الْعَشْرَةِ الَّتِىْ هِىَ اَجْزَآءُ الْعَالَمِ الْكَبِيْرِ وَلَمْ يَجْتَمِعْ شَيْئٌ مِنْ اَفْرَادِهَا كَانَ هُوَ اَهْلًا لِلْخِلَافَةِ وَحَامِلًا لِلْاَمَانَةِ الَّتِىْ عَرَضَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا عَلٰى نَفْسِهٖ بِتَحَمُّلِ مَا لَمْ يَتَحَمَّلْهُ غَيْرُهٗ لِعَظْمَةِ الْمَحْمُوْلِ وَ مُسَمّٰى بِالْعَالَمِ الصَّغِيْرِ صُوْرَةً وَاَكْبَرُ مِنَ الْكَبِيْرِ مَعْنًى حَيْثُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَسَعُنِىْ اَرْضِىْ وَلَا سَمَآئِىْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِىْ قَلْبُ عَبْدِى الْمُؤْمِنِ﴿167﴾

"جاننا چاہئے کہ اکابر صوفیائے کرام کے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس طرح زمین اپنی کثافت کے سبب سورج کی روشنی کو برداشت کر سکتی ہے جب کہ دیگر عناصر خلق لطافت کے سبب اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تجلی ذاتی کو بھی صرف عنصر خاکی ہی برداشت کر سکتا ہے۔اور عنصر خاک کے علاوہ دوسرے عناصر میں چونکہ کچھ کثافت موجود ہوتی ہے۔اس سبب سے صفات کی تجلیات کو تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن تجلیاتِ ذاتیہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔اور عالمِ امر کے لطائف چونکہ لطیف ہیں اس لئے انہیں تجلیاتِ ذاتیہ سے تو حصہ نہیں ملتا لیکن تجلیاتِ ظلیہ سے کچھ حصہ نصیب ہو جاتا ہے۔اور چونکہ انسان ان دس لطائف سے مرکب ہے جو کہ عالمِ کبیر کے اجزا ہیں۔اور سوائے انسان کے اور افرادِ عالم میں یہ لطائف مجتمع نہیں۔اس لئے وہ خلافت کے قابل اور بارِ امانت جس کی نسبت باری تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ......﴾وہ امانت جس کو حق تعالیٰ نے آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا۔لیکن سب نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس کے اٹھانے سے ڈرنے لگے اور صرف انسان نے یہ بوجھ اٹھالیا۔پس انسان نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور یہ انسان (محمول کی عظمت سے) بہت جاہل ہے۔ یہ انسان صورتاً عالمِ صغیر سے مسمی ہے اور معناً عالمِ کبیر سے بھی بڑا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا ہے: مجھے میری زمین سما سکتی ہے نہ آسمان' لیکن میرے بندۂ مومن کا دل مجھے سما جاتا ہے"۔

اسی طرح آپ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو راہی ہمارے نزدیک آنا چاہتا ہے صرف سات قدم کا فاصلہ ہے۔یعنی عالمِ امر کے پانچ لطائف قلب' روح' سر' خفی اور اخفی۔اور نفس کا فنا کرنا' لطیفۂ قالبیہ کی صفائی اور جسم کی بھلائی بھی اسی سے عبارت ہے"۔﴿168﴾

خواجہ شمس العارفین کا ارشاد

حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"عارف چند مراحل طے کرتا ہے۔ کیونکہ پہلے وہ مرتبہ احدیت میں تھا' پھر مرتبہ نزولی یعنی وحدت میں آتا ہے۔ وحدت سے واحدیت میں قدم رکھتا ہے۔ واحدیت سے عالمِ ارواح' وہاں سے عالمِ مثال' عالمِ مثال سے عالمِ نباتات' پھر عالمِ جمادات و حیوانات اور اس کے بعد عالمِ اجسام میں متشکل ہوتا ہے"۔﴿169﴾

اولیائے کرام کے لطائف کی وسعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

"جو بعض اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف اجساد میں متجسد ہو کر اور مختلف اشکال میں متشکل ہو کر جاتے ہیں اسی طرح اس عزیز کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے اور کبھی وطن سے باہر نہیں نکلا۔ بعض حضرات مکہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرمِ کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ اور بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو روم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آنے ہیں۔ یہ سب عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں"۔﴿170﴾

اس قسم کے واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں لیکن صرف ایک ہی واقعہ بطور مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

ایک دن رمضان المبارک میں حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز کو ستر آدمیوں نے فرداً فرداً اپنے گھر میں برکت کی خاطر روزہ افطار کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے ہر ایک کی دعوت کو قبول فرمایا۔ جب کہ ہر دعوت دینے والے کو کسی دوسرے کے مدعو کرنے کا قطعاً علم نہ تھا۔ آپ نے ایک ہی وقت ہر ایک کے گھر ان کے ہمراہ روزہ افطار فرمایا نیز آپ نے اپنے آستانہ عالیہ پر بھی اس دن روزہ افطار فرمایا۔ صبح ہر مدعو کرنے والے

نے آپ کی اپنے گھر تشریف آوری اور افطاری کی سعادت حاصل کرنے کا تذکرہ کیا تو یہ خبر بغداد شریف میں خوب پھیلی۔

آپ کے خدام میں سے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ حضرت اپنے آستانہ سے باہر بھی تشریف نہ لے گئے تو یہ لوگ آپ کے بیک وقت تشریف لانے اور طعام تناول فرمانے کا تذکرہ کیسے کرتے ہیں۔ تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

هُمْ صَادِقُوْنَ فِيْ قَوْلِهِمْ وَاِنِّيْ اَجَبْتُ دَعْوَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ وَحَضَرْتُ وَاَكَلْتُ طَعَامَهُمْ فِيْ بُيُوْتِهِمْ فَرْدًا فَرْدًا

"وہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی دعوت قبول کی اور بیک وقت ہر آدمی کے گھر جا کر کھانا تناول کیا"۔﴿171﴾

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں کہ ان کے لطائف کو وہ وسعتیں عطا کی جاتی ہیں۔ کہ وہ جس قالب میں چاہیں بیک وقت حاضر ہو سکتے ہیں یہ سب ربِ کائنات کی عطا کردہ نعمت ہوتی ہے اور یہ اس ربِ کریم کا بندۂ مومن پر فضلِ عظیم ہوتا ہے۔ وہ کائنات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتا ہے"۔﴿172﴾

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

لطائف عالم خلق وامر

مادۂ عناصر اربعہ سے پیدا ہونے والی مخلوق کو عالم خلق سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ پانچوں لطائف نفس، ہوا، آگ، پانی اور مٹی سے مرکب ہے۔ عالم خلق عرش کے نیچے سے تحت الثریٰ تک ہے۔ اسی طرح عالمِ امر کے لطائف کی فرع بھی زیرِ عرش عالم خلق کے ساتھ ہے اور عالم خلق کے لطائف کی اصل عالم امر کے لطائفِ خمسہ ہیں۔ یعنی نفس کی اصل قلب، ہوا کی اصل روح، پانی کی اصل سر، آگ کی اصل خفی اور مٹی کی اصل اخفی

ہے۔ عالم خلق کو عالمِ اجسام' عالمِ ناسوت' عالمِ شہادت اور عالمِ اسباب بھی کہا جاتا ہے اور ان کے مجموعے کو عالمِ معادیات کہتے ہیں۔

جب کہ عالمِ امر کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو "کن" سے پیدا کی گئی ہے۔ یہ عالم' عناصرِ مرکبہ سے خالی ہوتا ہے۔ جیسے ارواحِ انسانی اور لطائفِ مجردہ۔ عالمِ امر فوق العرش ہے۔ عالمِ امر کے لطائف کی جڑ اور اصل فوق العرش ہے۔ مگر ربِ لم یزل نے اپنی رحمتِ کاملہ مکملہ کے ساتھ ان لطائفِ خمسہ کو بدنِ انسانی میں مختلف مقامات پر امانتاً بطور فرع رکھ دیا ہے۔ تاکہ بندہ ان لطائف کے فیوضات و کمالات سے بہرہ مند ہو سکے اور اس کے لئے قربِ خداوندی کا حصول ممکن ہو سکے۔

عالمِ امر کو عالمِ لاہوت' عالمِ ارواح' عالمِ غیب اور عالمِ حیرت بھی کہتے ہیں' اور جملہ عالمین کے مجموعہ کو عالمِ مجردہ ذات کہتے ہیں اور آیہ کریمہ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔﴿173﴾

اس آیہ کریمہ کے ضمن میں حضور سیدی ضیاء الامت قدس سرہ العزیز تفسیر مظہری کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

صوفیائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک "خلق" سے مراد عالم جسمانیت یعنی عرش' کرسی' زمین' آسمان اور ان میں جو کچھ ہے۔ اور "الامر" سے مراد عالم مجردات یعنی قلب' روح' سر' خفی اور اخفی جو عرش سے بھی ماوراء ہیں' انہیں عالم امر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں مادہ کے بغیر محض امر کن سے پیدا کیا گیا ہے علامہ پانی پتی کی عبارت ملاحظہ ہو:

قَالَتِ الصُّوْفِيَّةُ الْمُرَادُ بِالْخَلْقِ عَالَمُ الْخَلْقِ يَعْنِى الْجِسْمَانِيَّةَ الْعَرْشَ وَمَا تَحْتَهُ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ بَيْنِهِمَا وَعَالَمُ الْاَمْرِ يَعْنِى الْمُجَرَّدَاتِ مِنَ الْقَلْبِ وَالرُّوْحِ وَالسِّرِّ وَالْخَفِيِّ وَالْاَخْفٰى.......... وَسُمِّيَتْ بِعَالَمِ الْاَمْرِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَهَا بِلَا مَادَةٍ بِاَمْرِ كُنْ﴿174﴾

صوفیائے کرام نے بذریعہ کشف ان لطائف کو ایک دائرہ کی صورت میں ظاہر فرمایا ہے۔ نصف دائرہ عالمِ امر میں بالائے عرش ہے۔ اور نصف دائرہ عالمِ خلق میں زیرِ

عرش ہے۔ کیونکہ عالم امر کے اصول تو فوق العرش ہیں۔ جب کہ اس کی فروع زیرِ عرش عالمِ خلق کے ساتھ تو ہیں لیکن عالمِ خلق فوق العرش نہیں بلکہ صرف زیرِ عرش ہے۔﴿175﴾

عالم امر کے لطائف کی تاثیرات والوان

1......لطیفۂ قلب

قلب کی تین قسمیں ہیں جن کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

اَلْقُلُوْبُ ثَلٰثَۃٌ قَلْبٌ سَلِیْمٌ وَّقَلْبٌ مُّنِیْبٌ وَّقَلْبٌ شَہِیْدٌ اَمَّا الْقَلْبُ السَّلِیْمُ فَھُوَ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْہِ سِوَآءُ مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّا الْقَلْبُ الْمُنِیْبُ فَھُوَ الَّذِیْ تَابَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّا الْقَلْبُ الشَّہِیْدُ فَھُوَ الَّذِیْ شَاھَدَ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ﴿176﴾

”قلب تین ہیں قلبِ سلیم‘ قلبِ منیب اور قلبِ شہید۔ قلبِ سلیم وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سواء کچھ نہ ہو‘ قلبِ منیب وہ ہے جو ہر چیز سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور قلبِ شہید وہ ہے جو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہی کا مشاہدہ کرتا ہے“۔

لطیفۂ قلب انسان کے بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر داخل بہ سینہ ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کے انوار و تجلیات و فیوضات حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے زیرِ پا ہیں۔ اس کے انوارات کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ جو سالک سیدنا آدم علیہ السلام کی ولایت کے حصول میں کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے اور پیرانِ کبار کے لطائفِ شریفہ سے اس کا لطیفہ قلب انوار و فیوضات سے معمور ہو جاتا ہے تو اس لطیفہ کے کمالات کے حصول کے بعد وہ سالک صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے یعنی جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے ربِ لم یزل حضور سیدِ عالم ﷺ کے توسط اور پیرانِ کبار کی برکت سے اس کو پورا فرماتا ہے۔

اس کے وساوس اور خطراتِ شیطانی دفع ہو جاتے ہیں اور اس کا قلب‘ سلیم ہو جاتا ہے وہ

تکوین کی دلدل سے نکل کر تسکین و تمکین کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو جاتا ہے اور اس لطیفہ میں اسے فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس کا قلب' سلیم ہو جائے اس کا سارا وجود پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ لطیفہ قلب کی ولایت سیدنا آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم ہونے کی وجہ سے ولایتِ آدموی کہلاتی ہے۔

یہ ولایت کا پہلا زینہ ہے۔ ولایتِ آدموی کا فقیر ہر وقت توبہ و استغفار میں مصروف رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عجز و انکساری اور معافی کا خواستگار رہتا ہے۔ اپنی صفاتِ رذیلہ کو صفاتِ حمیدہ سے بدلنے کی سعی جمیل کرتا ہے۔ اور اس کے لطیفہ قلب کی حرکت سے غفلت اور شہوت دور ہو جاتی ہے۔ ﴿177﴾

2......لطیفہ روح

لطیفہ روح انسان کے دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کے انوار و تجلیات و فیوضات اور ولایت حضرت سیدنا نوح اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام کے زیرِ قدم ہیں۔ اور اس لطیفہ کے انوارات و تجلیات کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کا صحرا نورد ولایتِ نوح اور ولایتِ ابراہیمی کا حامل ہوتا ہے۔ اور اس لطیفہ کے جملہ کمالات اور درجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس ولایت کا فقیر متوکل علی اللہ ہوتا ہے۔ اپنی کشتی کو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر معرفت کے سمندر میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور حالات و واقعات کا مقابلہ کرتے ہوئے اور نفس سے جہاد کرتے ہوئے اپنی کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچا دیتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے مخالفین یعنی نفس و شیطان کی فریب کاریوں اور حیلہ سازیوں سے دامنِ عصمت بچا کر ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ﴾ کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہوئے ماسوی اللہ سے منہ موڑ کر یادِ خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اور اعداءِ اسلام کی بھڑکائی ہوئی آگ اس کے لئے گلزارِ ابراہیمی بن جاتی ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس مشرب والے فقیر میں توکل اور عشقِ الٰہی کا فیض آتا ہے۔وہ اپنی صفاتِ حسیہ یعنی دیکھنے' بولنے' سننے اور سوچنے کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات دیکھتا ہے۔اور انسان کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے ثابت جانتا ہے۔اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری صفاتِ کمالیہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ان کا قیام ودوام صفاتِ الٰہیہ کی وجہ سے ہے۔اور یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے۔اس لطیفہ کی حرکت سے غضب وغصہ میں اعتدال اور طبیعت میں اصلاح اور سکون پیدا ہوتا ہے۔﴿178﴾

اور ﴿وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ﴾ میں ملکین سے مراد قلب وروح اور عالمِ امر کے تمام لطائف ہیں اور صرف دو کو اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بتانا منظور ہے کہ وہ لطائف متعدد ہیں ان کی تعداد بتانی مقصود نہیں۔﴿179﴾

(اس کی تفصیل باب نمبر10 حاشیہ نمبر159 میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے)

3......لطیفۂ سر

لطیفۂ سر انسان کے بائیں پستان کے بالکل اوپر دو انگشت کے فاصلے پر داخل بہ سینہ ہے۔اس لطیفہ کے جملہ انوارات وتجلیات وفیوضات وبرکات اور ولایت حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔اس لطیفہ کے انوارات کا رنگ سفید برفانی ہوتا ہے۔لطیفۂ سر سے مراد وہ راز ہے جو روحِ انسانی کا مبدا ہے۔اور اس کو عالمِ لاہوت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور عالمِ لاہوت سے مراد روحِ محمدی ﷺ ہے۔

یہ ایک لطیف کیفیت ہے۔اس مقام پر سالک پر بے شعوری میں ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جو لطائف قلب وروح کے واقعات واحوال سے ممتاز ترین ہوتے ہیں۔جس سے حرص کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور دینی امور میں بلا تکلف مال خرچ کرنے اور آخرت کی بیداری کی فکر ہوتی ہے۔اور یہ مقامِ مشاہدہ ودیدار ہے۔اس مقام پر سالک کو عشقِ الٰہی کے سبب معرفتِ حق کی شرابِ طہور کا جام نصیب ہوتا ہے۔اس ولایت کا فقیر ولایتِ موسوی کا حامل ہوتا ہے۔﴿180﴾

4......لطیفہ خفی

لطیفہ خفی دائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ سینہ ہوتا ہے۔اس کے انوار و تجلیات و برکات اور ولایت حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم مبارک ہیں۔ اس کے انوارات کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔جب اس لطیفہ کی تکمیل ہو جاتی ہے تو سالک اس لطیفہ کے ذکر کی وجہ سے مقامِ قرب کے اس مرتبے پر فائز ہوتا ہے جس کی کراماکاتبین کو بھی خبر نہیں ہوتی۔جب قیامت کا دن ہو گا تو ذاکرِ خفی بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہو گا۔
اس لطیفہ میں صاحبِ کمال فقیر ولایت کا چوتھا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ذاکرِ خفی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ سے کبھی نہیں تھکتا۔اس درجہ پر فائز ہونے والے فقیر کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات کی نسبت دوسروں کو فوقیت دیتا ہے۔خود مصائب کا سامنا کر کے دوسروں کی تکالیف دور کرتا ہے اور خود عجز و انکساری کا پیکر بن جاتا ہے۔اس پر صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ کا ظہور ہو جاتا ہے۔جس کی تاثیر سے حسد' بخل' کینہ اور غیبت جیسی مہلک امراض سے نجات پا جاتا ہے۔سالک پر جب اس لطیفہ کی کیفیات طاری ہوتی ہیں تو وہ معائنۂ ذات کی بدولت واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔اور لطیفہ خفی سے مراد نور محمدی ﷺ ہے جسے عالم باہوت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔﴿181﴾

5......لطیفہ اخفیٰ

لطیفہ اخفیٰ کا مقام سینہ کے وسط میں لطیفہ سر اور لطیفہ خفی کے درمیان ہے۔اس لطیفہ کے انوار و تجلیات اور فیوضات و برکات اعلم الاولین والآخرین' اکرم الاولین والآخرین' شفیع المذنبین' قائدالغرا لمحجلین' محبوب رب العالمین' وجہ وجودِ کائنات' منبع جود و عطا' حضور نبی رحمت' جناب احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم مبارک کے نیچے ہیں۔اس کے انوارات کا رنگ سبز ہوتا ہے۔اس لطیفہ کی ولایت ولایتِ محمدی کہلاتی ہے۔جس کو اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل کبیر ہوتا ہے۔
جس طرح حضور سید عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات بعد از خدا تمام انبیاء و مرسلین

سے برتر وافضل ہے' اسی علو مرتبت کے اعتبار سے ولایت لطیفہ اخفی کا فیض بھی بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔ کیونکہ لطیفہ اخفی کی ولایت آپ ﷺ کے زیر قدم مبارک ہے۔ اس لطیفہ کی تکمیل کے بعد سالک کو جو بلندیاں اور کمالات نصیب ہوتے ہیں وہ بھی ارفع واعلیٰ ہوتے ہیں۔ ولایتِ محمدی کا شارب مقام کے اعتبار سے بہت بلند ہوتا ہے۔ وہ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کا مظہر اتم ہوتا ہے۔ اس ولایت کے حامل فقیر کا رابطہ اللہ جل شانہ اور حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ ذاتی ہوتا ہے۔ اس میں خُلقِ محمدی' صدق واخلاص اور وفا شعاری بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

گویا کہ وہ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری کا مصداقِ کامل ہوتا ہے۔ شریعت کی پاسبانی اور پاسداری میں کسی طاغوتی قوت سے نہیں ڈرتا۔ ہر لحہ شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ اور مرشد کامل کی توجہِ خاص' محبت' وفاشعاری اور تابع فرمانی کی بدولت مجلس محمدی وجودی بھی اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ الغرض جمیع کمالات و صفات نبویہ محمدیہ واحمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فیض یاب ہوتا ہے۔

ولایت محمدی کا فقیر خود بھی صاحبِ کمال ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی باکمال بنانے کی صلاحیتِ تامہ رکھتا ہے۔ اس لطیفہ کی سیر کی تکمیل کے بعد صاحب ولایتِ محمدی جو کچھ دیکھتا ہے عین بعین ہو بہو دیکھتا ہے۔ گویا وہ صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کا فیض حاصل کرنے والا سالک غلبہ عشق میں بے قرار ہو کر عین حضوری اور بے حضوری میں ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کا شور مچانے والا ہوتا ہے۔ مگر پلک جھپکنے کی دیر میں اس حالِ بے قراری سے گذر جاتا ہے۔ اور ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ کے مقام رفیع پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

اس مقام پر کلمہ طیبہ کی حقیقت سے آگاہی ہوتی ہے۔ اس لطیفہ میں سیر مع اللہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی علامت بلا تکلف ذکر کا جاری ہونا ہے۔ اور قرب ذات کا احساس و شہود ہے۔ اس کی تاثیر سے تکبر' غرور' خود پسندی اور فخر جیسی موذی اور ہلاک کن امراض سے نجات پاتا ہے۔ اور حضور واطمینان کی دولتِ نایاب نصیب ہوتی ہے۔ ﴿182﴾

انہیں لطائف خمسہ عالم امر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو

قدس سرہ العزیز اپنے پنجابی کلام میں یوں اظہار فرماتے ہیں۔

پنج محل پنجاں وچ جانن ڈیوا کت ول دھریئے ہو
پنج مہر پنج پٹواری حاصل کت ول دھریئے ہو
پنج امام تے پنجے قبلے سجدہ کت ول کریئے ہو
باہو جے صاحب سر منگے ڈھل نہ کریئے ہو

قلب ہلیا تاں کیا کجھ ہویا کیا ہویا ذکر ربانی ہو
قلبی روحی خفی سری سمجھے راہ حیرانی ہو
شہ رگ توں نزدیک جلیندا یار نہ ملیوس جانی ہو
نام فقیر تنہاندا باہو جیہڑے وسدے لا مکانی ہو

عالم خلق کے لطائف کی تاثیرات والوان

6......لطیفہ نفسی

یہ عالمِ خلق کا پہلا لطیفہ ہے۔ یہ لطیفہ انسان کی پیشانی کے درمیان اس جگہ ہوتا ہے جہاں بالوں کے پھوٹنے کی حد ختم ہوتی ہے۔ اس کے انوارات و فیوضات و تجلیات کا رنگ خاک کی مانند ہوتا ہے۔ اس کی تاثیر سے نفسانیت اور سرکشی مٹ جاتی ہے' عجز و انکساری کا عنصر پیدا ہوجاتا ہے اور ذکر میں لگن و شوق اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ ﴿183﴾

7......لطیفہ قالبی

یہ عالمِ خلق کا دوسرا لطیفہ ہے۔ جو درحقیقت لطائفِ اربعہ یعنی ہوا' پانی' آگ اور مٹی پر مشتمل ہے۔ یہ لطیفہ انسان کے دماغ کے وسط میں ہوتا ہے۔ اس کے انوارات و تجلیات کا رنگ آتش نما ہوتا ہے۔ اس کی تاثیر بدن کے ہر رونگٹے میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس سے رزائلِ بشریہ اور علائقِ دنیویہ سے مکمل رہائی اور چھٹکارا نصیب ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ تمام کیفیات لطائف کے فنا ہونے کے بعد نصیب ہوتی ہیں۔ ﴿184﴾

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی ضمن میں طے کر لیتے ہیں بخلاف دوسرے سلاسل کے مشائخ کے۔ لہٰذا وصول کے لئے طریقۂ نقشبندیہ دوسرے جملہ طریقوں سے زیادہ اقرب ہے کیونکہ دوسروں کی انتہا اس کی ابتداء میں درج ہے۔﴿185﴾

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعیں رسند
مست شراب و عشق بیک آہ می رسد

باب نمبر12

اصطلاحات نقشبندیہ

علم تصوف کے اصول و مبادیات کو سمجھنے کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اس کے قواعد و ضوابط کو اچھی طرح جان لیا جائے۔ کیونکہ ہر علم اور فن کے لئے کچھ مخصوص "اصطلاحات" ہوتی ہیں، جس میں اس علم اور فن کے قواعد و ضوابط کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔

مشہور فلسفی مؤرخ علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون المغربی اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"صوفیائے کرام کے کچھ خاص خاص آداب اور اصطلاحات بھی ہیں۔ جو انہیں میں رائج اور مشہور ہیں۔ مروجہ اوضاع لغویہ چونکہ ان کے خاص معانی و مطالب کی تعبیر سے عاجز و قاصر ہیں۔ انہوں نے چند اور الفاظ وضع کر لئے جو ان کے مطالب کو سہل طریقہ سے ادا کر سکتے ہیں۔ اور یوں ان کی اصطلاحات نے ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کر لی"۔﴿186﴾

وہ خاص اصطلاحات جن کے آداب کی پابندی کرنا متوسلین سلسلۂ نقشبندیہ کے لئے ازحد ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں:

1...... نظر بر قدم

نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک چلنے کے دوران اپنی نظر اپنے قدم پر رکھے یعنی نگاہوں کو جھکا کر چلے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چلنے کے دوران مختلف چیزوں پر نظر پڑنے کی

وجہ سے نظر پریشان ہو جاتی ہے۔ اور پریشانی کی وجہ سے انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دل جمعی، یکسوئی اور جمعیت باطن جاتی رہتی ہے۔ اگر نظر قدم پر ہو گی تو انتشار پیدا نہ ہو گا اور ہر لحہ یکسوئی اور دل جمعی میسر رہے گی کیونکہ تفرقہ اور انتشار سے بچنے میں اس کو بڑا دخل ہے۔﴿187﴾

2...... ہوش در دم

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر سانس ہوشیار رہے۔ کہ آیا وہ ذاکر ہے یا غافل، کیونکہ یہ لحاظ رفتہ رفتہ دوامِ حضور تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس پر مواظبت و مداومت اور ہیشگی، تفرقہ و انتشارِ نفس کو دور کر دیتی ہے۔ ہوش در دم کو وقوفِ زمانی کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔﴿188﴾

3...... سفر در وطن

سفر در وطن سیر انفسی یا عالمِ امر کی سیر کا نام ہے۔ اس کا مقصد و منشاء یہ ہے کہ اس نہایت یعنی انتہاء مقصود کو حاصل کرنا ہے۔ جو اس کی ابتدا میں مندرج ہے۔ اور یہ صرف طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ دوسرے طریق کے مشائخ عالمِ خلق کی ابتدا سے سیر کی ابتدا کرتے ہیں۔ گویا ان کی سیر انفسی سیر آفاقی کے بعد ہے۔ جب کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ سیر کی ابتدا ہی عالمِ امر سے کرتے ہیں۔ اور اسی ضمن میں عالمِ خلق کو طے کر لیتے ہیں۔ گویا اس طریقۂ عالیہ کی سیر آفاقی سیر انفسی میں مندرج ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے نفس میں غور و فکر کرے اور دیکھے کہ اس میں غیر اللہ کی محبت تو نہیں، اگر محبت غیر اللہ باقی ہے تو از سر نو توبہ کرے۔ اور کلمہ توحید کے "لا" سے اس محبت غیر کی نفی کرے، اور "اِلَّا اللّٰہ" سے محبتِ محبوبِ حقیقی جل شانہ کا اثبات کرے۔ اور کلمہ شریفہ پر مداومت اور ہیشگی سے اپنی صفاتِ رذیلہ کو رفع کرے۔ اور اپنے اندر نرمی، تواضع وانکساری اور اخلاقِ حسنہ جیسی صفاتِ حمیدہ پیدا کرے۔﴿189﴾

4......خلوت درانجمن

خلوت درانجمن کی اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ جب سفر در وطن متحقق ہو جائے تو پھر کسی مجلس یا انجمن میں بیٹھا ہو تو بھی اس کو تنہائی تصور کرے۔ یعنی انجمن کو بھی خلوت خانۂ وطن بنائے۔ یعنی انجمن میں کسی سے گفتگو کرنا اس کے تفرقہ وانتشار کا سبب نہ بنے۔ بلکہ دوران گفتگو بھی سفر در وطن جاری وساری رہے۔ جب سالک خلوت سے نکل کر انجمن میں آجاتا ہے تو ابتداً تو تکلف سے دوچار ہوتا ہے۔ لیکن مداومت سے یہ تکلف جاتا رہتا ہے۔ اور اسے عین تفرقہ میں جمعیت اور یکسوئی' اور نفس غفلت میں حضور حاصل ہوتا ہے۔

پھر خواہ تفرقہ ہو یا عدم تفرقہ' سالک کی جمعیتِ باطن میں ذرہ بھر بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔ لیکن سالک کے لئے افضل واعلیٰ یہ ہے کہ وہ ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی جمع کرے۔ اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دور کردے۔ لیکن بعض اوقات ظاہری تفرقہ کے بغیر بھی چارۂ کار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے بغیر سماج میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ظاہری تفرقہ ضروری ہے' تاکہ مخلوقِ خدا کے حقوق ادا ہو جائیں۔ اگر حقوق العباد کی نیت سے ظاہری تفرقہ کیا جائے تو باعثِ ثواب ہے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ سالک کے لئے تفرقہ باطن کسی لمحہ بھی جائز نہیں کیونکہ باطن خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ الحاصل عبادت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- باطن کل ۲- نصف ظاہر خالصاً ۳- نصف ظاہر مخلوقاً۔ اور یہ بظاہر مخلوق خدا کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہے' لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری مطلوب ہے۔ لہٰذا یہ حصہ بھی ذاتِ باری کے لئے ہو گیا۔﴿190﴾

5......یاد کرد

اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ خواہ ذکر اسمِ ذات کرو یا نفی اثبات' ذکرِ محبوب ایسا گوہر نایاب ہے جس سے فنا و بقا کی شرابِ طہور حاصل ہوتی ہے۔ اور بارگاہِ ایزدی تک وصول میسر آتا ہے۔﴿191﴾

محمد محمد کریندیاں گذر گئی
احد کولوں احمد گولیندیاں گذر گئی
کدن تلیاں کلیاں جیاں آ رکھیسو
بڑی دیر کلی سچیندیاں گذر گئی
لباں دے بنیرے تے ساری حیاتی
تیرے ناں دے دیوے بلیندیاں گذر گئی

6......بازگشت

اس سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کرنے کے بعد بارگاہِ ایزدی میں عاجزانہ طور پر اس دعا کو دہرائے اور یہ بار بار دعا کرنا ہی بازگشت کہلاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاكَ مَطْلُوْبِیْ اَعْطِنِیْ مَحَبَّةَ ذَاتِكَ وَمَعْرِفَةَ صِفَاتِكَ

"الٰہی تو ہی میرا مقصود کل، میں فقط تیری رضا کا طالب ہوں۔ اپنی ذات کی محبت سے میرا تشنہ پیمانہ بھر دے اور اپنی صفات کی معرفت کا جام پلا دے تاکہ تُو ہی تُو ہو جائے"۔﴿192﴾

اللہ اللہ کرتے کرتے ہُو نظر آیا مجھے
ہُو میں جب مَیں گم ہوا پھر تُو نظر آیا مجھے

7......نگاہ داشت

اس سے مراد وساوسِ شیطانی اور خطراتِ نفسانی کو دل سے دور کرنا ہے۔ سالک اور مرید کو چاہیئے کہ وہ خطرات کو اپنے دل کے قریب نہ پھٹکنے دے۔ ورنہ ان کا ازالہ مشکل ہو جائے گا۔ تو اس طریقہ سے جمعیت، یکسوئی اور اطمنانِ قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔
جب دل سے خطرات بالکل رفع ہو جاتے ہیں تو پھر فنائے قلب حاصل ہوتی ہے۔
تو جہاں تک دماغ کے خطرات کا تعلق ہے تو فنائے نفس کے بعد وہ بھی زائل ہو

جاتے ہیں۔ پھر سالک کو خطرات کے ادراک میں حیرت ہوتی ہے۔ کہ کہاں سے آتے ہیں' ارباب عقل ودانش کے نزدیک خطرات کا زائل ہو جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔﴿193﴾

لیکن اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا طور طریقہ ہی عقل سے وراء ہوتا ہے۔ جیسا کہ امامِ غزالی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

ثُمَّ وَرَاءُ الْعَقْلِ طَوْرٌ آخَرُ تَنْفَتِحُ فِيْهِ عَيْنٌ أُخْرٰى يَبْصُرُ بِهَا الْإِنْسَانُ الْغَيْبَ وَمَا سَيَكُوْنُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَأُمُوْرًا آخَرَ الْعَقْلُ مَعْزُوْلٌ عَنْهَا﴿194﴾

"عقل سے آگے بھی ایک طور ہے' جس میں ایک ایسی آنکھ بینا ہوتی ہے جس سے انسان غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اور مستقبل میں ہونے والے امور کو بھی ملاحظہ کر لیتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی ایسے امور ہیں جن سے عقل عاجز ہے"۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور!
چراغِ راہ ہے' منزل نہیں ہے

8......مقاماتِ عشرہ

ان مقامات سے مراد یہ ہے کہ ان کے حصول کے بغیر مقامِ ولایت تک پہنچنا ناممکن اور غیر متصور ہے۔ وہ درج یل ہیں:

(i) توبہ (ii) انابت (iii) زہد (iv) قناعت (v) ورع (vi) صبر (vii) شکر (viii) توکل (ix) تسلیم (x) رضا۔﴿195﴾

یہ الگ بات ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک "رضا" مقام نہیں بلکہ "حال" ہے۔ مقام اور حال میں فرق یہ ہے کہ مقام کو حاصل کیا جاتا ہے۔ مقام کے حصول میں سالک کی کاوش کو دخل ہے۔ گویا مقام کسبی ہوتا ہے۔ جب کہ حال کو حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ عطا ہوتا ہے۔ اس کے حصول میں سالک کی کاوش کو دخل نہیں ہوتا اور یہ وہبی ہوتا ہے۔

الغرض جو بھی ہو ان مقامات کا حصول خواہ بالاجمال ہو یا بالتفصیل' ان کے بغیر مقامِ

ولایت تک رسائی ناممکن ہے۔ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی سیر اجمالی راہِ جذب کے ذریعے ہوتی ہے جب کہ دوسرے سلاسل کی سیر تفصیلی راہِ سلوک کے ذریعے ہوتی ہے۔ گویا کہ نقشبندی شارٹ کٹ کے ذریعے منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے سلاسل کا سالک لمبے راستے کو طے کرنے کے بعد منزل مقصود تک رسائی حاصل کرتا ہے۔﴿196﴾

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند
مستِ شراب و عشق بیک آہ می رسد

9......یادداشت

یاد داشت اللہ تعالیٰ کے لئے وہ توجہ صرف ہے جس کو الفاظ و تخیلات کا جامہ پہنانا ناممکنات میں سے ہے' اور بغیر ہوئے حضور ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ حضور علی الدوام جس میں شیونات واعتبارات کا درمیان میں حجاب نہ ہو' مگر حقیقت یہ ہے کہ جب تک فنائے اتم وبقائے اکمل نہ ہو اس وقت تک یہ توجہ حاصل نہیں ہوتی۔﴿197﴾

10......وقوفِ عددی

ذکر نفی اثبات کے دوران جب سالک کا سانس تنگ پڑ جائے تو سانس منقطع کرتے وقت طاق عدد کی رعایت وقوفِ عددی کہلاتا ہے۔

11......وقوفِ قلبی

قلب کی طرف توجہ کو وقوفِ قلبی کہتے ہیں۔ اس توجہ میں وہ راز ہے جو خاندانِ عالیہ قادریہ میں "ضرب" کی رعایت میں ہے۔﴿198﴾

12......فناء

اصطلاحِ طریقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا نسیان فناء کہلاتا ہے۔ یعنی سالک کے ظاہر و باطن پر ذاتِ باری تعالیٰ کی ہستی مطلق کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجودِ اضافی بھی معتبر نہ رہے۔ بلکہ وجودِ حقیقی ہی متحضر رہے' اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے۔ اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے

خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔﴿199﴾

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

قربِ نوافل و قربِ فرائض

پھر یہ فنا یا تو قربِ نوافل یا قربِ فرائض کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"کہ جب سالک اپنی بشری صفات کو صفاتِ الٰہیہ میں فنا کرتا ہے اور صفاتِ ربانی کا ظہور اس پر غلبہ پالیتا ہے تو اسے قربِ نوافل کہتے ہیں۔ اور جب سالک اپنی ہستی کو فنا کر دے' حتی کہ تمام موجودات کے شعور سے بے خبر ہو جائے' بلکہ اپنے نفس کی بھی خبر نہ رہے۔ چنانچہ اس کی نظر میں ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہ رہے تو اسے قربِ فرائض کہتے ہیں"۔﴿200﴾

13......بقاء

جن اشیاء (آفاق و انفس) کا نسیان ہو گیا تھا۔ دوسروں کی تکمیلِ ہدایت کی خاطر سالک کو انہیں اشیاء کی طرف لوٹا دینا بقاء کہلاتا ہے۔ یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت نصیب ہوتی ہے اس کو بقاء کہتے ہیں۔ اور فناء الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں۔﴿201﴾

اگر بقا طلبی اولت فنا باید
تا فنا نہ شوی راہ نہ می بری بہ بقاء

14......توجہ شیخ

اپنی قلبی طاقتوں کو دوسروں کے قلوب پر ڈالنے کا نام توجہ ہے۔ اور مرشدِ کامل سلوک کی منازل کے دوران سبق کے لئے بذریعہ توجہ' طالب اور مرید کے لطائف اور موارد فیض پر فیض القاء کرتا ہے۔ اس کو توجہ شیخ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔﴿202﴾

مذکورہ بالا اصطلاحات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے متعلق تھیں۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے سلاسل کی اصطلاحات کتب میں موجود ہیں طوالت سے دامن بچاتے ہوئے ان اصطلاحات کے نام عرض کئے دیتا ہوں۔ تاکہ ان سے بھی کچھ نہ کچھ آگاہی ہو جائے۔

(i) وقت (ii) مقام (iii) حال (iv) قبض وبسط (v) ہیبت وانس (vi) تواجد ٗوجد ٗوجود (vii) جمع و فرق (viii) جمع الجمع (ix) الفرق الثانی (x) الغیبۃ والحضور (xi) الصحو والسکر (xii) الذوق والشرب (xiii) الری (xiv) الحق والاثبات (xv) الستر والتجلی (xvi) المحاضرۃ المکاشفہ المشاہدہ (xvii) البوادۃ والہجوم (xviii) القرب والبعد (xix) الشریعہ والحقیقہ (xx) النفس (xxi) الخواطر۔ ﴿203﴾

مزید تفصیلات کے لئے امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی کتاب مستطاب ''الیاقوتۃ الواسطہ'' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور اور ڈاکٹر محمد لطفی جمعہ کی کتاب مستطاب ''تاریخ فلاسفۃ الاسلام' صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۶'' کا مطالعہ طالب کے لئے مفید رہے گا۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا

تتمہ و خلاصۂ کلام

اس کتاب کے بارہ ابواب کو مکمل کرنے کے بعد ایک تتمہ اور خلاصۂ کلام لکھ کر سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی سعی نامشکور کر رہا ہوں۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
ہے نہیں داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا تو شتر بے مہار کی طرح آزاد نہیں چھوڑا۔ بلکہ اس کو چند قوانین کی زنجیروں میں مقید کر دیا ہے۔ اور مزید رہنمائی کے لئے اپنے فیوضات کے مظہر' ان نفوسِ قدسیہ کو دنیا میں مبعوث فرمایا جن کو ابنائے آدم انبیائے کرام کے مبارک نام سے جانتے ہیں۔ بالآخر اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی جبینِ سعادت پر ختم نبوت کا سہرا سجا کر دنیا سے انبیاء کے سلسلہ کو "لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهٗ" فرما کر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کچھ ایسی ہستیاں ہوں' جو امت مصطفیٰ ﷺ کو ہدایت کا سامان فراہم کریں' ان کی ہر نہج پر' خواہ وہ دینی ہو یا تربیتی' روحانی ہو یا علمی' اعتقادی ہو یا اخروی' رہنمائی کریں تو وہ نفوسِ قدسیہ بارگاہِ نبوت سے بالواسطہ فیض لے کر امت مصطفیٰ ﷺ میں خیراتِ محمدی تقسیم کریں۔

تو یہ وہ ہستیاں ہیں جو اپنے متوسلین کو دینِ مصطفیٰ ﷺ کی صحیح ڈگر پر چلانے کے لئے اپنا تن' من اور دھن سب کچھ قربان کرنے کے بعد بھی بارگاہِ ایزدی میں یوں عرض گذار ہوتے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عزو شرف

تو جب تک ان بندگانِ پاک طینت کے دامن کو نہ تھاما جائے' اس وقت تک انسان فکری' عملی اور اعتقادی میدان میں شیطان کے ہاتھوں پٹتا رہتا ہے لیکن جو ان کے دامن عفو و کرم میں چھپ کر آگے بڑھیں تو وہ صرف دنیا میں ہی شیطان کے ہتھ کنڈوں سے

نہیں بچتے، بلکہ عقبیٰ میں بھی مقامِ رفیع پر فائز ہوتے ہیں۔

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم میری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہِ قدس میں قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے فلاح دارین کا سبب بنائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین طٰہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ واوزاجہ وبارک وسلم۔

احقر العباد
حافظ نذیر احمد السیفی
من علمائے دار العلوم المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ شریف پاکستان

مآخذ و مراجع

1......القرآن الکریم۔
2...... تفسیر کبیر' امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز' المطبعۃ الحسینیہ المصریہ۔
3...... تفسیر روح المعانی' محمود آلوسی قدس سرہ العزیز' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' دار احیاء التراث العربی بیروت۔
4......الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی' ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری قدس سرہ العزیز' الناشر دار الکاتب العربیہ للطباعۃ والنشر القاہرہ' ۱۹۶۷ء۔
5...... تفسیر الدر المنثور' علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی قدس سرہ العزیز' احمد البابی الحلبی المیمنیہ مصر' ۱۳۱۴ھ۔
6...... تفسیر المظہری' قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز' ادارہ اشاعۃ العلوم لندوۃ المصنفین دہلی۔
7...... تفسیر روح البیان' علامہ محمد اسماعیل حقی قدس سرہ العزیز' المطبعۃ العثمانیہ مصر۔
8......ضیاء القرآن' پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
9...... خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان' مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز' تاج کمپنی لاہور۔
10......حاشیہ عثمانی' علامہ شبیر احمد عثمانی' دار التصنیف کراچی۔
11...... صحیح بخاری' امام محمد بن اسماعیل البخاری قدس سرہ العزیز' قدیمی کتب خانہ کراچی و اصح المطابع کراچی۔
12...... صحیح مسلم' امام ابو الحسین مسلم ابن الحجاج القشیری قدس سرہ العزیز' قدیمی کتب خانہ و اصح المطابع کراچی۔
13...... جامع الترمذی' امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی قدس سرہ العزیز' فاروقی کتب خانہ ملتان۔

14...... سنن نسائی' امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی قدس سرہ العزیز' وزارت تعلیم اسلام آباد۔

15...... سنن ابن ماجہ' امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قدس سرہ العزیز' اصح المطابع کراچی۔

16...... موطاامام مالک' امام ابو عبد اللہ مالک بن انس قدس سرہ العزیز' اصح المطابع کراچی۔

17...... مسند احمد' امام احمد بن حنبل قدس سرہ العزیز' کمپیوٹر پروگرام بیروت۔

18...... مستدرک علی الصحیحین' امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم' دار الکتب العلمیہ بیروت۔

19...... سنن دارمی' امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن السمر قندی الدارمی قدس سرہ العزیز' مطبع النظامی کانپور ۱۲۹۳ھ۔

20......نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول' ابو عبد اللہ محمد بن علی المعروف حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز' المکتبۃ العلمیۃ المدینۃ المنورۃ۔

21...... مشکوٰۃ المصابیح' حضرت شیخ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب قدس سرہ العزیز' وزارت تعلیم اسلام آباد۔

22......المعجم الکبیر' ابو القاسم سلمان بن احمد الطبرانی قدس سرہ العزیز' مکتبۃ العلوم والحکم موصل۔

23......فتح الباری شرح بخاری' حافظ الحدیث ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی قدس سرہ العزیز' مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر۔

24...... عمدۃ القاری فی شرح البخاری' علامہ بدر الدین محمد محمود احمد العینی قدس سرہ العزیز' مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

25......مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح' ملا علی بن سلطان محمد القاری قدس سرہ العزیز' مکتبہ امدادیہ ملتان"

26...... فیض الباری شرح بخاری' علامہ انور شاہ کشمیری' مطبعہ حجازی القاہرہ' ۱۹۳۸ء۔

27......اشعۃ اللمعات' شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز' کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔
28......فتح الملہم فی شرح مسلم' علامہ شبیر احمد عثمانی' المطبعہ الشہیرہ بمدینہ پریس الواقعہ فی بجنور ہند۔
29......غنیۃ الطالبین' سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز' مطبع اسلامیہ لاہور۔
30......مکتوبات امام ربانی فارسی' حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز' نور کمپنی انار کلی لاہور۔
31......مکتوبات امام ربانی مترجم' حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز' منزل نقشبندیہ بازار کشمیری لاہور۔
32......المنقذ من الضلال' امام محمد الغزالی قدس سرہ العزیز' دار الکتب الحدیثیہ ۱۴ شارع الجمہوریہ بعابدین۔
33......الحاوی للفتاوی' امام جلال الدین السیوطی قدس سرہ العزیز' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ۔
34......میزان کبریٰ' امام عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ العزیز' مصر۔
35......الفتاویٰ الحدیثیہ' خاتم المحدثین شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی قدس سرہ العزیز' مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء۔
36......الفتاویٰ الحدیثیہ' خاتم المحدثین شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی قدس سرہ العزیز' مطبعہ الجمالیہ مصر ۱۹۱۰ء۔
37......مثنوی مولوی معنوی' مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز' الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور۔
38......بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار' حضرت نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی قدس سرہ العزیز' مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔
39......قلائد الجواہر' حضرت محمد بن یحییٰ تادفی حلبی قدس سرہ العزیز' مکتبہ دار احیاء التراث العربی بغداد۔
40......اخبار الاخیار فارسی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز' کتب خانہ رحیمیہ

دیوبندیوپی۔

41......الطبقات الکبریٰ' امام عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ العزیز' دارالفکر العربی مصر

42......ارشادالطالبین' قاضی ثناءاللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز۔

43...... تفریح الخاطر' علامہ عبدالقادر الاربلی قدس سرہ العزیز' مصر۔

44...... جلاء الخواطر' سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز' مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

45......الفقہ علی المذاہب الاربعہ' حضرت عبدالرحمٰن جزیری قدس سرہ العزیز' دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت۔

46......الہدایہ' شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی قدس سرہ العزیز' مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔

47...... فتاویٰ عالمگیری' شیخ نظام وجماعۃ من علماء الہند الاعلام قدست اسرارہم' مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

48...... مجموعۃ الرسائل' علامہ سید محمد امین آفندی الشہیر بابن عابدین قدس سرہ العزیز' سہیل اکیڈمی لاہور۔

49......وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان' ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان قدس سرہ العزیز' تحقیق ڈاکٹر احسان عباس' دارصادر بیروت۔

50...... تاریخ بغداد' ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی قدس سرہ العزیز' دارالکتاب العربی بیروت۔

51...... بہار شریعت' مولانا امجد علی قدس سرہ العزیز' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

52......اسرار الاولیاء ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز' بدرالدین اسحاق قدس سرہ العزیز' نفیس اکیڈمی کراچی نمبر ۱۹۷۱ء۔

53...... کرامات اولیاء ملحق بالدرر السنیہ' احمد بن سعید محمد مکی الحموی الحنفی قدس سرہ العزیز' مکتبہ ایشیق ترکی۔

54...... شواہد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق، یوسف بن اسماعیل النبہانی قدس سرہ العزیز، دار الملاح النشر والطبع۔
55...... مرآت العاشقین، شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز، اسلامک بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔
56...... تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز، شبیر برادرز لاہور۔
57...... ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی، علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز، حامد اینڈ کمپنی لاہور و محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی۔
58...... ہدایت السالکین فی رد المنکرین، مرشدنا اخوندزادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم القدسیہ، کرم پبلی کیشنز لاہور۔
59...... معمولات سیفیہ اردو، محمد عابد حسین سیفی، دارالعلوم جیلانیہ رضویہ نادر آباد لاہور۔
60...... حقیقت تصوف، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور۔
61...... امداد السلوک، نثار الحق سیفی، خانقاہ سیفیہ اورنگی ٹاؤن کراچی۔
62...... حیات شیخ عبدالقادر جیلانی، راجہ طارق محمود، بک کارنر جہلم۔

حوالہ جات

1......مرآت العاشقین، صفحہ ۲۲۲

2......الجمعہ، ۶۲:۲

3......مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، دفتر ۱، مکتوب نمبر ۲۹۲

4......الفاتحہ، ۱:۵-۶

5......البقرہ، ۲:۲۶

6......النساء، ۴:۶۹

7......ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۶۲

8......صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۳۶/ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۴۲/ سنن دارمی، صفحہ ۲۷۳

9......الحاوی للفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۴۲

10......غنیۃ الطالبین، صفحہ ۹۲۷

11......ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۶۲

12......مرآت العاشقین، صفحہ ۱۶۵/ اسرار الاولیاء، صفحہ ۳۳

13......تفسیر کبیر، جلد ۳، صفحہ ۲۵۹

14......النحل، ۱۶:۴۳

15......الفرقان، ۲۵:۵۹

16......حاشیہ عثمانی، ف ۲، صفحہ ۴۷۳

17......روح المعانی، جلد ۱، صفحہ ۱۰۰

18......صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۸۸، جلد ۲، صفحہ ۸۸۸/ سنن دارمی، صفحہ ۱۴۸

19......المنقذ من الضلال، صفحہ ۱۲۸

20......اشعۃ اللمعات، جلد ۳، صفحہ ۶۴۰

21......بہجۃ الاسرار، صفحہ ۲۶/ اشعۃ اللمعات، جلد ۳، صفحہ ۶۴۰

22......الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ ۲۵۴، مطبع ۱، صفحہ ۲۱۶، مطبع ۲/ الحاوی للفتاویٰ، جلد ۲، ۲۶۰-۲۶۱

23......فیض الباری شرح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۰۴

24......ایضاً

25......روح المعانی، جزء ۲۲، الاحزاب، ۳۳:۴۰، صفحہ ۳۶/ اشعۃ اللمعات، جلد ۳، صفحہ ۶۴۰/ میزان کبریٰ، صفحہ ۴۴

26......الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ ۲۵۵، مطبع ۱، صفحہ ۲۱۷، مطبع ۲/ اشعۃ اللمعات، جلد ۳،

صفحہ ۶۳۹

27.....ص ۳۸:۸۲

28.....الاعراف‘۷:۱۷

29.....الاعراف‘۷:۲۷

30.....مرآت العاشقین‘صفحہ ۱۶۸-۱۶۹

31.....جامع ترمذی‘جلد۱‘صفحہ ۱۴۰

32..... صحیح مسلم‘جلد۲‘صفحہ ۳۷۶

33.....الحجر‘۱۵:۴۰

34.....المائدہ‘۵:۱۶-۱۵

35.....الکہف‘۱۸:۲۹

36.....ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی‘ جز۴‘صفحہ ۳۸۹

37.....مرآت العاشقین‘صفحہ ۲۲۱-۲۲۲

38.....فتح الباری فی شرح البخاری‘جلد۱۲‘ صفحہ۱۴/ فتح الملہم فی شرح المسلم‘ جلد۱‘ صفحہ ۳۲۲

39..... صحیح بخاری‘ جلد۱‘ صفحہ ۱۸۵/ صحیح مسلم‘ جلد۲‘ صفحہ ۳۳۶/ مشکوٰۃ المصابیح‘ صفحہ ۲۱

40..... صحیح بخاری‘ جلد۱‘ صفحہ ۴۸۸/ مشکوٰۃ المصابیح‘صفحہ ۱۸

41.....المنقذ من الضلال‘صفحہ ۱۳۱

42.....المنقذ من الضلال‘صفحہ ۱۳۲

43.....التغابن‘۶۴:۱۱

44..... صحیح بخاری‘ جلد۱‘ صفحہ ۱۲/ صحیح مسلم‘ جلد۱‘ صفحہ ۲۷/ مشکوٰۃ المصابیح‘ صفحہ ۱۱/ سنن نسائی‘جلد۲‘صفحہ ۲۶۵

45..... حقیقت تصوف‘جلد۱‘صفحہ ۲۲۵

46.....ملخصاہدایت السالکین‘صفحہ ۳۲۵

47..... تفسیر مظہری‘جلد۱‘صفحہ ۳۴۳

48.....الفتاویٰ الحدیثیہ‘صفحہ ۲۱۱‘مطبع ۲

49..... حقیقت تصوف‘جلد۱‘صفحہ ۲۲۶

50.....قلائد الجواہر‘ صفحہ ۳۸/ اخبار الاخیار فارسی‘صفحہ ۱۶-۱۷

51.....مرآت العاشقین‘صفحہ ۱۳۴-۱۳۵

52.....مکتوبات امام ربانی فارسی‘ جلد۱‘ دفتر۱‘صفحہ ۹۶تا۹۸

53..... تفسیر مظہری‘ جلد۱‘ صفحہ ۵۰/ جلد۹‘صفحہ ۷۵

54.....الکہف‘۱۸:۶۷

55.....الحجر‘۱۵:۳۹

56.....الحجر‘۱۵:۴۰

57.....قلائد الجواہر‘ صفحہ ۱۰/ بہجۃ الاسرار‘ صفحہ ۵۹/الطبقات الکبریٰ‘جلد۱‘صفحہ ۱۲۹

58.....الفتاویٰ الحدیثیہ' صفحہ ۲۱۵ مطبع ۲

59.....اخبار الاخیار فارسی' صفحہ ۱۷/ بہجۃ الاسرار' صفحہ ۵۹/ قلائد الجواہر' صفحہ ۷۶/ الطبقات الکبریٰ' جلد ۱' صفحہ ۱۲۸

60.....الفتاویٰ الحدیثیہ' صفحہ ۴۳' مطبع ۲

61.....مثنوی مولوی معنوی ملخصاً' دفتر ۱' حصہ ۱' صفحہ ۳۵ تا ۵۵

62.....الفجر' ۸۹: ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰

63.....معمولات سیفیہ اردو' صفحہ ۶

64.....المنقذ من الضلال' صفحہ ۱۲۹

65.....الفتح' ۴۸: ۲۹

66.....مرآت العاشقین' صفحہ ۱۴۸

67.....جامع الترمذی' جلد ۲' صفحہ ۱۴۰

68.....الشمس' ۹۱: ۸

69.....مرآت العاشقین' صفحہ ۱۵۰

70.....صحیح مسلم' جلد ۱' صفحہ ۶۲

71.....ایضاً

72.....ایضاً

73.....تذکرۃ الاولیاء' صفحہ ۳۴۴

74.....تاریخ بغداد' جلد ۱۴' صفحہ ۳۹۵

75.....وفیات الاعیان' جلد ۲' صفحہ ۲۷۳

76.....عبس' ۸۰: ۳۴-۳۵-۳۶

77.....المؤمن' ۴۰: ۱۶

78.....الزخرف' ۴۳: ۶۷

79.....الزخرف' ۴۳: ۶۸

80.....بنی اسرائیل' ۱۷: ۷۱

81.....صحیح بخاری' جلد ۱' صفحہ ۲۰-۲۱-۱۸۴

82.....جامع ترمذی' جلد ۱' صفحہ ۱۲۶

83.....بہار شریعت' جلد ۱' حصہ ۱' صفحہ ۵

84.....صحیح بخاری' جلد ۲' صفحہ ۹۵۷/ صحیح مسلم' جلد ۲' صفحہ ۳۷۷/ ضیاء القرآن' جلد ۳' صفحہ ۵۸۰

85.....صحیح بخاری' جلد ۲' صفحہ ۹۱۱

86.....ایضاً

87.....تفسیر مظہری' جلد ۸' صفحہ ۳۶۱/ ضیاء القرآن' جلد ۴' صفحہ ۴۲۴

88.....مسند احمد' مسند الانصار' حدیث نمبر ۲۱۰۲۱/ موطا امام مالک' صفحہ ۷۲۳

89.....مسند احمد' باقی مسند المکثرین' حدیث نمبر ۸۹۲۳/ صحیح مسلم' جلد ۲' صفحہ ۳۱۷

90.....مسند احمد' باقی مسند الانصار' حدیث نمبر ۲۱۸۳۲/ الجامع لاحکام القرآن' جلد ۸' صفحہ ۱۳۵۷

91.....الکہف' ۱۸: ۱۸

92......فیض الباری' جلدا' صفحہ۲۷۶-۲۷۷

93......المفردات فی غرائب القرآن' کتاب الشین' صفحہ ۲۷۲' بحوالہ حیات شیخ عبدالقادر جیلانی

94......القصص' ۲۸:۲۳

95......ہود' ۱۱:۷۲

96......المؤمن' ۴۰:۶۷

97......مرآت العاشقین' صفحہ ۲۲۶

98...... تفسیر مظہری' جلد ۵' صفحہ ۳۸

99...... صحیح بخاری' جلد ۲' صفحہ ۹۶۳/ عمدۃ القاری' جلد ۲۳' صفحہ ۸۸/ نوادرالاصول فی معرفتہ احادیث الرسول' ۷۱-۱۱۵

100...... تفسیر کبیر' جلد ۵' صفحہ ۴۶۷

101......روح المعانی' جلد ۲۵' صفحہ ۱۰۲

102...... صحیح بخاری' جلدا' صفحہ ۴۵۶' جلد ۲' صفحہ ۸۹۲/ صحیح مسلم' جلد ۲' صفحہ ۳۳۱/ مسند احمد' باقی مسند المکثرین' حدیث نمبر ۶-۷۳۰۶-۸۹۸۴-۱۰۲۰۶' باقی مسند الانصار' حدیث نمبر ۲۱۲۴۰

103......اسرار الاولیاء' صفحہ ۲۰۵

104......سنن ابن ماجہ' صفحہ ۳۱۳/ مسند احمد' مسند القبائل' حدیث نمبر ۲۶۳۱۷

105...... تفسیر مظہری' جلد ۵' صفحہ ۴۰

106......مشکوۃ المصابیح' صفحہ ۵۸۲-۵۸۳/ الحاوی للفتاویٰ' جلد ۲' صفحہ ۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷/ نوادر الاصول' صفحہ ۶۹-۷۰

107......الحاوی للفتاویٰ' جلد ۲' صفحہ ۲۴۶ /نوادرالاصول' صفحہ ۷۰

108...... تفسیر روح البیان' جلد ۲' صفحہ ۳۶۳/ الحاوی للفتاویٰ' جلد ۲' صفحہ ۲۴۷/نوادرالاصول' صفحہ ۷۰

109......الحاوی للفتاویٰ' جلد ۲' صفحہ ۲۵۰-۲۵۱

110...... تفسیر روح البیان' جلد ۲' صفحہ ۳۶۴

111......طٰہٰ' ۲۰:۶۶

112......طٰہٰ' ۲۰:۸۸

113......النمل' ۲۷:۴۰

114...... تفسیر مظہری' جلد ۵' صفحہ ۴۱

115......کرامات اولیاء ملحق بالدرر السنیہ' صفحہ ا/ شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق

116...... حقیقت تصوف' جلد ۱' صفحہ ۳۱۹

117...... قلائد الجواہر' صفحہ ۱۳-۱۴

118...... اسرار الاولیاء' صفحہ ۱۰۹-۱۱۰

119...... ہدایت السالکین فی رد المنکرین' صفحہ ۱۶۷

120...... التوبہ' ۹:۱۱۹

121...... صحیح مسلم' جلد ۱' صفحہ ۱۹۳/ سنن نسائی' جلد ۱' صفحہ ۱۷۱/ مشکوۃ المصابیح' صفحہ ۸۴

122...... اسرار الاولیاء' صفحہ ۸۰-۸۲

123...... ایضاً' صفحہ ۸۱

124...... ایضاً' صفحہ ۸۲

125...... ایضاً

126...... المستدرک علی الصحیحین' جز ۲' صفحہ ۱۵۲' حدیث نمبر ۴۶۸۲-۳/ المعجم الکبیر' جز ۱۸' صفحہ ۱۰۹' حدیث نمبر ۲۰۷' جز ۱۰' صفحہ ۷۶' حدیث نمبر ۱۰۰۰۶

127...... الحجرات' ۴۹:۱

128...... خزائن العرفان حاشیہ کنزالایمان' صفحہ ۷۴۵

129...... ایضاً

130...... الحجرات' ۴۹:۲

131...... النور' ۲۴:۶۳

132...... ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی' حصہ ۱' صفحہ ۱۳۱

133...... تفسیر روح البیان' جلد ۷' صفحہ ۱۸۵

134...... مکتوبات امام ربانی مترجم' دفتر ۱' حصہ ۵' صفحہ ۶۶۱ تا ۶۶۴' مکتوب نمبر ۲۹۲

135...... ایضاً مترجم' صفحہ ۶۰۲' مکتوب نمبر ۲۸۶

136...... ایضاً مترجم' حصہ ۴' دفتر ۱' صفحہ ۳۸۷-۳۸۸' مکتوب نمبر ۲۲۴

137...... العنکبوت' ۲۹:۶۹

138...... صحیح بخاری' جلد ۲' صفحہ ۹۶۳

139...... ایضاً' جلد ۱' صفحہ ۴۵۶

140...... الشوریٰ' ۴۲:۱۳

141...... معارف لدنیہ بحوالہ معمولات سیفیہ اردو' صفحہ ۴۶-۴۷

142...... حیات شیخ عبدالقادر جیلانی' صفحہ ۳۸۴

143...... مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح' جلد ۱' صفحہ ۳۱۳

144...... معمولات سیفیہ' صفحہ ۴۹

145......قلائدالجواہر'صفحہ ۱۸۵

146......قلائد الجواہر' صفحہ ۱۸۵-۱۸۶/ بہجۃ الاسرار'صفحہ ۵۰

147......بہجۃ الاسرار بحوالہ حیات شیخ عبدالقادر جیلانی'صفحہ ۲۰۹-۲۱۰

148......الاعراف'۷:۲۰۵

149...... معمولات سیفیہ'صفحہ ۲۰

150......جلاءالخواطر'صفحہ ۱۱۰

151...... معمولات سیفیہ'صفحہ ۲۱

152......الزمر'۳۹:۲۳

153......مکتوبات امام ربانی' جلدا' دفترا' مکتوب نمبر ۲۹۰

154......الاعراف'۷:۱۵۵

155......روح المعانی'جلد۹'صفحہ ۸۶

156...... تفسیر مظہری' جلد۸' صفحہ ۲۰۸/ تفسیر الدر المنثور' جلد۵' صفحہ ۳۲۶

157...... صحیح بخاری'جلدا'صفحہ ۲-۳

158......شارحین بخاری بحوالہ ہدایت السالکین'صفحہ ۲۴۸

159...... تفسیر مظہری'جلدا'صفحہ ۱۰۹-۱۱۰

160......مکتوبات امام ربانی' جلدا' دفترا' مکتوب نمبر ۲۹۲

161......الہدایہ' جلدا'صفحہ ۱۳۵

162......الفقہ علی المذاہب الاربعہ' جلدا' صفحہ ۳۰۰

163......فتاویٰ عالمگیری' جلدا' صفحہ ۱۰۰-۱۰۱

164...... مجموعۃ الرسائل' جلدا' رسالہ نمبر ۷'صفحہ ۱۷۲-۱۷۳

165......الحاوی للفتاویٰ' جلد ۲' صفحہ ۲۳۴/ الفتاویٰ الحدیثیہ'صفحہ ۲۱۷'مطبع ۲

166......مکتوبات امام ربانی فارسی' جلدا' دفترا'صفحہ ۹۶ تا ۹۸'مکتوب نمبر ۳۴

167...... تفسیر مظہری'جلدا'صفحہ ۵۰

168......ارشادالطالبین'صفحہ ۱۴

169......مرآت العاشقین'صفحہ ۲۷۵

170......مکتوبات امام ربانی مترجم' حصہ ۷' دفتر۲'صفحہ ۱۹۰-۱۹۱'مکتوب نمبر ۵۸

171...... تفریح الخاطر'صفحہ ۳۸

172......فتح الملہم شرح مسلم ملخصاً' جلدا' صفحہ ۲۰۵

173...... معمولات سیفیہ'۵-۶

174......ضیاءالقرآن'جلد۲'صفحہ ۳۸

175 مکتوبات امام ربانی فارسی' جلد ا' دفترا' صفحہ ۹۶ تا ۹۸' مکتوب نمبر ۳۴ / امداد السلوک' صفحہ ۲۲

176 اسرار الاولیاء' صفحہ ۶۹

177 معمولات سیفیہ' صفحہ ۶-۷-۲۲

178 ایضاً' صفحہ ۶-۷-۲۳

179 تفسیر مظہری' جلد ا' صفحہ ۱۰۹-۱۱۰

180 معمولات سیفیہ' صفحہ ۶-۷-۲۴

181 ایضاً' صفحہ ۶-۷-۲۵

182 ایضاً' صفحہ ۶-۷-۲۶-۲۷

183 ایضاً' صفحہ ۶-۷

184 ایضاً' صفحہ ۶-۷-۸

185 مکتوبات امام ربانی مترجم' دفترا' حصہ ۵' صفحہ ۲۳۸-۲۳۹' مکتوب نمبر ۲۹۰

186 مقدمہ ابن خلدون' صفحہ ۴۴۷ بحوالہ حیات شیخ عبدالقادر جیلانی' صفحہ ۳۹۶

187 معمولات سیفیہ' صفحہ ۴۲

188 ایضاً

189 ایضاً' صفحہ ۴۳

190 ایضاً' صفحہ ۴۳-۴۴

191 ایضاً' صفحہ ۴۴

192 ایضاً

193 ایضاً' صفحہ ۴۵

194 المنقذ من الضلال' صفحہ ۱۳۲

195 معمولات سیفیہ' صفحہ ۴۵

196 ایضاً' صفحہ ۴۷

197 ایضاً

198 ایضاً

199 ایضاً' صفحہ ۴۸

200 مرآت العاشقین' صفحہ ۲۸۴

201 معمولات سیفیہ' صفحہ ۴۸

202 ایضاً' صفحہ ۵۰

203 حیات شیخ عبدالقادر جیلانی' صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۹